نوائے
افغان جہاد
صفر المظفر ۱۴۴۱ھ
اکتوبر ۲۰۱۹ء
بانی مُدیر: حافِظ طیّب نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ
’’آج ہمارے ہاتھ میں پتھر ہیں، کل کلاشن کوف آجائے گی تو یہ لے
کر ان ہندوستانی فوجیوں کو مار ڈالیں گے!‘‘
– ایک کشمیری سنگ باز مرابط نوجوان

فتح بیت المقدس سے قبل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکرِ اسلامیہ کے نام خطاب

تمام تعریفیں ان اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے ہیں جو صاحب قوت بزرگ اور ہر اس چیز کے بنانے والے ہیں جس کا وہ ارادہ فرما لیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اللہ پاک نے ہمیں اسلام سے مکرم فرمایا۔ حضور اکرم محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے ہمیں ہدایت بخشی ہمیں ضلالت اور گمراہی سے علیحدہ کردیا۔ دشمنی کے بعد ہمارے دلوں میں محبت بھردی۔ بغض وعداوت کی جگہ ہمارے قلوب الفت ومودت سے آشنا کردیے۔ لہٰذا تم ان نعمتوں پر ان کی تعریف کرو تا کہ تم ان کے اور زیادہ مستحق ہوجاؤ کیونکہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ ۝

اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں تمہارے لیے اور زیادہ کردوں گا اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں: مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ‌ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا ۝

جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ہدایت بخشتے ہیں وہی ہدایت پر ہے اور جسے وہ گمراہ کرتے ہیں اس کے لیے تو کوئی راہ بتانے والا نہیں پائے گا۔

اما بعد! میں تمہیں اللہ عزوجل سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ان اللہ تبارک وتعالیٰ سے جن کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور ایک وہی ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں جن کی اطاعت ان کے دوستوں (اولیاء) کو نفع دینے والی اور جن کی معصیت ان کے دشمنوں کو مذلت اور بدبختی میں گرانے والی ہے۔ لوگو! زکوٰۃ ادا کرو تا کہ تمہارے قلوب پاک ہوجائیں۔ مگر تمہارا نفس اس کے بدلے میں مخلوق سے کچھ طلب نہ کرے اور نہ اپنے اس دینے کا شکریہ چاہے جو کچھ سنتے ہو۔ اس کو سمجھو۔ عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے دین کی حفاظت کرے اور سعید وہ شخص ہے جو دوسروں سے سبق حاصل کرے یاد رکھو اور اس بات سے خبردار رہو کہ سب سے زیادہ برا کام دین میں نئی بات (بدعت) کا اختراع ہے تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور اسی کو اپنے لیے لازم کرلو کیونکہ سنت میں میانہ روی اختیار کرنا (اقتصاد) بدعت میں اجتہاد کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ قرآن شریف کی تلاوت اپنے لیے لازم کرلو۔ کیونکہ اس میں شفاء، تسکین قلب، آرام، فوز کبیر اور ثواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوران تقریر میں فرمایا تھا:

الزموا سنت اصحابی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب حتی یشہد من لم یشہد ویحلف من لم یحلف

کہ میرے صحابہ کی سنت کو لازم پکڑلو۔ پھر ان لوگوں کی جو ان سے متصل ہیں (تابعین) پھر جو ان سے متصل ہیں (تبع تابعین) ان کے بعد جھوٹ ظاہر ہوجائے گا۔ حتیٰ کہ جس شخص سے گواہی اور شہادت نہیں لیں گے وہ شہادت دے گا اور جس سے قسم نہیں کھلوائیں گے وہ قسم کھائے گا۔ پس جو شخص وسط جنت میں داخل ہونا چاہے وہ جماعت (اہل السنۃ والجماعۃ) کو لازم پکڑلے کیونکہ تنہائی اور علیحدگی (یا فرقہ بندی) شیطان کا کام ہے۔ تم میں سے کوئی شخص کسی غیر عورت کے پاس خلوت نہ اختیار کرے۔ کیونکہ وہ دراصل شیطان کی رسیوں میں سے ایک رسی ہے جس شخص کو اپنی خوبیاں اچھی معلوم ہوں اور ساتھ ہی اپنی برائیوں پر بھی نظر رکھتا ہو اور انہیں برا سمجھتا ہو وہ مومن ہے نماز کو سب سے زیادہ مقدم سمجھو اور نماز پڑھو۔"

(فتوح الشام)

رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو اللہ اس شخص کو خوب پہچانتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اس کی مثال اس کی سی ہے جو روزانہ روزہ رکھتا ہو اور تمام رات نماز پڑھتا ہو، اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کیلئے اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ اگر اس کو موت دے گا، تو اسے جنت میں داخل کردے گا، یا غازی بنا کر اسے ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ زندہ لوٹائے گا۔'' (صحیح بخاری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۹

صفر المظفر ۱۴۴۱ھ — اکتوبر ۲۰۱۹ء

اس شمارے میں

بانی مدیر، حافظ طیب نواز شہید رحمہ اللہ نفاذِ شریعت کی مبارک محنت اور دعوتِ جہاد میں سرگرمِ عمل تھے کہ انہیں پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں نے اسی جرم کے سبب اولاً گرفتار و لاپتہ کیا اور بعد از اں ایک جعلی مقابلے میں شہید کر دیا۔

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (Email) پر رابطہ کیجیے: editor@nawaiafghan.com

www.nawaiafghan.com

bit.ly/NawaiTwitter

bit.ly/NawaiChannel

bit.ly/NawaiBot

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئینِ کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع، نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد:

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا موقف مخلصین اور محبّینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- عالمی جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورتِ حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے......اسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے!

کرے گا جو کشمیر سے بے وفائی...اسی کا مقدر ہے ذِلت کی کھائی!

اِداریہ

ملکِ خداداد میں برپا کن کن مسائل کا ذکر کیا جائے... غربت، بے روزگاری، مہنگائی، بدامنی، وسائل کی لوٹ کھسوٹ، بے انصافی بلکہ ظلم... یہ تو چند بڑے بڑے مسائل ہیں۔ ذرا تفصیل میں دیکھیں تو دنیا کی ناکام ریاستوں کے وہ کون سے مسائل ہیں جو اس وقت وطنِ عزیز کے نظام میں موجود نہیں۔ سروے کروائیے، تجزیے لکھوائیے، رپورٹیں مرتب کروائیے، اہلِ 'دانش' کو بٹھائیے، تھنک ٹینکس سے پوچھیے... مسائل، وجوہات اور حل کا ایک دائرۃ المعارف (encyclopaedia) وجود میں آ سکتا ہے۔ لیکن سچی، کھری اور واحد بات صرف اور صرف، بزبانِ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یہ ہے کہ 'جب تک مخلوق میں خالق کا نظام جاری نہیں کیا جاتا، دنیا فساد کا شکار رہے گی!'۔

ہر سوال کا جواب، ہر مسئلہ کا حل، ہر مرض کا علاج، ہر دکھ کی دوا... بس اور بس نفاذِ شریعت ہے۔

جس قدر انسانیت بالعموم اور اہلِ اسلام کا معاشرہ بالخصوص اس 'نظامِ شریعت' سے دور ہے یا ہوتا چلا جائے گا، دنیا کا ہر قسم کا فساد، ہر برائی پنپے گی، پھولے گی، پھیلے گی۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ اللہ سے بغاوت ہے! اللہ کے نظام سے بغاوت ہے! اللہ کی شریعت کے بالمقابل اپنے نظاموں کے نفاذ کا شاخسانہ ہے۔ جتنا جتنا احکام اسلام سے دور ہوا جائے گا، اتنا ہی ذلت کا گڑھا گہرا ہوتا چلا جائے گا... یہ گڑھا نہ ہو گا 'سیاہ سوراخ[1]' ہو گا جس کی گہرائی اور چوڑائی کا انسان کے لیے ادراک کم از کم تا حال ناممکن رہا ہے۔ ذلت کا گڑھا ہوتا بھی ایسا ہے، اس کی گہرائی کا ادراک ناممکن ہوتا ہے۔

ہم پر مسلط باوردی اور بے وردی حکمرانوں نے اللہ کے دین سے بغاوت کا وہ کون سا کام ہے جسے چھوڑا ہو؟ لیکن ایک نقاب اب سے چند ماہ پہلے تک بھی ان کے چہرے پر پڑا ہوا تھا۔ پرویز مشرف[2] جیسے غدار جرنیل، ہر چیز کا دام لگانے والے زرداری اور سرمائے کی نظر سے دیکھنے والے نواز شریف نے جسے نہیں ہٹایا تھا... جس کا سودا نہیں کیا تھا، اس کا سودا 'باجوہ' اور اس کے 'حُسنِ' انتخاب 'عمران خاں' نے کر دیا ہے۔ یہ سودا پاکستان، نظریۂ پاکستان، خطۂ پاکستان، خود مختاریٔ پاکستان اور ریاست و سیاست کا سودا نہیں ہے بلکہ ایک ایمانی مسئلے اور اسلامی کاز کا سودا ہے[3]۔ کشمیر کا سودا، کشمیری بیٹیوں کی عصمت، بہنوں کی عفت، ماؤں کی مامتا اور اسلام سے نسبت رکھنے والے ایک کروڑ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والوں کا سودا ہے۔

پھر بے غیرتی کی انتہا تو یہ ہے کہ جو لائن آف کنٹرول کو پار کرنے کی بات کرے اور جو جہاد کی بات کرے تو اسی کو دشمنِ اہلِ کشمیر باور کروانے کی بے تکی جگالی!

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن

بالفرض اگر یہ منطق مان لی جائے کہ جدید دنیا میں مسائل، میزوں پر اور سفارتی بینچوں پر حل کیے جاتے ہیں تو بھی یہ ہِلَن جُلَن ایک ناٹک تھا اور اس ناٹک کا اختتام ڈراپ سین...... اس ناٹک کے ناظر بھی بائیس کروڑ آر کے پاکستانی اور ایک کروڑ پار کے کشمیری تھے، ورنہ دنیا بھر کے لوگ پہلے ہی جانتے تھے۔ قریشی اور نیازی پچاس اور اٹھاون 'حامیوں' کی گردان کرتے رہے[4]... مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات!

ہاں اگر جیت میز پر اور سفارتی بینچوں پر حاصل ہوتی بھی ہے تو پھر طالبانِ عالی شان جیسا کردار چاہیے ہوتا ہے کہ دنیا کے پچاس اور اٹھاون کے ساتھ کے دعوے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ دنیا کے اڑتالیس و پچاس کو شکست دے چکے ہوتے ہیں۔ میدان کے فاتحین ہی میزوں پر فاتح ہوتے ہیں۔ اللہ پاک ان کی قدر و منزلت میں اپنی شان کے مطابق اضافہ فرمائیں، آمین۔

---

[1] Black Hole

[2] پرویز مشرف کے لیے ہر برا لقب چھوٹا ہے۔ شاید نئی مرتب ہونے والی 'لغات' میں برائی کے استعارے کے طور پر 'پرویز مشرف' کا اضافہ بھی کیا جائے... اس لیے ہم بھی اسی پر اکتفا کر رہے ہیں!

[3] اس لیے کہ اس قسم کے سودے پاکستان بننے کے بعد روزِ اول سے جاری ہیں۔ مشرقی پاکستان، ختمِ نبوت پر حملہ، اپنے فضائی اڈے امریکہ کو دینا اور ڈرون حملے یہ سب اسی قسم کے سودوں کی مثالیں ہیں۔

[4] شاہ محمود قریشی نے پہلے اقوامِ متحدہ کی حقوقِ انسانی کی کمیٹی میں پچاس ممالک کی حمایت حاصل ہونے کا اعلان کیا اور بعد میں عمران خاں نے اس تعداد کو اٹھاون بتایا۔

ناٹکی، ناٹک کر سکتے ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں ذلت آمیز شکست کے بعد واپسی پر خود ساختہ 'سفیرِ کشمیر' کا پر تپاک استقبال، قوال اور ہم نوا... خواجے دے گواہ ڈڈو!

کسی لکھاری نے صحیح لکھا ہے... چند روز میں برطانوی شہزادہ ولیم اور شہزادی کیٹ مڈلٹن آنے والے ہیں اور پھر اس جوڑے کی دید میں، ان کی مدح میں سارا میڈیا وقف ہو جائے گا اور اس 'حسین' جوڑے کے ذکر میں کشمیر بیک برنر پر چلا جائے گا اور وہاں سے کوڑادان میں۔

کشمیر کی حیثیت ہمارے خطے میں مسئلۂ القدس سے زیادہ مختلف نہیں۔ اس سے بے وفائی، باذن اللہ ان خائن باوردی و بے وردی حکمرانوں کے نامۂ عمل کے آخری اعمال میں سے ہے۔ اِس پار سے اُس پار کے دل تو پہلے ہی جڑے ہوئے ہیں عن قریب فعلاً بھی تحریکِ جہادِ برِّ صغیر کے فیضان سے اِس پار اور اُس پار کا خاتمہ ہو جائے گا۔

بارڈر اور ایل او سی کے اِس طرف کے دین و وطن فروش اور اُس طرف کے پنڈت اور برہمن... ان سب کے زنجیروں میں کسے جانے اور بیڑیوں میں ڈالے جانے کا وقت آن پہنچا ہے۔ موسیٰ کی پیدائش کے ساتھ ہی فرعون کا سانس گھٹنے لگتا ہے۔ نیستاں کو آتش فشاں نہیں، چنگاریاں کھایا کرتی ہیں!

ہند و سندھ کی حدود کا تعیّن کیجیے اور ان فرامینِ مبارک میں اپنا اور اس خطے کا مستقبل کھلی آنکھوں سے دیکھیے، ان فرامین کے محور 'مجاہدین' ہی ہوں گے جو اس خطے اور پوری دنیا کو اللہ کے اذن سے غربت، بے روز گاری، مہنگائی، بد امنی، لوٹ کھسوٹ، بے انصافی اور ظلم جیسی تاریکیوں سے پاک کر کے دنیا و آخرت کی وسعتوں میں لے جانے والے ہوں گے، ان شاء اللہ۔

رسول الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ضرور تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا، اللہ ان مجاہدین کو فتح عطا فرمائے گا، حتیٰ کہ وہ (مجاہدین) ان کے بادشاہوں (حاکموں) کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے اور اللہ ان (مجاہدین) کی مغفرت فرمادیں گے۔"[1]

اور دوسری روایت میں ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یقیناً تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا اور اللہ ان مجاہدین کو فتح دے گا حتیٰ کہ وہ سندھ کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے، اللہ ان کی مغفرت فرمادے گا۔"[2]

اللهم اجعلنا منهم، آمين يا ربّ العالمين۔

◆◆◆◆◆

[1] کتاب الفتن از نعیم بن حماد رحمۃ اللہ علیہ

[2] مسندِ اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ

اعلانات از اِدارہ

❶ ”آپ کے سوالات...“

ادارہ ’نوائے افغان جہاد‘، ’آپ کے سوالات...‘ کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین ادارہ ’نوائے افغان جہاد‘ سے سوالات پوچھ سکیں گے جن کے جوابات، ماہانہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

اپنے سوالات درجِ ذیل برقی پتے(email) پر ہمیں بھیجیے:

editor@nawaiafghan.com

◆◆◆◆◆

❷ ایک مضمون کی بابت وضاحت

چند ماہ قبل مجلّہ ’نوائے افغان جہاد‘ میں ایک مضمون، بعنوان ’دجّال کعبہ کا طواف کرتے ہوئے‘ شائع ہوا۔

اس مضمون کی بابت جماعت قاعدۃ الجہاد برِّ صغیر کی لجنۃ شرعیۃ کے فاضل مفتیانِ عظام اور علمائے کرام کا ’ادارہ نوائے افغان جہاد‘ کو پیغام موصول ہوا، جس میں کہا گیا تھا کہ ہم اس خاص موضوع کی بابت تطبیق کا وہ اسلوب (جو مضمون میں اپنایا گیا) صحیح نہیں سمجھتے اور اس انداز سے اس موضوع کو زیرِ بحث لانے کو درست نہیں سمجھتے۔

لہٰذا ’ادارہ‘ اس مضمون کی بابت معذرت کرتا ہے۔ محترم قارئین نوٹ فرمالیں۔

◆◆◆◆◆

❸ نوائے افغان جہاد کے لیے سوشل میڈیا لنکس

ٹیلی گرام چینل: bit.ly/NawaiChannel

ٹیلی گرام باٹ/bot: bit.ly/NawaiBot

ٹوئٹر: bit.ly/NawaiTwitter

◆◆◆◆◆

❹ ادارہ ’نوائے افغان جہاد‘ کی ویب سائٹ

’نوائے افغان جہاد‘ کے تمام شمارے اور ادارے سے شائع ہونے والے تمام کتابچے و کتب، ادارے کی ویب سائٹ www.nawaiafghan.com پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر نوّر اللہ مرقدہٗ

9 -وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس شخص نے فلاح پائی جس نے اسلام قبول کر لیا اور بقدرِ ضرورت رزق دیا گیا اور خدا نے اس کو اس چیز پر جو اس کو دی گئی، قناعت بخشی۔

تشریح: قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تقسیم پر راضی رہے۔ اگر قناعت نہ ہو گی تو مال کی حرص آخرت کی تیاری کے لیے اس کو فرصت نہ دے گی۔ پس اس حدیثِ پاک سے قناعت کی نعمت کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

کوزۂ چشم حریصاں پُر نہ شد
تاصدف قانع نہ شد پُر دُر نہ شد

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حریصوں کی آنکھ کا کوزہ کبھی پُر نہ ہوا اور سیپ جب تک قناعت نہیں اختیار کرتی یعنی اپنے حرص کا جب تک منہ بند نہیں کرتی اس میں موتی نہیں بنتا۔ حدیثِ مذکور میں اسلام کی نعمت کے بعد قناعت کے ذکر سے اُمت کو یہ تعلیم دی گئی کہ قناعت سے وقت فارغ ہوتا ہے جو آخرت کی تیاری میں استعمال ہو کر فلاحِ اُخروی کا سبب بنتا ہے۔

10-وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِيْ مَالِيْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَالِهٖ ثَلٰثٌ مَّااَكَلَ فَاَفْنٰى اَوْلَبِسَ فَاَبْلٰى اَوْاَعْطٰى فَاقْتَنٰى وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهٗ لِلنَّاسِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان اپنے مال کو فخر سے کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا مال، اس کے جمع شدہ مال سے صرف تین چیزیں ہیں: ایک تو جو اس نے کھالیا اور ختم کر دیا، دوسرے وہ جو اس نے پہن لیا اور پرانا کر کے پھاڑ دیا اور تیسرے وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور ذخیرۂ آخرت بنالیا۔ ان تینوں چیزوں کے علاوہ جو مال اس کا ہے وہ دوسروں کے لیے چھوڑنے والا ہے وہ اس کا نہیں ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے دنیا کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ہم جس کو اپنا مال سمجھتے ہیں وہ صرف تین چیزیں ہیں پھر دوسروں کے لیے چھوڑنے کے لیے کیوں آخرت تباہ کریں۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ اولاد کی فکر میں اپنی آخرت تباہ نہ کرے اور نہ دل کو مشوش اور فکر مند کرے، کیوں کہ اولاد اگر نیک ہے تو خدا خود ان کی مدد کرے گا اور اگر بُری ہے تو اس کی بُرائی میں اپنے کمائے ہوئے مال سے کیوں مدد کریں کہ مرنے کے بعد بھی گناہ ملے۔

11- وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلٰثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ، يَتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَيَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَا لُهٗ وَيَبْقٰى عَمَلُهٗ- مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ قبرستان تین چیزیں جاتی ہیں، اس کے اہل وعیال اور اس کا مال اور اس کے اعمال، دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں اہل وعیال اور مال اور صرف اعمال اس کے ساتھ باقی رہ جاتے ہیں۔ مال سے مراد غلام، لونڈی اور تکفین و تدفین کے لوازم ہیں۔

تشریح: صاحبِ مظاہر حق لکھتے ہیں کہ القبر صندوق العمل قبر عمل کا صندوق ہے۔

12-وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِيْ مَايُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَيَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَيْنَ السَّائِلُ وَكَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَايَاْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَايَقْتُلُ حَبَطًااَوْ يُلِمُّ اِلَّا اٰكِلَةَ الْخَضِرِ اَكَلَتْ حَتّٰى اِمْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَكَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَ بِحَقِّهٖوَضَعَهٗ فِيْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَيْرِ حَقِّهٖ كَانَ كَالَّذِيْ يَاْكُلُ وَلَايَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے مرنے کے بعد تمہارے لیے میں جن چیزوں سے ڈرتا ہوں ان میں دنیا کی تروتازگی اور زینت بھی ہے جو (فتوحات حاصل ہونے کے بعد) تمہارے سامنے آئے گی، ایک شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا: کیا بھلائی اور خیر اپنے ساتھ بُرائی اور شر کو لائے گی (یعنی مثلاً فتوحات کے سلسلے میں جو مالِ غنیمت حاصل ہو گا کیا وہ بدی کو بھی ساتھ لائے گا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) خاموش ہو گئے (اور وحی الٰہی کا انتظار کرنے لگے) یہاں تک کہ ہم نے یہ خیال قائم کر لیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، راوی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وحی نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنے چہرۂ مبارک سے پسینہ صاف کیا اور پھر فرمایا: سوال کرنے والا کہاں ہے؟ گویا آپ نے سائل کے سوال کو قابلِ تعریف سمجھا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی بُرائی کو ساتھ نہیں لاتی (اور اس کی

مثال یہ ہے کہ) بہار کا موسم جو سبزہ اُگاتا ہے (وہ بھلائی ہے اور کسی قسم کی بُرائی اس میں نہیں لیکن) وہ جانور کا پیٹ پھلا کر اس کو مار ڈالتا ہے یا ہلاک ہونے کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ (بُرائی سبزہ میں نہیں جانور کے فعل میں ہے یعنی گھاس کھانے والے جانور نے گھاس اس طرح کھائی کہ اس کا پیٹ خوب بھر گیا اور) اس کے دونوں پہلو تن گئے (یعنی اس نے سبزہ کھانے میں حد سے تجاوز کیا اور ضرورت سے زیادہ کھالیا جو بُرائی اور خرابی کا باعث ہوا) پھر وہ دھوپ میں بیٹھا (جانور کی عادت ہے کہ جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہے تو وہ دھوپ میں جا بیٹھتا ہے تا کہ دھوپ کی گرمی سے پیٹ نرم ہو جائے) پتلا گوبر کیا اور پیشاب کیا (یعنی دھوپ کی گرمی نے پیٹ کو نرم کر کے پیشاب اور پاخانہ کو خارج کر دیا)

اور پھر چراگاہ کی طرف لوٹ پڑا اور گھاس کو کھایا۔ (یہی حال انسان کا ہے۔ جب اس کو مال ملتا ہے تو وہ بے دریغ خرچ کرتا ہے اور معاصی میں مبتلا ہو جاتا ہے) اور دنیا کا یہ مال سبز اور خوشگوار، تروتازہ اور لذیذ ہے۔ جو شخص اس کو جائز طریقہ پر حاصل کرے اور جائز مصارف میں صَرف کرے تو یہ مال بہترین مددگار ہے، اور جو شخص اس کو ناجائز طریقہ پر حاصل کرے تو یہ مال اس کے حق میں اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا، اور یہ مال قیامت کے دن اس کا شاہد ہو گا (یعنی اس کے اسراف وغیرہ کی شہادت دے گا)۔

تشریح: دنیا کی دولت جب آتی ہے تو آدمی میں عیش اور آرام کی فکر اور آخرت سے غفلت شروع ہوتی ہے اور دل میں بڑائی اور جاہ پیدا ہوتی ہے۔ تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں: ایک تو وہ جو دنیا کی محبت میں آلودہ نہ ہوئے، دوسرے وہ جو آلودہ ہوئے پھر توبہ کر کے پاک وصاف ہو گئے، تیسرے وہ جو بدون توبہ ناپاک اور آلودہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا مانند سانپ کے ہے اور سانپ کو لینے سے پہلے اس کا منتر سیکھنا ضروری ہے اور منتر یہ ہے کہ علم حاصل کرے کہ کہاں سے حاصل کرنا جائز ہے اور کہاں خرچ کرنا چاہیے اور وضاحت اس کی حضرت حکیم الاُمت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمائی کہ منتر اس کا تقویٰ ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے متقی بندے کی صحبت سے۔ احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث تائید کرتی ہے اس ارشاد کی کہ لَابَاْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللہَ عَزَّ وَجَلَّ۔ ”مال داری مضر نہیں اس کو جو ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے۔“

13۔ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقْرَأُ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ قَالَ یَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَھَلْ لَّکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ

ترجمہ: حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ پڑھ رہے تھے (یعنی سورۂ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اے لوگو! تم اپنے مال کی زیادتی پر باہم فخر کرنے کے سبب آخرت کے خیال سے بے پرواہو گئے ہو یعنی مال کی زیادتی پر فخر کرنے کی وجہ سے تمہارے قلوب میں اندیشۂ آخرت باقی نہیں رہا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدم کا بیٹا میرا مال میرا مال کہتا رہتا ہے حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ آدم کے بیٹے! تیرے مال میں سے تجھ کو کچھ نہیں ملتا مگر صرف اتنا جتنا کہ تو نے کھایا اور خراب کر دیا، پہنا اور پھاڑ ڈالا، اور خیرات کر دیا اور آخرت کے لیے ذخیرہ کیا۔

تشریح: آدمی مال کے بڑھانے کی فکر میں آخرت کے اعمال سے غافل ہو جاتا ہے جس کے سبب پردیس کا امیر اور وطنِ آخرت کا قلاّش اور مفلس ہو جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا نادانی ہو سکتی ہے! حق تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔

14۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غنا (دولت مندی) اسباب وسامان کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ (حقیقی) غنا دل کی دولت مندی سے ہے (دل غنی ہونا چاہیے مال ہو یا نہ ہو)۔

تشریح: اور دل کی مال داری حاصل ہوتی ہے تعلق مع اللہ کی برکت سے۔ جب بندہ خدا کا مقرب ہو جاتا ہے تو خالقِ کائنات کے قرب کی دولت کے سامنے تمام کائنات کی شان وشوکت اسے بے قدر اور ہیچ دکھائی دیتی ہے جس طرح ستاروں کی روشنی اور ان کی کثرت ایک آفتاب عالمتاب کے سامنے کالعدم ہو جاتی ہے۔

چوں سلطانِ عزت علم بر کشد
جہاں سر بجیب عدم در کشد

ترجمہ: جب وہ سلطانِ عزت یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی جلالتِ شان کے ساتھ عارف کے قلب میں تجلیاتِ قرب عطا کرتے ہیں تو عارف کو معیتِ خاصۂ الٰہیہ کے انوار کے سامنے تمام جہاں کالعدم معلوم ہوتا ہے اور بزبانِ حال وہ کہہ اٹھتا ہے

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آئے

اگر آفتاب است یک ذرہ نیست
وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

(باقی صفحہ نمبر ۲۰ پر)

دِل کی حفاظت

کینہ، بغض، حسد، عجب اور تکبر جیسی بیماریوں کے متعلق جامع درس

شیخ احسن عزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

الحمدلله والصلٰوة والسلام علی رسول الله

قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل: ۳۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے... اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ بیشک کان اور آنکھ ،وَالْفُؤَادَ اور دل، كُلُّ أُولٰٓئِكَ یہ جتنے ہیں یہ سبھی، كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ان ساروں سے سوال کیا جائے گا۔

کان، آنکھ اور دل... اللہ تعالیٰ نے تین جوارح کا اس میں تذکرہ کیا ہے۔ کان سے ہم اچھی اور بری بات سنتے ہیں اور سن سکتے ہیں۔ آنکھوں سے اچھی اور بری چیز دیکھ سکتے ہیں اور دل میں ہم اچھے اور برے خیالات کو جگہ دے سکتے ہیں۔ جو ظاہری اعمال ہیں ان کے بارے میں تو ہر کوئی جانتا ہے، انسان کے جسم کے ہاتھ پاؤں، آنکھ کے بھی اعمال ظاہری ہیں، کان کے بھی اعمال ظاہری ہیں۔ لیکن یہاں پہ ایک اور بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی دل کے بارے میں...فُؤَادَ... دل کی بھی پوچھ ہوگی۔ کچھ اعمال ایسے ہیں جو اعمالِ قلب ہیں۔ قلب کے اعمال ہیں۔ عام طور پہ انسان کی نظر ظاہری اعمال پہ بہت زیادہ ہوتی ہے لیکن قلب کے جو اعمال ہیں اس کے اوپر نظر نہیں ہوتی۔ تو یہ جو صوفیا ہیں اور اصلاحی سلسلے ہیں یہ قلب کی اصلاح پہ بہت زور دیتے ہیں اور قلب کے اعمال کو درست کرنے کی طرف بہت توجہ دیتے ہیں۔

قلب کے اعمال کیا ہیں؟ قلب کے اچھے اور برے اعمال، مثلاً برائیوں کو اگر ہم لیں تو کسی مسلمان سے کسی بات میں حسد کرنا یہ قلب کا عمل ہے، کسی سے بغض رکھنا، نفرت کرنا یہ قلب کا عمل ہے۔ دل میں کینے کو پرورش دینا یہ قلب کے اعمال میں سے ہیں۔ سوئے ظن کرنا کسی مسلمان کے خلاف...بے جا بدگمانی کرنا یہ قلب کے اعمال میں سے ہے۔ جہاں جوارح کے اعمال برے ہیں، اسی طرح قلب کے جو برے اعمال ہے اُن کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے ظاہری اعمال کو درست کریں۔ گناہوں سے بچیں آنکھ کوئی گناہ نہ کرے، کان کوئی گناہ نہ کریں، ہاتھ کوئی گناہ نہ کریں، قدم گناہ کی طرف چل کر نہ جائیں۔ تو اس طرف تو مسلمانوں کی توجہ ہوتی ہے۔ لیکن قلب کے اعمال کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تو دل کے اوپر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے۔ دل بادشاہ ہے انسان کا۔ دل جو ہے انسان کو چلاتا ہے۔ دل جس طرف رُخ کرے، جس طرف انسان کو لے جانے کے لیے ارادہ کرلے، فیصلہ کرلے انسان اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ جہاں پہ دل کسی نیک کام کی ٹھان لے تو اس کے لیے انسان چل پڑتا ہے۔ حتیٰ کے اس نیک کام کے لیے اپنی جان بھی دے دیتا ہے۔ چونکہ اس کے دل نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ میں نے یہ نیک کام کرنا ہے چاہے اس میں میری جان چلی جائے۔ اور ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو برے کام کا ارادہ کریں دل میں اور اس کے پیچھے وہ لوگ چل پڑتے ہیں اور بعض اوقات اس کے لیے اپنی جان بھی دے دیتے ہیں۔ چاہے وہ یک لخت دے دے اپنی جان یا چاہے وہ رفتہ رفتہ اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف لے جائے۔ تو انسان کا دل جو ہے وہ طرح طرح کی وادیوں میں بھٹکتا ہے۔ طرح طرح کے خیالات اس میں آتے ہیں۔ تو بندۂ مومن کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے ظاہری اعمال کے ساتھ اپنے دل کے اعمال پر بھی نظر رکھے۔ نبی کریم ﷺ کی جو تعلیمات ہیں... آپ دیکھیے ایک چھوٹی سی حدیث ہے جس میں فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہوگا (تکبر ہوگا) وہ جنت میں نہیں جاسکے گا۔ تو ذرہ برابر کبر کتنا ہوتا ہے اور تکبر اتنی بڑی چیز ہے اتنی بری چیز ہے کہ وہ انسان کو جنت سے محروم کردیتا ہے ...اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اپنے آپ کو برتر سمجھنا۔

نبی کریم ﷺ کے پاس یعنی دیوانے، مجنون لوگ یا کمزور لوگ، لونڈیاں، غلام، کنیزیں ایسے لوگ آتے تھے اور اپنے مسائل بیان کرتے تھے اور مدد کا تقاضا فرماتے تھے اور آپ اُٹھ کے چل پڑتے تھے ان کی مدد کے لیے۔ کبھی کسی کو یہ نہیں کہا کہ تمہاری یہ حیثیت نہیں کہ میں تمارے ساتھ بات کروں یا میری وہ حیثیت نہیں کہ میں تمہاری بات کو سنوں۔ اسی طرح ایک دیوانی سی سادہ لوح عورت آئی اور اس نے کہا کہ میں نے الگ سے بات کرنی ہے، نبی ﷺ نے اُٹھ کے اس کی بات سنی اور کہا کہ جہاں تم کہو گی وہاں میں تمہاری بات سنوں گا۔ حمار کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔ گدھے کی سواری جو ہے وہ عام تھی رواج تھا اس معاشرے میں، تو کبھی تکبر نہیں فرمایا کہ گدھا جو ہے وہ اس لائق نہیں کہ میں اس پر سوار ہوں۔ نبی کریم ﷺ کی یہ شان تھی۔

حضرت عمرؓ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں بھری مجلس میں کہ میں وہ ہوں کہ بکریاں چرانے پہ جس کا باپ اسے مارا کرتا تھا۔ یعنی اپنی عاجزی کا وہ لوگ اظہار کرتے تھے کہ ہماری اوقات جو ہے وہ ایک بندے سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن کیا اس عاجزی کے اظہار کرنے کی وجہ سے کبھی کم ہوگئی تھی ان کی شان؟ کبھی کم نہیں ہوئی اور اسی عجز اور انکساری کی وجہ سے ان میں بے پناہ صبر پیدا ہوگیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ بھری مجلس میں ایک آدمی نے ان سے کہا کہ آپ حرام کی اولاد ہیں، تو امام ابو حنیفہ نے بڑے تحمل سے اس کو جواب دیا کہ نہیں میرے ماں باپ کے جو نکاح کے گواہ ہیں وہ زندہ ہیں۔ اس نے کہا اچھا مجھے بتاؤ وہ کون ہیں؟ تو امامؒ چل پڑے، وہ آدمی بھی پیچھے پیچھے چل پڑا اور وہ گر گیا۔ امام نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو

وہ مر چکا تھا۔ فرمایا اس کو میرے صبر نے مار دیا۔ تو جس بندے کے اندر انکساری ہو گی عجز ہو گا، تو اس کے اندر لا محالہ صبر اور تحمل بھی پیدا ہو گا۔

اب دنیا کے معاملات اور کاروبارِ زندگی جو ہے وہ رواں دواں رہتا ہے جب صبر ہو۔ جب صبر نکل جائے تحمل ختم ہو جائے۔ تو سارے کاموں میں رکاوٹیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ نیکی اور ہدایت پہ ہونے کے باوجود بے صبری انسان کے اعمال میں اور اس کی زندگی کے معمولات میں رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے۔

تو بات ہو رہی تھی دل کے اعمال پہ، تو دل کے اوپر ہمیشہ نظر رکھنی چاہیے کہ دل میں کسی کے لیے کینہ اور بغض تو نہیں ہے، دل میں کسی کو حقیر تو نہیں جانتا، دل میں اپنے کو عجب کا شکار تو نہیں کیا کہ میں دوسروں سے برتر ہوں اور میں جو ہوں دوسروں سے اعلیٰ ہوں اور میں جو ہوں زیادہ مقرب ہوں اللہ کا، میں زیادہ عبادت گزار ہوں اور میں نے زیادہ خدمت کی ہے... تو ہمیشہ اس چیز پر نظر رکھیں کہ اگر اللہ نے مجھے کوئی خوبی دی ہے تو وہ میرے اپنے کسب سے نہیں ہے وہ اللہ کی دَین ہے اللہ کی عنایت ہے۔

اور عنایت ابتلاء (آزمائش) ہوتی ہے۔ جو بھی نعمت ہے وہ ابتلاء ہے۔ اور نجانے جو اللہ نے مجھے نعمت دی ہے۔ جو میں نے کوشش کی ہے یا جس چیز میں مجھے اللہ تعالیٰ نے باقیوں پر مجھے فضیلت دی ہے، پتا نہیں وہ میرے لیے جنت کا ذریعہ ہے یا جہنم کا ذریعہ ہے، یہ تو نہیں معلوم۔ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے بہت حسین و جمیل بنایا ہے اور بہت طاقتور بنایا ہے، بڑا شجاع بنایا ہے۔ تو یہ ساری چیزیں اس کے لیے ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کا حسن و جمال جو ہے اس کو دنیا میں غرق کر سکتا ہے۔ اس کی شجاعت جو ہے اس کو چور ڈاکو بنا سکتی ہیں۔ اس کی اور کوئی خوبی اور کمال جو ہے وہ اس کے برے راستے کے اوپر کام آ سکتا ہے۔ اگر کوئی نعمت اللہ نے دی ہے فضیلت دی ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟ اللہ کی طرف سے ابتلاء سمجھنی چاہیے کہ یہ میرا امتحان ہے اور اس نعمت کے جواب میں، میں جو کچھ کر رہا ہوں پتا نہیں مقبول ہو گا کہ نہیں؟ تو اس سے جو ہے عجب کی اور کبر کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک آدمی نے کہیں کسی کو برائی سے روکا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کہا...... کہ یہ غلطی نہ کرو۔ تو آپ نے ان سے پوچھا۔ یہ ان کا زیرِ تربیت تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہیں امر بالمعروف کی شرائط معلوم ہیں؟ کہا نہیں۔ کہا اس کی ایک اہم شرط تو یہ ہے کہ جب تم کسی کو نیکی کا حکم دو یا کسی برائی سے روکو تو اپنے آپ کو اس سے کم تر جانو۔ اپنے کو اس سے کم تر جانو... نہ کہ یہ کہ دل میں یہ پیدا ہو گیا کہ اچھا اس میں تو یہ خرابی ہے میرے میں نہیں ہے۔ ماشاء اللہ الحمد للہ میں تو اس سے بڑا افضل ہوں۔ خرابی اس میں ہے میرے میں نہیں ہے۔ نجانے اس کی جو ایک خرابی ہے اللہ اس کو معاف کرنے والا ہو اور نجانے ہمارے اندر کتنی خرابیاں ہوں جس کے اوپر اللہ ہمیں پکڑنے والا ہو۔ تو کبھی بھی مخلوقِ خدا کو، عامتہ المسلمین کو، یا دوسرے مسلمانوں کو، دوسرے مجاہدین کو حقیر نہیں جاننا چاہیے۔ کم تر نہیں جاننا چاہیے اور اپنے دل کے اعمال کے اوپر نظر رکھنی چاہیے۔ دل جو ہے وہ چھپا ہوا ہے۔ دل کسی نے نہیں دیکھا، لیکن اس دل میں جو کچھ پرورش پا رہا ہے، یہ دل جو جو عمل کر رہا ہے، ہر لمحے دل کچھ نہ کچھ سوچتا رہتا ہے، برائی کا پکا ارادہ کرے گا... دل میں برائی کا وسوسہ آ جائے تو وہ معاف ہے۔ لیکن برائی کا پکا ارادہ جب انسان کر لے اور نیت باندھ لے دل میں تو اس کے اوپر پکڑ ہے۔ وسوسے معاف ہیں لیکن جب دل میں پکا ارادہ کریں گے تو فقہا نے لکھا ہے کہ اس کے اوپر پکڑ ہے۔

اسی طرح کسی کو حقیر جاننا، کسی کو کمتر جاننا، اپنے آپ کو افضل سمجھنا۔ نبی کریم ﷺ نے اس چیز کا راستہ ایسے بند فرمایا کہ کبھی بھی امتیاز نہیں آنے دیا۔ خود اپنے بارے میں ایک دفعہ سفر پہ جا رہے تھے تو ہر شخص نے اپنے اپنے ذمے کام لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں لکڑیاں چنوں گا اور امتیاز نہیں آنے دیا۔ کہ میری شانِ رفیع جو ہے وہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ، آپ کے ذکر کو... آپ کے چرچے کو ہم نے بلند فرمایا۔ تو یہ نبی کریم ﷺ کی شانِ رفیع جو تھی اس میں کوئی کمی تو نہیں آ گئی لکڑیاں چن لینے سے بلکہ آپ ﷺ کی عظمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ تو ہر وہ چیز جس سے دلوں میں فرق آ جائے ہر وہ چیز جس سے دلوں میں امتیاز پیدا ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کو منع فرمایا ہے اس کو ناپسند فرمایا ہے۔ جب صحابہ کرامؓ کے درمیان آتے تھے تو ادب کا تقاضا تھا اور اس بات پر صحابہ کرامؓ کے دل پھٹتے تھے کہ اب کھڑے ہو جائیں اور نبی کریم ﷺ کا کھڑے ہو کر استقبال کریں لیکن نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ اس طرح مت کرو، میرے لیے کھڑے مت ہوا کرو تو صحابہ کرام جو ہیں اپنے دلوں پر جبر کر کے بیٹھے رہتے تھے، نہیں کھڑے ہوتے تھے کہ ادب کے خلاف ہے جب منع کر دیا تو ادب کے خلاف ہو گیا۔ تو اپنے دل پر جبر کرتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ کی اطاعت فرماتے تھے اور آپ ﷺ کی خوشی کا خیال رکھتے تھے۔ اسی کا نام ادب ہوتا ہے۔ ادب کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کسی کی بلا ضرورت خدمت شروع کر دیں، جو خدمت نہیں چاہ رہا اس کی بھی آپ خدمت شروع کر دیں۔ ادب کا تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ دوسروں کو خوش رکھیں اور دوسروں کو راحت پہنچائیں۔ کبھی خدمت کرنے میں راحت ہوتی ہے اور کبھی نہ کرنے میں راحت ہوتی ہے۔ تو خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔

تو بھائی دل کے جو اعمال ہیں، عامتہ المسلمین کے بارے میں، اکثر مجاہدین کے دلوں میں یہ عجب پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم باقی مسلمانوں سے افضل ہیں اور ہم نے جہاد کیا ہے باقی لوگ جہاد نہیں کر رہے۔ تو یہ عُجب ہے، یہ بھی مستحسن (یعنی اچھا) نہیں ہے۔ یہ بھی پسندیدہ نہیں۔ کیا پتا کسی مسلمان کی دعا سے ہمارا سفر چلتا ہو ہمارے جہاد کی گاڑی چلتی ہو۔ جو گھروں کے اندر بیٹھی ہوئی عورتیں ہیں، بچیاں ہیں، مائیں ہیں، بوڑھے ہیں، پڑوسی ہیں نجانے کتنے لوگ ہیں کہ جن کی دعائیں لگتی ہیں، وہ حدیث سنی ہو گی آپ لوگوں نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے جو بیٹے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا یہ گمان تھا کہ......ان له فضل علی من دونه ......حضرت

سعدؓ کا خیال تھا کہ مجھے باقیوں پر، دوسرے اصحاب رسول ﷺ پر فضیلت حاصل ہے۔ تو جب رسول اللہ ﷺ سے انہوں نے یہ حدیث سنی کہ انما ینصر ھذہ الامۃ بضعیفھا کہ اس امت کی مدد اس کے کمزوروں کی وجہ سے کی جاتی ہیں۔ اس کے دلیروں اور شجاع لوگوں کی وجہ سے نہیں کی جاتی بضعیفھا کمزور لوگوں کی وجہ سے اس امت کی مدد کی جاتی ہے۔ ان کی دعاؤں کے نتیجے میں، ان کی نمازوں کے نتیجے میں اور ان کے اخلاص کے نتیجے میں۔ اسکے طفیل اس امت کی مدد کی جاتی ہیں۔ تو کبھی بھی کسی بھی انسان کی اپنے کارناموں پر نظر نہیں ہونی چاہیے بلکہ ہمیشہ اپنی کوتاہیوں پر نظر ہونی چاہیے۔ دوسرے مسلمانوں کی کوتاہیوں پر نظر نہیں ہونی چاہیے بلکہ دوسرے مسلمانوں کی خوبیوں کے اوپر نظر ہونی چاہیے۔ تو عجب، کبر اور دل کے جو برے اعمال ہیں، حسد ہے، کینہ ہے، بغض ہے، ان چیزوں سے اپنے آپ کو ہمیشہ پاک رکھنے کی کوشش کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہمارے اور عام مسلمانوں کے درمیان امتیاز نہ آئے۔ ہمارے اور دوسرے مجاہدین کے درمیان امتیاز نہ آئے کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہم جو ہیں اعلیٰ ہیں اور دوسرے جو ہیں وہ ادنیٰ ہیں۔ نعوذ بااللہ من ذلك۔ یا ہم جو ہیں وہ بلند مرتبہ ہیں اور دوسرے جو ہیں وہ کم مرتبہ ہیں۔ ہماری شان زیادہ ہے دوسروں کی شان کم ہے۔ کبر جو ہے... تکبر یہ انسان اپنے دل میں تو بہت بڑا بنا رہتا ہے لیکن دوسروں کے نگاہوں میں مسلمانوں کے نگاہوں میں اللہ اسے ذلیل کر دیتے ہیں اور عاجزی و انکساری ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ انسان کے درجات کو بلند کرتی ہے۔ ما تواضع احداً للہ، کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جس نے اللہ کی خاطر تواضع اختیار نہ کی ہو الا رفعه الله عزوجل مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رفعت نہ دی ہو۔ عزت و جلال تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو وہ اس بندے کو رفعت دیتا ہے بلندی دیتا ہے۔ تو بلندی اور رفعت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور یہ کس کا ثمرہ ہے؟ عاجزی و انکساری کا۔ جتنے لوگ دنیا میں، اسلام کی تاریخ میں گزرے... جنہوں نے بڑے بڑے کارنامے کیے اور بڑی بڑی جنگوں میں اسلام کی خدمات انجام دیں یہ سارے وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے آپ کو مٹایا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو دوسرے سے ہمیشہ کمزور جانا ہے جنہوں نے دوسروں کو ہمیشہ اپنے سے افضل جانا ہے۔ دوسروں کو افضل جاننا اور اپنے آپ کو ناکارہ جاننا یہ ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔

تابعین میں سے ایک تابعی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ستر سے زیادہ اصحاب سے ملا۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے منافق ہونے کا خطرہ تھا۔ اصحاب رسول ﷺ ہیں ان کے بارے میں ہے کہ اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ہیں۔ پوری گارنٹی ہے پوری ضمانت ہے کہ وہ جنتی ہے بخشے بخشائے ہیں۔ عدول ہیں سب کے سب لیکن اپنے بارے میں وہ کتنی عاجزی والے تھے، کہ ایک تابعی کہتے ہیں کہ میں ان میں سے ستر سے زیادہ سے ملا، ان میں سے ہر ایک صحابی کو اپنے اوپر نفاق کا خطرہ تھا کہ میں منافق ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابی آئے اور حضرت حذیفہ بن یمان...... حذیفہ ابن یمان کون تھے؟ صاحب اسرارِ رسول ﷺ۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو رسول اللہ ﷺ نے سارے منافقین کی فہرست بتائی ہوئی تھی کہ یہ منافقین ہیں... مدینے کے اندر فلاں فلاں منافق ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ آئے اور حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ حذیفہ! ان منافقین کی فہرست مجھے دیدو۔ آپؓ نے کہا کہ جس بات کو اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے راز میں دیا ہے میں کبھی افشا نہیں کروں گا۔ کہا اچھا میرا نام تو نہیں ہے ان میں۔ آپؓ نے کہا ہاں اتنا بتا دیتا ہوں آپ کو، کہ آپ کا نام نہیں ہے اس میں اور آج کے بعد یہ بات بھی کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ تو آپ دیکھیے کہ وہ عمر فاروقؓ کہ جس راستے سے وہ گزرتے ہیں تو شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے بارے میں ڈرتے ہیں کہ میں شاید منافق ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی نے بھی اپنے آپ کو اعلیٰ نہیں سمجھا، برتر نہیں سمجھا، انہیں بھی اپنے اوپر ہمیشہ نفاق کا خطرہ رہتا تھا۔ تو ہمارے اعمال کیا ہیں اور ہماری اوقات کیا ہے اور ہمارا انجام کیا؟ کسی کو نہیں معلوم!!

اس لیے اپنے آپ کو کم تر سمجھنا اور اپنے آپ کو حقیر سمجھنا لازمی ہے۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو حقیر ہیں، ناکارہ ہیں، ناچیز ہیں... کہتے ہیں یہ تو اس وقت پتا چلے گا کہ آپ حقیر ہیں کہ جب کوئی دوسرا آپ کو کہے کہ آپ تو حقیر ہیں۔ ایسے وقت میں تو آپ بھڑک اٹھتے ہے۔ جب آپ کو کوئی کہے کہ آپ تو ناکارہ ہیں، ناچیز ہیں، حقیر ہیں، تو آپ بھڑک اٹھتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے آپ کو ناکارہ نہیں سمجھتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ بڑی چیز ہیں۔ تو اس کا امتحان تو تبھی ہوتا ہے کہ آپ میں کتنی عاجزی ہے کہ جب دوسرا آپ کو للکارتا ہے، اور جب وہ ایسا کرتا ہے تو آپ اس سے سیخ پا ہوتے ہیں۔

اس لیے میرے بھائیو! آخرت کا سفر جو ہے بڑا مشکل ہے۔ آخرت کے سفر میں اپنے اوپر نظر رکھنا اور اپنے اعمال پہ نظر رکھنا... اور سب سے مشکل کیا ہے؟ اپنے قلب کے اوپر اپنے دل کے اوپر نظر رکھنا اور دل کے اعمال کی پرواکرنا کہ دل کے اندر تکبر پیدا نہ ہو۔ دل کے اندر سوئے ظن پیدا نہ ہو، حسد پیدا نہ ہو دوسروں سے کینہ اور بغض نہ ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو بڑے مرتبے دلاتی ہیں انسان کو۔ اگر دل صاف ہے اہلِ ایمان کے بارے میں تو نماز اور روزہ انسان کو اس درجہ پر نہیں پہنچا سکتا، جس تک آپ کے دل کے اعمال آپ کو پہنچاتے ہیں۔ ایک بندہ نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے لیکن اس کا دل بغض، کینہ، حسد اور تکبر سے بھرا ہوا ہے... یہ چیزیں اس کو کون سے رتبے دلا سکیں گی۔ ایک بندہ ہے جس کے ظاہری اعمال تھوڑے ہیں لیکن اس کا دل شیشے کی طرح صاف ہے اس میں کسی مسلمان کے لیے نفرت نہیں ہے، کسی مسلمان کے لیے حقارت کے جذبات نہیں ہیں۔ تو اس کا درجہ یقیناً اس مسلمان سے بڑا ہو گا جو بظاہر بہت آگے ہے لیکن اس کا دل غلاظت سے بھرا ہوا ہے۔ تو اللہ سے ہمیشہ یہ دعا مانگی جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتِ صدر عطا فرمائے اور دل ہمارے صاف ہو جائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

سیرتِ رسولؐ، اللہ کی حاکمیت کا پیغام ہے!

حضرت مولانا عبد الکریم قریشی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تبصرہ: مولانا مفتی ابو محمد اشتیاق اعظمی شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ مضمون صوبۂ سندھ کی معروف خانقاہی علمی و روحانی شخصیت سر بکف مجاہد و یکے از اکابر دیوبند امام العصر حضرت مولانا عبد الکریم قریشیؒ (بیر شریف والے) کے سیرت رسول ﷺ کے ایک اہم گوشے پر علمی و تحقیقی بیان پر مشتمل ہے جسے اس سے قبل 1990ء اور 1992ء اور 2002ء میں سندھی زبان سے اردو میں ترجمہ کر کے "اسلامی تہذیب" کے نام سے علمی مجلس سندھ شائع کر چکی ہے۔ اب سیرت رسول ﷺ کے اہم موضوع پر حضرت امام العصرؒ کے اس اہم بیان کو علیحدہ سے مرتب کر کے آپ قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ بُعد زمانہ کی بناء پر اب تک جو احوال و حوادث پیش آئے ان کو بھی حضرتؒ کے بیان سے منطبق کرنے کے لیے کہیں کہیں "از مرتب" کے عنوان سے اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ موجودہ حالات اور دور میں بھی راہنمائی لی جا سکے اور استفادہ کیا جا سکے۔ پس یہ بیان سیرت کے ایک ایسے گوشہ پر ہے کہ جس کو بہت کم ہی لوگوں نے کھولا ہے جسکی نشاندہی حضرتؒ نے اپنے بیان میں بھی کی ہے۔ پس ضرورت اس امر کی ہے کہ خوب توجہ کے ساتھ اور دل کے کانوں سے متوجہ ہو کر اس بیان کو پڑھا جائے اور اس باطل نظام "جمہوریت" کے خلاف قتال فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے والوں کے ہمرکاب ہوا جائے تا وقتیکہ نبی الرحمۃ ﷺ کا لایا ہوا پاکیزہ نظام اس زمین پر نافذ کر دیں اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ (مرتب: ابو محمد اشتیاق اعظمی)

یہ مضمون القاعدہ برصغیر کی لجنۂ شرعیہ کے رکن مولانا مفتی ابو محمد اشتیاق اعظمی شہید رحمہ اللہ نے مئی ۲۰۱۵ء میں اپنی شہادت سے چند ماہ پہلے ترتیب دیا تھا، اس لیے اس مضمون میں بعض واقعات کے حوالے اسی زمانے کے مطابق ہیں۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینه ونستغفره ونعوذ باالله من شرور انفسنا ومن سيأت اعمالنا من يهد ہ الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له لا شريک له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله ، اما بعد ۔ فاعوذ باالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم۔ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ صدق الله العظيم

عظیم ترین رسول ﷺ کی جامع اور مختصر سیرت

حضور انور ﷺ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ بیشک اے محمد ﷺ آپ ﷺ حسن اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں آپ ﷺ کی عادات بہترین، اخلاق اعلیٰ، عدالت مکمل، اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جہاد اور جنگیں، یہ تیرا خلق عظیم ہے ... آپ ﷺ شفیق، آپ ﷺ رحیم، آپ ﷺ مومنوں پر مہربان ہیں... آپ ﷺ کی گفتگو وحی کے مطابق ہے... اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نبی ﷺ کی تعریف کی ہے عظیم کا معنیٰ انتہائی عظمت والی چیز... ہمارے نبی ﷺ سے زیادہ بھی کوئی عزت والا، دین کے لیے مصائب برداشت کرنے والا، عظیم اخلاق و عادات والا، صبر و ہمت والا، علم اور خشیت والا، نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے تن تنہا بھی ساری دنیا کے ساتھ قتال کرنے کے لیے تیار، ان کا قربانی کیا ہوا ایک جانور ساری امت کے لیے کافی اور قیامت کے دن میرے حضور ﷺ کا ایک سجدہ ساری انسانیت کے لیے شفاعت کبریٰ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر ختم نبوت کا تاج پہنا کر اپنی آخری کتاب قرآن مجید عطا فرما کر ان کی حفاظت کا اعلان کیا اب یہ قرآن قیامت تک نبی اکرم ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے دو خاص مقاصد ہیں۔ ایک یہ کہ جس خالق نے اس موجودات کو پیدا کیا اس اللہ کی معرفت اور دوسرا اس ساری مخلوقات کے حقوق ایک دوسرے پر کیا ہیں؟ ایک عبادت اور دوسری عدالت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی اتباع میں اپنی محبت رکھی ہے۔ اب جو چاہے کہ حضور انور ﷺ کا فیض ملے تو وہ ان سے محبت اور ان کی عزت اور اطاعت کرے اور اپنی زندگی حضور انور ﷺ کی سیرت اور صورت اور اسلامی تہذیب کے مطابق بنائے۔ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بابرکت جماعت کو تو نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور کی زیارت، جسمانی صحبت اور براہِ راست خدمت کرنے کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی تھی۔ معراج کی رات حضور انور ﷺ نعلین شریفین کے ساتھ عرش عظیم پر رونق افروز ہوئے۔ وہاں پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجدنی عبدی میرے بندے کائنات تیرے قدموں میں، اتنی بڑی شان، اتنی عزت یہ مقام صرف آپکو ملا ہے۔ اس مقام پر کھڑے ہو کر میری تعریف کرو حضور ﷺ نے فرمایا: اللہم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک۔ میرے اللہ جو تعریف آپ نے اپنے لیے خود فرمائی ہے وہ میں نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ معرفت ہے بس یہی میری تعریف ہے یہ جو تعریف تم نے کی سو ہو گئی یعنی تعریف کا حق ادا ہو گیا۔ حضور انور ﷺ کی کیا تعریف کی جائے ان کا خلق عظیم خود قرآن کریم اور ہدایت کے نور سے بھرپور، سراپا ذکر ہدایت، امانت اور صداقت، آپ کی ہمت کا کمال درجہ عبادت اور خلافت اکمل، آپ امام الانبیاء خاتم النبیین اور اللہ کے حبیب ﷺ ہیں۔

امریکی انگریز وغیرہ مسلم ممالک کو امداد کیوں دیتے ہیں؟ ایک اہم تحقیق:

حضور انور ﷺ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ... تجھ سے یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ تو ان کے ملت کا تابعدار نہ بن جائے یعنی وہ تب راضی ہوں گے جب تو یہودی یا نصرانی ہو جائے اب آپ غور کریں وہ رسول اللہ ﷺ جو خلق عظیم کا مالک ہے ان سے یہودی راضی نہیں ہوتا، نصرانی راضی نہیں ہوتا جب تک رسول اللہ ﷺ ان کے تابع نہ ہو جائیں۔ تو پھر ہمارے ملک کے حکمرانوں،

افسروں سے یا تہذیب و تعلیم سے یہ انگریز اور امریکی یہودی اور نصرانی ناراض ہیں یا راضی؟ یہودی ہمارے نبی اکرم ﷺ کی مدد تو نہیں کرتے تھے، الٹا دشمنی کرتے تھے لیکن یہ ہمیں امداد دیتے ہیں، اناج بھیجتے ہیں، پیسے دیتے ہیں، اسلحہ (ہتھیار) اور دوسرا اسامان بھیجتے ہیں۔ اسکا مطلب ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں اور افسروں سے راضی ہیں اور حالانکہ وہ اپنی ملت میں لانے کے سوا قطعاًراضی نہیں ہوتے۔ معلوم ہوا کہ یہ (ہمارے حکمران) بھی یہودی اور نصرانی ہو گئے ہیں۔ کیا آپ انگریزوں کو مسلمان کہیں گے؟ کیا امریکہ مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ جبکہ یہودی یا عیسائی رسول سے تب راضی ہونگے جب رسول یہودی یا عیسائی بن جائے، مگر امریکی اور انگریز مسلمان نہیں ہیں۔ تو پھر کہا جائے گا کہ یہ ہمارے حکمران یہودی یا نصاریٰ ہو گئے ہیں۔ بس اس وقت ہمارے ملک میں عملاً حکومت یہودیوں عیسائیوں کی ہے[1]۔ (پس) قرآن کے قانون کے لیے اور اسلام کی قوت اور شوکت کے لیے ہر ایک کو پوری پوری کوشش کرنی ہے۔

قرآن کے ماننے والوں کے لیے خوشخبری اور نہ ماننے والوں کا انجام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَداً ، اللہ مالک مہربان کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اپنے لیے اولاد ٹھہرائے۔ إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَنِ عَبْداً ، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ کے پاس بندے ہو کر آئیں گے۔ لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدّاً ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو گن کر رکھا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ ایسے ہی ہیں۔ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَرْداً، ہر ایک انکے پاس قیامت کے دن اکیلا آئے گا۔ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدّاً، بیشک جو لوگ ایمان لائے اور صالح عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کے لیے دنیا میں محبت قائم کرے گا۔ اس کے علاوہ تو نفرت ہی نفرت رہے گی۔ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْماً لُّدّاً، یہ قرآن ہم نے آسان کر دیا ہے تمہاری زبان میں تاکہ آپ پرہیز گاروں اور تابعداروں کو اس قرآن کے ساتھ خوشخبری سنائیں اور سرکش قوم کو اس قرآن کے ذریعے ڈرائیں۔ ہم انہیں قرآن کے ذریعے ڈراتے ہیں مگر یہ کہتے ہیں کہ قرآن کیا کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے...

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُم مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزاً، ان سے پہلے ہم نے کئی نافرمان قوموں کو صدیوں سے تباہ کیا ہے کیا ان میں سے کوئی ایک بھی دیکھتے ہو یا ان کی بھنک بھی سنتے ہو؟ اسی طرح انہیں تباہ کر کے ملیامیٹ کر دیں گے جو قرآن کو نہ مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کے ساتھ وفاداری نصیب فرمائے، آمین۔

شرک فی الامر[2]، کے خلاف جہاد کرنا اور اللہ کی حاکمیت قائم کرنیکے لیے جدوجہد کرنا فرض ہے

عزیزو! قرآن پاک کی خدمت دو طریقوں سے ہے ایک تو ''خالقیت'' کے لحاظ سے کہ رب تعالیٰ کی وحدانیت انسانیت میں آئے اور دوسرا اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حکومت قائم ہو اور اللہ کے قرآن کا قانون نافذ ہو کیونکہ وہ خالق ہے ساری خلق کا اور مالک ہے سارے ملک کا أَلاَ لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ، خبر دار خالقیت اسی کی اور آمریت اسی کی ہے۔ ''خالقیت'' کے لحاظ سے مخلوق کو اپنے خالق اور مالک کو پہچاننا ہے کہ اللہ کے سوا دوسرے کسی کا تصرف اور دخل اس کی زندگی اور وجود میں نہیں لہٰذا محبت، اُمید، خوف، اور بھروسہ، اور عبادت ایک اللہ کے لیے ہے۔ اور آمریت کے لحاظ سے اپنے آپ کو مامور رکھنا ہے۔ رب تعالیٰ ہمارا آمر ہے اور حاکم ہے یعنی اس مخلوق پر اللہ کے سوا کسی دوسرے کی حکومت نہ چلے یہ فیصلہ بھی قرآن کا ہے۔ إِنِ الْحُكْمُ إِلاَّ لِلّهِ، اللہ کے سوا نہ تو کسی دوسرے کی حکومت ہے اور نہ ہی کسی کو حکم دینے کا حق ہے اور نہ کسی کا حکم ماننا ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہے اس کے ساتھ کوئی بھی دوسرا تخلیق میں شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی آمر ہے اس کے ساتھ کوئی بھی حکومت میں شریک نہیں۔ شریعت دونوں کی جامع ہے ''خالقیت'' کے لحاظ سے غیر اللہ سے نفع اور نقصان نہ سمجھا جائے اور نہ ہی غیر اللہ کے سامنے سر جھکایا جائے گا اور ''آمریت'' میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ خدا کی مخلوق پر دوسرے کسی کی بھی حکومت نہ چلے ایک اللہ کی حکومت چلے جیسا ''خالقیت'' میں شرک حرام ہے۔ اس سے بھی زیادہ برا شرک ''آمریت'' کا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو گا، تنگ دست ہو گا یا کسی دوسری مصیبت میں مبتلا ہو گا اور صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے غیر اللہ کے آگے سر جھکائے گا پھر جیسا اس کا مذہب ہو گا اس لحاظ سے کوئی سورج کے آگے جھکے گا، کوئی چاند کے آگے، کوئی بت، حجر، شجر اور قبر کے آگے جھکے گا، یہ ہے تخلیق میں شرک، یعنی شرک

---

[1] واضح ہو کہ یہ 1990ء کا زمانہ ہے جبکہ اب تو صورتحال اس وقت سے کہیں زیادہ بدتر ہو چکی ہے امریکہ کے سیاہ فام پاکستانی غلاموں نے صرف مالی امداد لینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس غلام سیکولر فوج نے اپنے بحر و بر امریکہ کے حوالے کر دیے اور امریکہ اور مغرب کی خوشنودی کی خاطر لال مسجد میں نفاذ شریعت کے مطالبے کے ''جرم'' میں معصوم بچیوں کو سفاکیت کا نشانہ بنایا۔ یاد رہے کہ یہ جرم تنہا پرویز مشرف اور چند سیاہ کردار سیاستدانوں کا نہیں تھا بلکہ اس جرم میں وہ پوری بدکردار غلام آرمی ملوث تھی جو آج بھی اس ملعون کی پشت پر کھڑی ہے اور جس نے چند ڈالروں کے عوض قوم کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی سمیت سینکڑوں عرب و عجم کی عفت مآب خواتین کو چند ڈالروں کے عوض امریکہ کے ہاتھوں فروخت کر کے دختر فروشی کی شرمناک مثال قائم کی۔ سیاہ کردار فوج نے مغرب اور امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بن کر قبائل کے مسلمانوں کو وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا اور فرنگی آئین و دستور سے بغاوت کے جرم اور صرف قرآن کو دستور ماننے کی پاداش میں ہزاروں مسلمان نوجوانوں، بزرگوں کو لاپتہ کر کے شہید کر دیا، یہ تو اس ناپاک فوج اور اس کے پالتو سیکولر سیاستدانوں کے سیاہ کردار کی محض ایک جھلک ہے اگر ان غلامانِ فرنگ کے کرتوتوں کا احاطہ کیا جائے تو اوراق کم پڑ جائیں پس سلام ہو فراست و بصیرت کے حامل علمائے کرام پر کہ ادنیٰ ترین جرم کے مرتکب پر حکم شرع جاری کرنے میں کوئی مداہنت نہیں دکھائی اور آنے والی نسلوں کے لیے نشان راہ چھوڑ گئے کہ غلامی کی آخری حد کو پہنچنے والے خائنینِ امت پر حکم شرع جاری کرنے میں انکی پیروی کے دعویدار کسی قسم کی نرمی یا مداہنت سے کام مت لیں، از مرتب۔

[2] قانون سازی کا اختیار اللہ کے علاوہ کسی شخص یا پارلیمنٹ کو دینا، از مرتب۔

فی الخلق لیکن یہ ذاتی مفاد کا شرک ہے۔ جب انسان کو صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور اپنے مقاصد میں حریص ہوتا ہے تو توکل کے درجات سے دور رہ جاتا ہے پھر وہ غیر کے آگے جھک جاتا ہے۔ حالانکہ اسے وہاں جھکنا نہ چاہیے تھا۔ البتہ ایسا مشرک اپنے شرک کو اپنی ذات کے اندر محدود رکھتا ہے لیکن آمریت والے شرک یعنی شرک فی الامر میں وقت کا حاکم اللہ تعالیٰ کے قانون کو چھوڑ کر خود ساختہ قانون ملک میں چلاتا ہے حالانکہ خدا کی خلق، خدا کا ملک اور پھر قانون چلے غیر کا !اتنی بڑی انحرافی کرکے یہ حاکم کروڑہا انسانوں کو شرک میں مبتلا کرتا ہے اس لیے "آمریت" والا شرک زیادہ برا ہے "خالقیت" والے شرک سے لیکن اس میں قباحت نظر نہیں آتی [1]۔ اور جس گناہ کی قباحت نظر نہ آئے وہ زیادہ برا ہوتا ہے اس گناہ سے جس کی قباحت نظر آئے کیونکہ قباحت نظر نہ آنے کی وجہ سے لوگ اس سے بچنے کی کوشش نہ کریں گے اس لیے بھی شرک فی الامر زیادہ برا ہے شرک فی الخلق سے۔

شرک فی الامر[2] کی زیادہ وضاحت علمائے متقدمین نے کیوں نہ کی؟

"خالقیت" والے شرک کو ختم کرنے کی خدمت ہمارے بہت سے سلف صالحین اور علماء کرام نے آج تک کی ہے اور الحمدللہ کر رہے ہیں اور جہاں تک آمریت والے شرک کا تعلق ہے تو اس کے لیے علمائے متقدمین کو فکر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی تھی اس لیے کہ پہلی حکومتیں بنیادی طور پر اسلامی تھیں سب سے پہلے اسلامی حکومت "جزیرۃ العرب" میں خود حضور ﷺ نے قائم فرمائی اور اس کو نبوت کا فریضہ قرار دیا۔ اور بعد میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اسلامی نظام جاری رکھا۔ خود ہمارے اس برصغیر ہندوپاک میں تقریباً آٹھ سو برس مسلمانوں کی حکومت رہی ہے ان کے قوانین بھی بنیادی طور پر اسلامی تھے البتہ اکبر بادشاہ نے اپنے زمانے میں غیر اسلامی نظام رائج کرنے کی کوشش کی لیکن بعد میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جہاد کیا۔ اللہ رب العزت نے مدد فرمائی اور اکبر ناکام ہوا اور اسلامی نظام بحال ہوا۔

بہر حال پہلے مفسرین کرامؒ اسلامی حکومتوں کے دور میں گزرے ہیں اس لیے انہوں نے اس قسم کا شرک (شرک فی الامر) محسوس نہیں کیا کہ اللہ کی حکومت میں کوئی شریک کرتا ہو یا اللہ کے قانون کے سوا کسی غیر کا قانون چلاتا ہو[3] مسلم ممالک میں اکثر حکومتیں اسلامی تھیں باقی غیر اللہ کی طرف ذاتی طور پر جھکنا، ان سے حاجتیں طلب کرنا، نفع یا نقصان کی امید رکھنا یعنی "خالقیت" والا شرک رہ گیا اس لیے سارے علمائے متقدمین کی تفسیروں میں اس شرک کی تفصیل کثرت سے آئی ہے۔

> یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ "عدالت" اور "انصاف" کسے کہا جاتا ہے؟ "عدالت" یہ نہیں ہے کہ (کسی بھی) قانون کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو۔ بلکہ عدالت یہ ہے کہ "صحیح قانون" کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو اور "صحیح قانون" فقط "قرآن کا قانون" ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون کو چھوڑ کر دوسرے کسی بھی قانون کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو گا تو یہ ظلم ہے عدالت نہیں ہے!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ علمائے متاخرین میں سے ہیں جنہوں نے مغل بادشاہوں کا زوال دیکھا اور مغل اسلامی حکومت کی تباہی محسوس کی۔ جو مغل بادشاہ اسی شرک فی الامر میں گرفتار ہوئے تھے، حضرت شاہ صاحبؒ غالباً پہلے مفسر ہیں جنہوں نے اپنی کتابوں میں اسی شرک فی الامر کا تفصیلی بیان لکھا ہے جو پہلے مفسرین نے نہ لکھا تھا۔ یہ مغل بادشاہ زوال پذیر تب ہوئے تھے جب یہ شرک یعنی غیر اللہ کا قانون ان کے ملک میں رائج ہونے لگا اور جب انہوں نے اللہ کی حکومت میں خود ساختہ قانون بنائے تو انکی حکومت زوال پذیر ہوئی، بعد میں انگریزوں کی حکومت آئی اور انہوں نے بھی اپنے قوانین مسلط کیے ان کے بعد پھر انکی اولاد نے بھی ہم پر غیر اسلامی حکومت جاری رکھی[4] غیر اللہ کی حکومت قبول کرنا بھی ایسا ہی شرک ہے جیسا، بت، پتھر، اور قبر کے آگے سجدہ کرنا لیکن اس کی قباحت نظر نہیں آتی۔ وہ حاکم بڑا مشرک کہلائے گا جس نے سارے ملک کے اخلاق، عادات اور فصل خصومات (مقدمات کے فیصلے کرنے) کو غیر کے قانون میں لپیٹ کر قوم کو قبول کرائے اور اس کو مشرک بنایا اس لیے ایسا حاکم بتوں کے

---

[1] جیسا کہ دجالی میڈیا اور اس کے ہمنوا تواتر کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات انڈیلنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پارلیمنٹ قانون ساز ادارہ ہے اور پارلیمنٹ میں بیٹھے لوگوں کو قانون سازی کا اختیار ہے۔ حالانکہ جس طرح عبادت اللہ کے علاوہ کسی کی شرک ہے اسی طرح قانون سازی کا اختیار غیر اللہ کے لیے ماننا اس سے بڑا شرک ہے کیونکہ مسلمان کے لیے تو اللہ کی کتاب کی شکل میں قانون موجود ہے پھر قانون کے بنانے کا کیا معنیٰ؟ جہاں تک فرمانِ خدا اور رسول کی تشریح و تعبیر کا معاملہ ہے تو وہ بھی آج سے صدیوں قبل فقہاء و مجتہدین کر چکے ہیں۔ اب تو مسئلہ صرف اس پاکیزہ قانون کے نفاذ کا ہے جس میں اولین رکاوٹ شریعت کے مقابل (اہلِ مغرب و) یہود کے تشکیل کردہ نظام بد "جمہوریت" کے یہ محافظ ہیں، جنہوں نے شریعت کے لیے اٹھنے والی ہر صدا کو دبانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ آخر کوئی تو وجہ ہے کہ یہ لادین فوج ہر چیز پر سمجھوتہ کر لیتی ہے مگر شریعت کے لیے اٹھنے والی ہر صدا کو دبانے کے لیے آتش و آہن کا بے دریغ استعمال کرتی ہے کیونکہ یہ نظام ان کو ان کے آقاؤں نے تفویض کیا ہے اور اسی نظام کے شیلٹر (shelter) میں انکی عیاشی کو دوام وبقا ہے، از مرتب۔

[2] قانون سازی کا اختیار غیر اللہ کو دینا، از مرتب۔

[3] یہ تو اس کافرانہ نظام جمہوریت کا کرشمہ ہے کہ مسلم اکثریتی علاقوں میں غیروں کے قوانین نافذ ہیں اور اس نظام کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے بیخ وبن سے اکھیڑنے کے بجائے اس بت زر نگار کو مشرف بااسلام کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، فیا اسفیٰ، از مرتب۔

[4] اور بد قسمتی سے اب تک سفید فام انگریزوں کے کالے غلام اپنے آقاؤں کی جانب سے عطا کردہ نظام جمہوریت کا تحفظ جی جان سے کر رہے ہیں اور اسی نظام بد کے تحفظ کے لیے اسلام کے پاکیزہ نظام کے غلبہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ابنائے اسلام سے بر سر پیکار ہیں اور اپنے نجس خون سے اپنی وردیاں رنگوا رہے ہیں، قاتلهم الله، از مرتب۔

پجاریوں سے بھی بدتر مشرک ہے۔ اس وقت ہم خود تقریباً سارا عالم اسلام اس شرک میں مبتلا ہے[1] اور پھر اس شرک فی الامر کی معلومات اور ایسے مشرک کی پہچان ہماری بہت سی قوموں کو ابھی تک نہیں ہوئی[2]۔ لہٰذا غیروں کے قوانین سے بچانا فرض ہے۔

عدالت اور انصاف کا حقیقی مفہوم

یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ "عدالت" اور "انصاف" کسے کہا جاتا ہے؟ "عدالت" یہ نہیں ہے کہ (کسی بھی) قانون کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو۔ بلکہ عدالت یہ ہے کہ "صحیح قانون" کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو اور "صحیح قانون" فقط "قرآن کا قانون" ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے قانون کو چھوڑ کر دوسرے کسی بھی قانون کے مطابق فیصلہ یا معاملہ ہو گا تو یہ ظلم ہے عدالت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ، جو اللہ نے نازل کیا ہے اسکے مطابق جو حکم نہ کریں گے وہ ہی ظالم ہیں۔ قرآن فرماتا ہے أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ، خبردار اللہ کی خالقیت اور اللہ کی آمریت ہے۔ نہ خالقیت میں اللہ کا کوئی شریک ہے اور نہ آمریت میں اس کا کوئی شریک ہے، مخلوق بھی خدا کی، تو حکم بھی خدا کا۔ لیکن اس وقت مخلوق کو صرف شرک فی الخلق سے روکا جاتا ہے یعنی بت کو سجدہ نہ کرو، قبر کو بوسہ نہ دو، اور اسکی مٹی اٹھا کر اپنے جسم پر نہ ملو۔ یہ... روکنا بہت ضروری ہے اور ایسے شرک سے پرہیز لازم ہے۔ لیکن شرک فی الامر کے خلاف جہاد کرنا اور حکمرانوں کے کالے قوانین کو ٹھکرانا، جو زیادہ ضروری ہے اس بات کی طرف دنیا کی توجہ نہیں ہے۔ افضل الجہاد کلمة حق عند سلطان جائر، یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے، اس وقت ہماری حکومت اسلامی نہیں، ہمارے حکمرانوں کا اُٹھنا، بیٹھنا، بولنا، چالنا، طور وطریق، فیصلے اور معاملے اکثر کافروں کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ہیں[3]۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ، اور جو اللہ نے نازل کیا ہے اسکے مطابق جو حکم نہ کریں گے وہی کافر ہیں۔ اس لیے ان سے عدالت مانگنا یا انکے فیصلے قبول کرنا بالکل غلط ہے۔ طاغوت سے فیصلے کرانے کی قرآن نے سخت ممانعت کی ہے[4] اور ایسے حاکموں سے راضی ہو کر رہنا شرک فی الامر میں داخل ہے[5]، اس لیے کہ الرضا بالشرک، شرک! الرضا بالکفر، کفر![6]۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں قسم کے شرک (شرک فی الخلق اور شرک فی الامر) سے بچائے آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پاک کے ساتھ وفاداری نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ اللھم صل علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم!

---

[1] بحیثیت نظام کفر کے تسلط کے، از مرتب۔

[2] اور اس سے بڑھ کر بدقسمتی یہ ہے کہ بعض لادین عناصر اس کھلے کفریہ نظام کو جو سرتاپا اسلام کے مقابل یہود نے کھڑا کیا ہے، اسلامی دکھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور قوم کو ابھی تک مغربی اور مشرقی جمہوریت کے فرق کا جھانسہ دینے میں لگے ہیں۔ جبکہ عملاً مشرقی اور مغربی جمہوریت کے مابین کوئی فرق نہیں مغربی جمہوریت میں بھی قانون ساز انسان اور قانون خود ساختہ ہے جبکہ مشرق میں بھی قانون ساز عوامی نمائندے اور قانون خود ساختہ ہے جبکہ اس کے بالمقابل نظام شرع وہ ہے جو خدا نے آسمان سے اتارا۔ قرآن مقدس کی شکل میں اور اس کی تعبیر وتشریح محدثین، مفسرین وفقہاء رحمہم اللہ کر چکے ہیں، از مرتب۔

[3] اور جن چند ایک قوانین کو "اسلامی" کہا جاتا ہے انہیں بھی روبہ عمل لانے سے بچانے کے لیے دستور وآئین میں کیا کیا جتن کیے گئے ہیں اس کا عملی مظاہرہ دیکھنا ہو تو کوئی اس پر عملدرآمد کا مطالبہ کر کے تو دکھائے اسکا وہی حشر ہو گا جو حشر اس طاغوتی عدالت نے "حسبہ بل" اور سود کے خلاف پیش کی گئی عرضی کا کیا اور پارلیمنٹ نے "شریعت بل" کا کیا۔ پس مکمل کفریہ نظام میں چند "اسلامی قوانین" کا لالی پاپ، یہ اسلام پسندوں کو بہلا وا دینے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں۔ اگر ان چند "اسلامی قوانین" سے کوئی دستور "اسلامی" بنتا تو اس سے زیادہ قوانین بھارت اور بعض مغربی ممالک میں بھی موجود ہیں۔ جبکہ اسلامی دستور تو وہ ہوتا ہے جس میں اسلام کے علاوہ کسی جاہلی دستور کی آمیزش نہ ہو جس میں معیشت سے لے کر معاشرت اور نظام جزاء وسزا سے لیکر نظامِ عدل تک صرف اور صرف اسلام (قرآن) سے راہنمائی لی گئی ہو جبکہ موجودہ جاہلی نظام میں راہنمائی قرآن کے بجائے چند مخبوط الحواس دماغوں سے لی گئی ہے پس؛ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک، از مرتب۔

[4] طاغوت ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی پرستش کروانے پر راضی ہو اور جیسا کہ اوپر حضرتؒ نے فرمایا کہ پرستش کا معنیٰ صرف عبادت نہیں ہے بلکہ کسی اور کے قانون کو ماننا بھی پرستش کے مفہوم میں داخل ہے۔ پس کرسیٔ انصاف پر براجمان وہ جج جو قرآن کے قانون کو چھوڑ کر قانون انگریز کے مطابق یا "عوامی نمائندوں" کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلہ کرے یہ طاغوت ہے، از مرتب۔

[5] اس لیے اس نظام بد اور اس کے محافظوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا اُمت پر واجب ہے جیسا کہ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں؛ اگر بادشاہ پر العیاذ باللہ کفر طاری ہو جائے اور وہ شریعت کو بدل دے (جس طرح ان نا ہنجاروں نے شریعت کے پاکیزہ نظام کو جمہوریت کے بدبو دار نظام سے بدل دیا) تو وہ بادشاہ حق امارت کھو دیتا ہے اور اسکی اطاعت ساقط ہو جاتی ہے اور مسلمانوں پر ایسے حاکم کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا جہاد کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اسے معزول کر دیں اور شریعت کو قائم کرنے والے امام عادل کا تقرر کریں؛ پس یہاں تو مسئلہ صرف بادشاہ کا نہیں بلکہ بادشاہ کی پشت پر موجود اس سیاہ تاریخ رکھنے والی فوج کا بھی ہے جو اسلام کے اور اسلامی نظام کے مقابل کھڑی ہوئی جس نے اس غلیظ نظام کے تحفظ کا عزم مصمم کیا ہوا ہے جو مسلم اُمہ کی تمام تر تباہی اور فکری الحاد کا ذمہ دار ہے جس نے اُمت کو کافران اصلی کی غلامی میں دے دیا پس واجب ہے ہم پر کہ ہم اپنے حق گو اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس باطل نظام اور اسکے اعوان وانصار کے خلاف جہاد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں، از مرتب۔

[6] شرک اور کفر پر رضامندی بھی شرک اور کفر ہے، از مرتب۔

مجاہد کازادِ راہ

شیخ عبد اللہ عزّام شہید رحمۃ اللہ علیہ

دو افراد کے درمیان محبت اُس وقت تک قائم ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ ایک دوسرے کی کم از کم ان ضروریات خمسہ کا لحاظ نہ کریں جن کی حفاظت کے لیے دینِ مبین نازل ہوا ہے، یعنی دین، عزت، جان، عقل اور مال۔ آپ اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان تعلق برقرار رکھنا چاہتے ہیں تو آپ اس کو فائدہ نہ پہنچا سکیں تو کم از کم اُسے نقصان بھی نہ پہنچائیں، اُسے اپنی شرارتوں سے گزند نہ پہنچائیں۔ آپ نے اُس کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ یا اُس کے رتبے کی توہین کی یا اُس کا مال کھایا یا اُس کا خون بہایا تو اُس کا دل آپ کی طرف کیوں کر مائل ہو گا، یا ہو سکے گا۔

تعلق کی کم سے کم بنیاد یہ ہے کہ آپ ان پانچ چیزوں (ضروریات خمسہ) کی حفاظت کی ضمانت دیں اور اُن کی حرمت کو نہ چھیڑیں۔

اسلامی معاشرے کو انہدام سے بچانے کے لیے یہی اصلی قاعدہ ہے اور ہر مسلم گھرانے کی بقا کا یہی ایک طریقہ ہے۔ اسی طریقے پر عمل کر کے اسلامی تحریکیں، اسلامی معاشرے اور پوری اُمتِ مسلمہ زندہ رہ سکتی ہے۔

آخر مذاق کیوں اڑایا جائے؟

مذاق اڑا کر چھوٹے کبھی بڑے نہیں بن سکتے۔

یہ مذاق اُڑانے کی عادت اصل میں غرور کی علامت ہے اور دوسروں پر متکبرانہ نظر ڈالنے کا نتیجہ ہے۔ یہ اس چیز کا نتیجہ ہے کہ آپ لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اُن کے عیوب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چھوٹے اور حقیر لوگ کبھی بادشاہوں کا مذاق نہیں اڑاتے بلکہ یہ عادتِ کریہہ ہمیشہ بڑوں سے چھوٹوں کی طرف سفر کرتی ہے۔

آپ کون ہیں؟

کیا آپ عام لوگوں سے اتنے بلند ہو گئے ہیں کہ اُن کا مذاق اڑانے لگیں اور اپنے جاہ و منصب، مال اور مرتبے پر غرور کر سکیں۔

یہ سب کچھ آپ کو کہاں سے حاصل ہوا۔

جس نے یہ سب کچھ آپ کو دیا، کیا وہ آپ سے یہ سب کچھ سلب نہیں کر سکتا۔

کیا آپ کو علم نہیں کہ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔

وہ کبھی کبھی پیمانوں کو اُتھل پتھل کر دیتا ہے۔

وہ کچھ لوگوں کو اٹھاتا اور کچھ دوسرے لوگوں کو لا بٹھاتا ہے۔

کیا آپ کو علم نہیں کہ آپ خواہ بادشاہِ وقت ہی کیوں نہ ہوں، یہ عمل کر کے اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

”اللہ اپنی نافرمانی کرنے والے ہر شخص کو ذلیل کر کے دم لیتا ہے۔ “

...وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۝ (سورۃ الحج:۱۸)

” جس کو اللہ ذلیل کر دے اُسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، بیشک اللہ جیسا چاہتا ہے، کرتا ہے۔“

آپ کس کے اوپر اپنی بڑائی جتا رہے ہیں؟

اس مسکین اور ضعیف کے اوپر!

کیا آپ کو علم نہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

رب اشعث اغبر ذی طمرین لا یوبہ لہ لو اقسم علی اللہ لا یرہ۔

”شاید درماندہ اور بکھرے بالوں والا وہ شخص... جس کی کوئی حمایت نہیں کرتا (اللہ کے نزدیک اتنا محبوب ہو کہ) وہ اگر قسم کھالے تو اللہ اُس کی قسم ضرور پوری کرے۔ “

ایسے لوگوں میں سے ایک حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ تھے۔ جب بھی معرکے کی آگ بھڑکتی، میدان سرخ ہو جاتا اور مسلمانوں پر دائرہ تنگ ہونے لگتا، صحابہؓ حضرت براء کے پاس دوڑتے آتے اور کہتے۔ براءؓ تم ہو وہ شخص جس کے بارے رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث فرمائی تھی۔ خدا سے دُعا کرو!

آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے اور انگلی سے اشارہ کر کے کہتے کہ اِن شاء اللہ ہمارے دشمن ضرور شکست کھائیں گے... اے اللہ! میں آپ کی قسم کھاتا ہوں کہ ہمیں اُن پر فتح عطا فرمائیں اور... ابھی اُن کے ہاتھ زمین کی طرف واپس بھی نہ لوٹے ہوتے کہ دشمن پسپا ہونا شروع ہو جاتے۔

یہ وہ لوگ ہیں جو فتنوں کے دروازوں کو بند رکھتے اور طوفانوں کو در آنے سے روکتے ہیں۔ یہ لوگ معاشروں کو تباہی، خدائی زلزلوں اور عذابِ ربانی سے بچاتے ہیں۔

خیر الناس الا خفیاء الاتقیاء الابریا الذین اذا غابوا یفتقدوا واذا حضروا لم یعرفوا اولئک مصابیح الھدی تنجلی عنھم کل فتنۃ عماء مظلمہ۔

”بہترین لوگ وہ ہیں جو گمنام ہیں، نیک اطوار ہیں، معصوم ہیں، اگر وہ گم ہو جائیں تو کوئی اُن کی تلاش میں نہیں دوڑتا۔ اگر وہ آموجود ہوں تو کوئی اُن کی موجودگی کا نوٹس نہیں لیتا۔ یہ ہدایت کے چراغ ہیں جن سے ٹکرا کر اندھے اندھیاروں کا ہر فتنہ دم توڑ دیتا ہے۔ “

اب آپ خود اندازہ لگائیے کہ اللہ کے میزان میں آپ کا وزن کیا ہے؟ کیا آپ کو بخاری کی یہ حدیث سننے کا موقع نہیں ملا کہ ایک روز ایک شخص نبی ﷺ کے سامنے سے گزرا۔ آپ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے کہا:

ماذاتقول فی ھذا؟ مشھد الصحابی:ھذاحری بہ ان خطب ان ینکح وان شفع ان شفع، فسکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم مررجل فقال صلی اللہ علیہ وسلم: مارایک فی ھذا؟ قال:حری بہ ان خطب الا ینکح وان شفع الا یشفع وان قال الا یسمع لہ، فقال صلی اللہ علیہ وسلم:ھذا خیر من ملء الارض من ذاک۔

”ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ صحابی رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ یہ صاحب (حیثیت والا ہے) اگر پیغام بھیجیں تو اُن سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ سفارش کریں تو ان کی سفارش سنی جاسکتی ہے۔

پھر ایک اور شخص قریب سے گزرا۔ آپ نے پھر پوچھا: ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کہا، یہ اگر کہیں پیغام دے تو کوئی اسے بیٹی نہ دے گا۔ کسی کی سفارش کردے تو کوئی اس کی سفارش پر کان نہ دھرے گا۔ اگر کوئی بات کہنا چاہے تو کوئی اس کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو گا۔ فرمایا: یہ شخص (یعنی دنیاوی لحاظ سے کم حیثیت والا) اس دوسرے شخص سے ہزار گنا بہتر ہے۔“

یہ دونوں حضرات صحابی تھے تو پھر یہ ہزار گنا بہتر والی بات کیا ہوئی۔ دونوں کا اسلام ظاہراً ایک سا تھا، دونوں مسلمان تھے، کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنی ہی جیسی چیز سے ہزار گنا بہتر ہو۔ ہاں مگر انسان ایک ایسی چیز ہے کہ

کتنے لوگ ہزار برابر کتنے لاکھوں جیسے
کتنے گنتی میں نہ آئیں اور آئیں تو کیسے؟

کبھی کوئی گھوڑا ہزار گھوڑوں سے بہتر نہیں ہوا، نہ کبھی کوئی اونٹ ہزار اونٹوں سے بہتر ہوا ہے۔ نہ کوئی گدھا ہزار گدھوں سے بہتر ہو سکتا ہے لیکن انسان کبھی کبھی اپنے ہی جیسے انسانوں سے ہزاروں لاکھوں گنا بہتر ہوتا ہے۔

پھر برادر من!
یہ غرور اور تکبر کیسا؟
یہ تندخوئی کیوں؟

کیا آپ کو علم نہیں کہ غرور ایسا گناہ ہے جس کے بارے میں خدشہ ہے کہ شاید معاف نہ کیا جائے۔

کیا آپ کو علم نہیں کہ ابلیس نے غرور کیا تھا اس لیے اللہ نے اسے معاف نہیں کیا۔

جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ایک خواہش کی پیروی کرتے ہوئے نافرمانی کر بیٹھے تھے اُن کو معاف کر دیا گیا۔

تو حضرات! غرور سے بچیے۔

لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من کبر۔

”جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی تکبر ہو گا جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔“

آپ دوسروں پر اپنی بڑائی کیوں جتانا چاہتے ہیں؟ آپ دوسروں کے عیب کیوں نکالتے ہیں؟ آپ اپنی طرف نہیں دیکھتے؟ دوسروں کے عیب گننے سے پہلے اپنے عیب گنیے۔ دوسروں کے نقائص ڈھونڈنے سے پہلے اپنے نقائص پر نظر ڈالیے۔

اذا شئت ان تحیا سلیما من الاذی
وحضک موفور وعرضک صین
لسانک لا تذکر بہ عورۃ امری
فکلک عورات و للناس السن
وعینک ان ابدت الیک معایبا
یوما فقل یا عین للناس اعین
فصاحب بمعروف و سامح من اعتدی
وفاروق ولکن بالتی ھی احسن

اگر عزت سے جینا چاہتے ہو
اذیت سے جو بچنا چاہتے ہو
تمہارے مال پر نہ آنچ آئے
حفاظت سے جو حصہ چاہتے ہو
(تو) زباں سے عیب جوئی چھوڑ دینا
وگرنہ یہ بہت رسوا کرے گی
زمانے بھر کے منہ میں ہیں زبانیں
تمہارے عیب دنیا وا کرے گی
یہی آنکھوں کو بھی بتلانا اے دوست
زمانے بھر کے چہرے پر ہیں آنکھیں
اگر تم خیریت چاہو تو اُن سے
یہی کہنا کہیں بالکل نہ جھانکیں

کیا آپ کو علم نہیں کہ جہنم متکبرین کے لیے مخصوص ہے؟ اور جنت مستضعفین، کمزوروں اور ضعیفوں کے لیے؟ صحیح بخاری میں ہے کہ ”جنت اور دوزخ میں بحث چھڑ گئی۔ دوزخ نے کہا: میں متکبروں اور جباروں کے لیے بنائی گئی ہوں۔ جنت نے کہا: تو مجھے کیوں بیچارے اور مسکین لوگوں کے لیے بنایا گیا۔ آخر میرے اندر یہی درماندہ لوگ کیوں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میری رحمت ہو، میں تمہارے ذریعے جس پر چاہوں گا، رحمت کروں گا اور جہنم

سے کہا: تم میرا عذاب ہو۔ میں جس کو عذاب دینا چاہوں گا تمہارے ذریعے دوں گا اور دونوں جگہیں بھری ہوئی ہوں گی......"

یہ ہے مطلب اس آیت کا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کا ٹھٹھہ نہ کرے، مذاق نہ اڑائے، شاید یہ دوسرا شخص اس سے بہتر ہو۔

دوسرا اُصول: لمز سے اقرار

فرمایا: ولا تلمزوا انفسکم۔ "یہ لمز کیا ہے، یہ ہمز ہے۔" یہ دونوں چیزیں اللہ ربّ العالمین کو اس قدر ناگوار ہیں کہ اُس نے اپنی کتاب میں بے شمار جگہوں پر اس کی ممانعت فرمائی ہے "لمز" کا مطلب ہے، زبان سے کسی کی عیب جوئی کرنا اور "ہمز" یعنی ہاتھ کے اشارے سے کسی کی تحقیر کرنا یا چہرے کے تاثرات سے مثلاً نقل اتار کر کسی کا مذاق اڑانا یا کسی کی غیبت کرنا۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں یہی فرق اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ لمز کسی کے سامنے اُس کا مذاق اڑانے کو کہتے ہیں اور ہمز کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی بُرائی کرنے کو۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تلمزوا انفسکم "...ایک دوسرے کا مذاق (اشاروں وغیرہ سے) نہ اڑاؤ۔"

اور دوسری جگہ فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ○ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ○ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ○ (سورۃ القلم: ۱۰-۱۳)

"ہر قسموں پہ قسمیں کھانے والے ذلیل شخص کی پیروی نہ کرو، جو پیٹھ پیچھے اور سامنے لوگوں کی برائیاں کرتا پھرتا ہے اور یہاں کی چغلی وہاں اور وہاں کی چغلی یہاں لگاتا پھرتا ہے۔ جو بھلائی کے کاموں میں رکاوٹ بنا ہوا ہے (یعنی ولید بن مغیرہ المخزومی) جو زیادتی کرنے والا اور گناہ گار ہے جو سخت قسم کا جھگڑالو بھی ہے اور ایک ایسی قوم میں سے ہونے کا دعویدار بھی جس سے اصل میں اس کا کوئی تعلق نہیں۔"

آہ!...لا تلمزوا انفسکم... کیا خوبصورت عبارت ہے۔ یہ خدائی عبارت ہے کوئی انسان ایسا جملہ نہیں گھڑ سکتا کیونکہ جب کوئی شخص مثلاً آپ اپنے کسی بھائی کے ساتھ لمز کرتے ہیں یا اُس کی عیب جوئی کرتے ہیں تو یہ اصل میں آپ کا اپنا عیب ہے کیونکہ مومن تو مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہوتا ہے۔

مثل المومنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد باسھر والحمی۔

"مومنین کی آپس میں محبت، تعلق اور صلہ رحمی کی مثال تو ایسے ہے جیسے کوئی جسم ہو کہ اگر اس کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف پہنچے تو سارا جسم رات بھر بے چین اور بخار میں تپتا رہتا ہے۔"

اُمت مسلمہ ایک جسد کی مانند ہے وہ ہمیشہ پوری کی پوری مشغول ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایک اُس کی آنکھ ہے تو دوسرا اُس کا کان، تیسرا اُس کا دل، چوتھا اُس کا ہاتھ، پانچواں اُس کا پاؤں۔ اُس کا کوئی ایک جز و یا کوئی ایک عضو بھی کم ہو جائے تو اُمت مسلمہ اُس کے فائدے سے محروم ہو جاتی ہے اور اُسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ چنانچہ جب آپ اپنے کسی بھائی کے ساتھ لمز کرتے ہیں تو اصل میں آپ اپنے ہی جسم کو داغ دار کر رہے ہوتے ہیں۔

چھوٹی عقلوں والے لوگ اسلام کو صرف اپنے محدود معاشرے کے تناظر میں ہی دیکھتے ہیں۔ وہ اُسے اپنے چھوٹے سے گروہ سے باہر دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اُن کی سمجھ میں اسلام کا آفاقی تصور آ ہی نہیں سکتا۔ خدا کی قسم! یہ بڑی بات ہے، اس میں اسلام کے لیے اور خود انسان کے لیے بڑا ضرر ہے۔ جو انسان یہ سمجھے کہ اُس کے پاؤں کی انگلی اُس کے ہاتھ کی انگلی سے دور ہے، وہ ظاہر ہے خسارے میں ہے۔ آپ اور آپ کا گروپ یا آپ اور آپ کی تنظیم یا آپ کی جماعت آخر اسلام اور مسلمانوں ہی کی تو نمائندگی کر رہی ہے ناں! یہ مسلمانوں کی کس چیز کی نمائندگی کر رہی ہے؟ یہ چیونٹیوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کی نمائندگی کر رہی ہے؟ اگر آپ کے ہاتھ میں ایک تیز دھار چاقو یا ایک دو دھاری تلوار ہو اور آپ اس سے خود اپنے پاؤں کی انگلی کاٹ ڈالیں اس خیال سے کہ پاؤں کی انگلی بہت دور ہے۔ اس کے کٹنے سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہو گا تو ظاہر ہے یہ بات کسی طور قرین عقل نہیں ہو سکتی۔ اس سے آپ کو تکلیف بھی ہو گی اور ایک جزو...ایک عضو کا نقصان بھی اٹھانا پڑے گا۔ آپ خود اپنا جسم تباہ کر لیں گے۔ خود اپنا ایک جوڑ ضائع کر بیٹھیں گے۔ یہ ذرا سا جزو جو آپ کو گرمی اور سردی اور مصیبت اور آرام میں مختلف فائدے پہنچاتا ہے، آپ کے حالات خواہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں، آپ اس سے استغناء نہیں برت سکتے۔ آپ پاؤں کی انگلی کاٹ کر دیکھیے۔ جراثیم اور مختلف قسم کے درد اس جگہ سے آپ کے جسم میں داخل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اب آپ کو اندازہ ہو گا کہ یہ کتنا مضبوط مورچہ تھا اور اس نے آپ کے جسم کو کتنی بلاؤں سے بچا رکھا تھا۔ اب جراثیم آپ کے خون میں داخل ہوں گے اور اس میں شامل ہو کر آپ کے پورے جسم میں پھیل کر چپکے چپکے اسے چاٹنا شروع کر دیں گے اور آہستہ آہستہ اُن کو مفلوج کر کے ایک روز بالکل تباہ کر دیں گے۔

مسلمان اور اُمت مسلمہ اصل میں ایک ہی عمارت ہے، یہ ایک ہی جسم ہے۔ پھر آپ اپنی آنکھ سے کسی کا مذاق کیسے اڑا سکتے ہیں اور کسی پر حقارت کی نظر کیوں کر ڈال سکتے ہیں اور لوگوں کو اپنے سے کمتر کیوں کر سمجھ سکتے ہیں۔

کیا ابھی بھی آپ اپنی زبان کو چغل خوری، عیب جوئی، ہمز اور لمز وغیرہ کے لیے آزاد چھوڑے رکھیں گے؟

میرے مسکین بھائی!

اس طرح آپ اپنا ہی عضو کاٹیں گے اور اپنے ہی معدے کا آپریشن کرنا شروع کر دیں گے۔

اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی سخت غصہ ور طبیعت کے آدمی کے ہاتھ میں کہیں سے ایک چھری آگئی ہو اور اسے انتہائی شدید قسم کا غصہ چڑھا ہوا ہے اور وہ غیض وغضب کے عالم میں یہ چھرا خود اپنے ہی پیٹ میں گھونپ لے اور اس سے اپنی ہی آنتیں کریدنے لگے اور غصے میں آکر اور بھی زور زور سے اپنی ہی آنتیں چاک کرنے لگے تاکہ اُس کا غصہ ٹھنڈا ہو سکے۔

اب کیا ہو گا؟

مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ○ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يُرِيدُ○(سورۃ الحج:۱۶،۱۵)

"جو شخص یہ سمجھتا تھا کہ اللہ دنیا اور آخرت میں اس (پیغمبر) کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے، پھر دیکھے کہ کیا اس کی یہ تدبیر اس کی جھنجلاہٹ دور کر سکتی ہے؟ اور ہم نے اس (قرآن) کو کھلی کھلی نشانیوں کی صورت میں اسی طرح اتارا ہے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔"

مسند احمد میں ہے کہ

لا توذوا عباد الله ولا تعيروهم ولا تطلبوا عوراتهم فان من طلب عورة اخيه المسلم طلب الله عورته حتى يفضحه في جوف بيته۔

"اللہ کے بندوں کو اذیت نہ پہنچاؤ۔ اُن میں عیب نہ نکالو! اُن کے رازوں کے پیچھے نہ پڑو! جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے اسرار کی جستجو کرے گا، اللہ اُس کے رازوں کو کھول دے گا۔ یہاں تک کہ اُسے اپنے گھر میں بھی چین نہ آئے گا۔"

مسلمانوں کے رازوں کی جستجو کرنے کے تین بڑے ظاہری نتائج سامنے آتے ہیں۔

پہلا نتیجہ :

یہ نفاق کی علامت ہے۔

"اے زبانوں سے ایمان لانے والے لوگو! جن کے دلوں کو ابھی ایمان چھو کر بھی نہیں گزرا مسلمانوں کو تکلیف نہ دو اور اُن کے رازوں کے پیچھے نہ پڑو!"

لوگوں کو طعنے دینا اصل میں ایمان کے بجائے خود نفاق کی علامت ہے۔

فرمایا :

ليس المومن بالطعان ولا باللعان ولا بالبذی ولا بالفاحش ولا بالمتفحش۔

"طعنے دینے والا، لعنتیں کرنے والا، گندی، فحش گوئی کرنے والا، اور فحاشی پھیلانے والا کسی طرح مومن نہیں ہو سکتے۔"

جب یہود آپ کے پاس آئے تو آپ کو سلام کرنے کے بجائے السام علیکم یا ابا القاسم کہہ کر اندر آئے اس جملے کا مطلب تھا۔ ابو قاسم خدا کرے تمہیں موت آلے۔ اعوذ باللہ من الشیطان! کیسی زہریلی بددُعا تھی اور کیسے زبان کے ذرا سے کٹاؤ سے رسول اللہ ﷺ کی طرف پھسلا دی گئی تھی۔ پوچھو تو ہزار بہانے کہ آپ کو غلط سمجھ میں آیا یا یہ کہ بہت زیادہ ہوا تو جناب! غلطی سے زبان پھسل گئی۔ اب اس کا کیا علاج؟

عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شرارت بھرا جملہ سنا تو تڑپ کر بول اُٹھیں :

"موت تم پر !

تباہی اور افسوس تم پر !

لعنت تم پر "!

آپ نے فرمایا: عائشہ !

فرمایا: "اللہ آپ پر درود بھیجے یا رسول اللہ "!

فرمایا: "اللہ بُری بات کرنا اور اس طرح بُری بات کا مقابلہ کرنا ناپسند کرتا ہے۔

تم نے سنا! تم نے کیا کہا۔

تم نے اُن کو کہا تم پر یہ اور یہ اور یہ ہو !

انہوں نے تمہارے لیے موت مانگی تھی۔ تم اُن کو زیادہ سے زیادہ تم کو بھی (موت آئے) کہہ دیتیں۔"

(یہ سارا قصہ جامع الصغیر ا الصحیح میں بخاری کے حوالے سے منقول ہے، دیکھیے ص ۱۸۷۷)

آپ نے دیکھا نبی کریم ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ذرا سی زیادتی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور آپ کو گوارا نہیں کہ وہ اپنے پاک منہ سے بُرائی کا ایک لفظ بھی نکالیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جملے پر گرفت فرمائی اور فرمایا کہ اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔

پھر عیب کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ واقعی آپ کے بھائی میں موجود ہو۔ یعنی جسے آپ اُس کے سامنے جتانے کی جرأت کر سکیں۔ یا یہ کہ وہ اس میں موجود ہی نہ ہو۔ اگر یہ عیب اُس میں موجود ہی نہیں ہے تو آپ کی تباہی ہے اور آپ کا خانہ خراب ہے۔

سنیے! رسول اللہ ﷺ نے (طبرانی سے روایت کردہ حدیث میں) کیا فرمایا؟

فرمایا :

من ذكر امرءً بشئ ليس فيه لعيبه به حبسه الله في نار جهنم حتى ياتي بنفاذ ما قال فيه۔

"جس شخص نے کسی شخص کے بارے میں کوئی ایسا تبصرہ کیا جس سے اُس کی شخصیت کی عیب جوئی مقصود ہوئی حالانکہ وہ عیب اُس میں موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کے ان جملوں کو جہنم کی آگ میں روک رکھے گا تاکہ وہ ایک روز آئے اور آکر ان کو ثابت کرے۔"

جو عیب اس میں رہا ہی نہیں ہو گا وہ اُسے کیسے ثابت کرے گا۔ اسی لیے کہتے ہیں... خبر دار... اپنی زبان سے خبر دار !

احذر لسانک أيها الانسان

لا يلدغنك إنه ثعبان

كم فی المقابر من قتيل لسانه

قد كان هاب لقاء ه اشجعان

دیکھنا! اس زبان سے بچنا

کام ہے اس کا آپ کو ڈسنا!

موذی یہ ناگ نہ کہیں ڈس لے

دوست اِس کو ذہن میں تو کَس لے

یہ زبان ہے جس کا زخم تلوار کے زخم سے گہرا ہوتا ہے کیونکہ تلوار کا زخم تو محض جسم پر لگتا ہے اور دوا اور علاج کرنے سے ٹھیک ہو جاتا ہے جبکہ زبان کا زخم رُوح پر لگتا ہے اور دلوں کو توڑتا ہوا گزرتا ہے اور دل اگر ایک دفعہ ٹوٹ جائے تو پھر اُس کا جوڑنا دنیا کا مشکل ترین کام ہے۔

سنیے! بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ بخاری کی حدیث سنیے !

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے :

ان الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله عزوجل مايظن ان تبلغ ما بلغت يكتب الله عزوجل له بها رضوانه الى يوم القيامة، وان الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله عزوجل ما يظن ان تبلغ ما بلغت يكتب الله عزوجل بها عليه سخطه الى يوم القيامة۔

”ایک شخص کوئی جملہ اللہ کی مرضی سے بولتا ہے (یعنی کوئی ایسا جملہ جس سے اللہ خوش ہوتا ہو) تو وہ اندازہ بھی نہیں کر سکتا کہ یہ جملہ بڑھ بڑھ کر اللہ کی میزان میں کتنا بڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جملے کے بارے میں اپنی خوشی قیامت تک کے لیے لکھ دیتا ہے اور جو شخص اللہ کو ناراض کرنے والا کلمہ بولتا ہے تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ بڑھ بڑھ کر اُس کا عذاب کتنا زیادہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لیے اس جملے پر اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ “

کوئی شخص چائے پیتے پیتے ایسے ہی بے پرواہی سے محض اپنے دوستوں کو ہنسانے کے لیے اور اپنا فارغ وقت گزارنے کے لیے یا اپنی محفل کو زعفران زار کرنے کے لیے کوئی جملہ فضاء میں اچھال دیتا ہے اور بے خبری میں اپنے کسی مسلمان بھائی کے بارے میں کوئی ہمز کا نشتر، کوئی لمز کا تیر چلا دیتا ہے۔ کوئی ایسا جملہ جس سے کسی مسلمان کی تضحیک ہو رہی ہو، اللہ تعالیٰ ان الفاظ پر ناراضگی کی مہر لگا کر انہیں قیامت تک کے لیے ایسے ہی بڑھتے رہنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

علقمہ کہتے ہیں :

”بلال بن الحارث کی حدیث نے مجھے کتنی باتیں کرنے سے روک دیا۔ “

بخاری کی روایت کردہ اس حدیث میں جسے امام احمد نے نقل کیا، کوئی شک و شبہ نہیں یہ بالکل صحیح حدیث ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

بقیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دنیا کی حقیقت

ترجمہ: اگر آفتاب روشن ہے تو اس کے سامنے ایک ذرّہ روشن بے قدر ہے اور اگر ہفت دریا موجود ہے تو اس کے سامنے ایک قطرہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اور بندہ خدا کا مقرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اتباع سنتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اختیار کرتا ہے اور یہ توفیق عادتاً اہل اللہ اور مشائخ و مقبولانِ بارگاہِ حق کی صحبتِ طویلہ کے فیضان سے نصیب ہوا کرتی ہے

ان سے ملنے کی ہے یہی اک راہ

ملنے والوں سے راہ پیدا کر

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اکبرؔ

صاحب مظاہرِ حق نے لکھا ہے کہ جو شخص قانع اور راضی ہے بقدرِ ضرورت پر وہ غنی ہے اس سے جو حریص ہے اور زیادہ طلبی کے لیے بے سکوں ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ”تونگری بدِل است نہ بمال“ اور ”بزرگی بعقل است نہ بہ سال“ ترجمہ: تونگری دل سے ہے یعنی دل عالی ہمت اور عالی حوصلہ ہو تو وہ غنی ہے نہ کہ مال سے کوئی غنی ہوتا ہے اور بزرگی عقل سے ہوتی ہے نہ عمر کی زیادتی سے۔ اور بعضوں نے کہا کہ کمالاتِ علمیہ و عملیہ سے نفس انسان کا غنی ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اور صلحا کا ترکہ علم ہے اور فرعون، قارون، ہامان اور فجار کا ورثہ مال ہے۔

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا

لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْاَعْدَاءِ مَالٗ

فَاِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ

وَاِنَّ الْعِلْمَ يَبْقٰى لَايَزَالٗ

ترجمہ: ہم حق تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہم کو علمِ دین عطا ہوا اور دشمنوں کو مال، پس تحقیق کہ مال عن قریب فنا ہونے والا ہے اور علمِ دین کی دولت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث...علمائے کرام!

کوئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھائے؟!

فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

بسمِ اللہِ والحمدُ للہِ والصلاۃُ والسلامُ علی رسولِ اللہِ وآلِہ وصحبِہ ومن والاہ

دنیا بھر میں بسنے والے میرے مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں چاہتا ہوں کہ اپنی آج کی یہ گفتگو اُن علمائے کرام کے نام مختص کر دوں جو عالمین بالعلم یعنی علم پر عمل کرنے والے ہیں اور جو رسول اللہ ﷺ کے وارثین ہیں، مدعا میرا انہیں اُس بھاری مسئولیت کی تذکیر ہے جو ان کے کندھوں پر آن پڑی ہے۔

ہیثمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ "سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مرتدین اور مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کے لیے پکارا تو اس ندا پر لبیک کہنے والوں میں ثابت بن قیس رضی اللہ بھی تھے، جب جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں کو پے در پے تین مرتبہ ہزیمت کا سامنا ہوا تو حضراتِ ثابت اور سالم رضی اللہ عنہما (دونوں حافظِ قرآن تھے) نے کہا "رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تو ہم اس طرح نہیں لڑتے تھے!" اور اپنے لیے زمین میں گڑھا کھودا، اس میں اتر گئے اور لڑتے گئے یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے"۔

حاکم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ "جنگِ یمامہ کے دن حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں مسلمانوں کا جھنڈا تھا۔ جب مسلمان کمزور پڑ گئے اور بنو حنیفہ غالب ہونے لگے تو زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم مرد، مرد نہیں ہوں گے!" پھر اونچی آواز میں پکارنے لگے کہ "اے اللہ! میرے جو ساتھی فرار ہوئے، اس کی میں معذرت کرتا ہوں اور جو مسیلمہ اور محکم بن طفیل کرتے ہیں، اس سے برأت کرتا ہوں"، پھر جھنڈے کو مضبوطی سے پکڑ کر دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑے، اپنی تلوار سے ان پر وار کرتے آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور جھنڈا ہاتھ سے گر گیا۔ یہ علم حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھالیا۔

ساتھیوں نے انھیں دیکھا تو کہا: "سالم! ہمیں ڈر ہے کہ یہ جھنڈا تم پکڑ نہیں سکو گے؟" حضرت سالم نے فرمایا: "اگر اس جھنڈے کا حق میں نے ادا نہیں کیا تو مجھ سے برا حامل قرآن کوئی نہیں ہو گا"۔

اے علمائے کرام! یہ عظیم علم، یہ نبوی جھنڈا ایک نسل سے دوسری نسل منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ ہمارے دور تک پہنچ گیا۔ عصر حاضر میں اسے اٹھانے والوں میں سے ایک مجاہد عالم دین اور وقت کے عظیم امام عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ بھی تھے۔ یہ عالم باعمل امام مجاہدین کی صفیں تیار کرتے، خود معرکوں میں شریک ہوتے اور امت مسلمہ کو مستقل یہ یاد دہانی کراتے تھے کہ جہاد فی سبیل اللہ اُس وقت سے ہم پر فرض عین ہو چکا ہے جب اندلس، بخارا اور سمرقند کا سقوط ہوا۔ آپ رحمہ اللہ واضح کرتے تھے کہ فرضِ عین جہاد کا تارک چاہے زاہد، عبادت گزار یا طالب علم اور عالم ہی کیوں نہ ہو، وہ شریعت کی رو سے فاسق ہے۔

آپ رحمہ اللہ امریکہ کے خلاف جہاد و قتال کی تحریض دیتے تھے اور اُن لوگوں کے طرز عمل پر آپ رحمہ اللہ حیران ہوتے تھے جو روس کے خلاف تو جہاد کے داعی تھے مگر امریکہ کے خلاف جہاد سے منع کرتے تھے، آپؒ زور دیتے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف کفار کی مدد کرنا کفر ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والا ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو مجاہدین طواغیتِ عرب کے خلاف لڑتے تھے، آپ رحمہ اللہ ان کی خوب تعریف بھی کرتے تھے۔ آپ تاکید کرتے تھے کہ فتح و نصرت کا راستہ کابل سے بیت المقدس تک پھیلا ہوا ہے، اور یہ راستہ بس دعوت و جہاد ہے، دعوت و جہاد سے ہٹ کر کسی بھی اور طرح کی کوشش، رُو بہ منزل سفر نہیں بلکہ بے کار اور عبث حرکت ہے۔ اسی طرح آپؒ مسلمانوں کو ابھارتے تھے کہ کبھی اپنے آپ کو طاغوتی ایجنسیوں کے حوالے نہ کریں بلکہ اگر وہ انہیں پکڑنا چاہیں تو انہیں بھرپور مزاحمت کرنی چاہیے۔ آپ رحمہ اللہ اس پر بھی مستقل زور دیتے تھے کہ مسلمانوں کی تمام تر سرزمینیں، سب ایک ملک کی مانند ہیں اور ان سب کو آزاد کرانا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس مقصد سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے، چاہے پوری دنیا بھی آپ کے خلاف لڑنے کھڑی ہو جائے۔

اس عظیم جھنڈے کو اٹھانے والوں میں سے علماء و مجاہدین کے استاد اور صبر و ثبات کے عظیم پیکر شیخ عمر عبد الرحمان رحمہ اللہ بھی تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے کمرۂ عدالت میں کھڑے ہو کر جج کو مخاطب کیا "اے قاضی! بس حجت قائم ہو گئی، حق واضح ہو گیا اور ہر صاحب بصارت کو صبح پر نور نظر آنے لگی ہے۔ پس تم پر اب فرض ہے کہ تم اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ دو اور اللہ کے احکامات کی تطبیق کرو۔ لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو جان لو کہ تم کافر، ظالم اور فاسق ہو!"

پھر آپ رحمہ اللہ نے ججوں کو مخاطب کیا اور فرمایا "ہم جیل یا پھانسی سے نہیں ڈرتے ہیں، کوئی تعذیب اور تشدد بھی ہمیں خوف زدہ نہیں کرے گا۔ ہم اس سب کے مقابل وہ کچھ کہیں گے جو نو مسلم جادوگروں نے فرعون کے سامنے کہا تھا (یعنی) "جو حق ہمیں مل گیا اب اس پر تمہیں کبھی ہم ترجیح نہیں دیں گے، اس ذات کی قسم جس نے ہمیں پیدا کیا ہے (ہم کبھی اس دین کو نہیں چھوڑیں گے) پس کرو جو تم کرنا چاہتے ہو، تم صرف ہماری اس دنیاوی زندگی پر اختیار رکھتے ہو (مرنے کے بعد تمہارا ہمارے اوپر کوئی اختیار نہیں!)"۔

اسی طرح آپ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا "اے قاضی! یاد رکھو! یوم حساب میں تم نے پیش ہونا ہے، تم اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے ہو! اس ایک ایک جرم کا تمہیں حساب دینا ہو گا، غصے کا بدلہ غصہ اور لاٹھی کا بدلہ لاٹھی، یاد رکھو! اللہ تمہاری تاک میں ہے!"۔ آپ رحمہ اللہ ہی نے

مسلمانوں کو امریکہ کے خلاف جہاد کی دعوت و تحریض بھی دی اور انہیں اس سے امتِ مظلومہ کا انتقام لینے پر ابھارا۔

یہ جھنڈا امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد، مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبد الرشید غازی، ان کے والد مولانا عبد اللہ غازی، مولوی جلال الدین حقانی، شیخ عبد اللہ الرشود، شیخ فارس زھرانی[1]، شیخ ابراہیم الربیش، شیخ حارث النظاری، شیخ ابو الحسن البلیدی، شیخ (عیسیٰ) مرجان سالم، شیخ حسن حرسی اور شیخ محمد ذوالیدین رحمہم اللہ جیسے مجاہد علماء نے بھی اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا۔

اے علمائے کرام! یہ وہ جھنڈا ہے جو آج آپ تک پہنچا ہے! پس اس کو تھام لیجیے، اسے اٹھایئے اور اپنے آپ کو ان بہترین پیش رووں کے بہترین پیروکار ثابت کیجیے۔

اے رسول اللہ ﷺ کے وارثین! آج اس امت کو دشمن کے مقابل صف اول میں تمہاری ضرورت ہے۔ آج امت کو اُن ابطال کی ضرورت ہے جو اس کی قیادت کریں، نہ کہ اُن کی ضرورت ہے جو اسے بٹھائیں۔ اس امت کو آج ان علمائے کرام کی ضرورت ہے جو اس کو عزم و حوصلہ دیں، نہ کہ ان کی جو اس کے عزم و حوصلہ کو پست کریں۔ اس امت کو ان علمائے کرام کی آج ضرورت ہے جو اس کے سامنے عصر حاضر کے اس صلیبی حملے کی اصل صورت، تباہی اور گمراہی واضح کریں، اسے اُن کی ضرورت نہیں جو اس کے سامنے اس فتنہ کی ذلت و پستی کو مزین کریں اور کفر و ایمان کے بیچ فرق کو مٹا دیں۔ یہ امت محتاج ہے ان علماء کی جو اس سے اُس اسلامی مملکت کی صفات بیان کریں جو توحیدِ الٰہی، اللہ کی حاکمیت اور جہاد فی سبیل اللہ پر کھڑی ہو اور جو امت مسلمہ کی عزت و قوت کا سبب ہو، اسے اُن افراد کی ضرورت نہیں جو لادینیت، عصبیت اور وطنیت پر قائم اُن ریاستوں کو اس کے سامنے خوبصورت دکھائیں جو ہمیں ٹکڑوں میں بانٹنے اور شکست و ہزیمت سے دوچار کرنے کا سبب ہیں۔ اس امت کو اُن علمائے کرام کی ضرورت ہے جو اس کے سامنے صلیبیوں کا دفاع کرنے والے ان کے آلۂ کاروں کی حقیقت کا پردہ چاک کر دیں، نہ کہ یہ اُن افراد کی محتاج ہے جو اِن خائنین کے لیے ٹیلی وژن تک پر روزانہ زنا کے ارتکاب کو جائز قرار دیں[2]۔ اسے تو آج بس ان علمائے کرام کی ضرورت ہے جو جزیرۂ عرب، مصر، پاکستان، عراق، شام اور افغانستان میں قید علمائے کرام کی نصرت و مدد کریں۔

اے وارثینِ رسول ﷺ! اِن افراد کی اصلیت مسلمانوں کو بتائیں جو اُس حاکم تک کی بھی اطاعت کا فتویٰ دیتے ہیں جو ٹیلی ویژن پر روزانہ زنا کرتا ہو۔ یہ افراد ایسے وقت میں یہ فتاویٰ دیتے ہیں جب بہترین علماء روزانہ کی بنیاد پر جیلوں میں ڈالے جا رہے ہیں۔ ان افراد کا یہ بدصورت چہرہ لوگوں کو دکھائیں کہ یہ اپنے دین کو خسیس دنیا کی خاطر بیچ چکے ہیں۔ اے وارثینِ رسول ﷺ! سیدنا سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر قدم رکھیے کہ جب آپ نے فرمایا ''مجھ سے برا حامل قرآن نہیں ہوگا اگر اس جھنڈے کا حق میں نے ادا نہیں کیا''۔

وآخرُ دعوانا أن الحمدُ للهِ ربِ العالمين، وصلى اللهُ على سيدِنا محمدٍ وآلِه وصحبِه وسلم۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

★★★★★

مہاجر خواتین اور بچوں کی پاکستانی غدار فوج کے ہاتھوں گرفتاری کی بابت بیان

مرکزی قیادت۔ جماعت قاعدۃ الجہاد

جماعت قاعدۃ الجہاد اعلان کرتی ہے پاکستان کے غدار حکام نے امریکی خفیہ اداروں کے حکم پر تقریباً ایک سال قبل درجِ ذیل افراد کو پاکستان میں گرفتار کیا:

1. شیخ قاری سفیان المغربی شہید رحمہ اللہ کی بیوہ، محترمہ ہاجر نزیہ نصحی راشد صاحبہ اور ان کے بچے۔ جبکہ وہ چار سال قبل وزیرستان پر پاکستانی فوج کے حملے کے بعد وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوئی تھیں۔
2. شیخ ابو عبیدہ المقدسی شہید رحمہ اللہ کی بیوہ، محترمہ ایمان نزیہ نصحی راشد صاحبہ اور ان کے بچے۔ جبکہ وہ چار سال قبل وزیرستان پر پاکستانی فوج کے حملے کے بعد وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوئی تھیں۔
3. امیر جماعت قاعدۃ الجہاد، فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کی اہلیہ محترمہ سیدہ محمد احمد حلاوہ اور ان کے بیٹے۔ جبکہ وہ چار سال قبل وزیرستان پر پاکستانی فوج کے حملے کے بعد وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان منتقل ہوئی تھیں۔

پاکستان کی امریکی غلام اور مسلمانوں کی غدار فوج کے ساتھ ہر قسم کے مذاکرات اور تمام ثالثی کی کوششیں ناکام ہو چکی ہیں اور اس فوج نے اب تک ان کمزور اور لاچار خواتین (اور ان کے بچوں) کو اپنے امریکی آقاؤں کے حکم پر قید کر رکھا ہے۔

ہم اللہ کی مدد و نصرت سے یہ واضح کرتے ہیں کہ اس جرم کے سراسر ذمہ دار... پاکستان کی حکومت، پاکستان کی غدار فوج اور ان کے امریکی آقا ہیں (جو جلد یا بدیر اسکی قیمت چکائیں گے)۔

...وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ○ (سورۃ الشعراء: ۲۲۷)

''اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ وہ کس انجام کی طرف پلٹ رہے ہیں۔''

و آخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین، و صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ وسلم۔

---

[1] فارس زھرانی شہید عالم دین تھے۔ آپ گیارہ ستمبر کے مبارک معرکے کے انیس ابطال میں سے ایک تھے۔

[2] ایک سعودی مفتی نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھ کر یہ فتوی دیا کہ اگر ولی عہد روزانہ ٹیلی ویژن پر آ کر زنا کرے تب بھی لوگوں کو اس کے خلاف اعلانیہ بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کی محبت دلوں میں بٹھانی چاہیے۔

اسلامی نظام کے قیام کی طرف ہر صورت میں پیش قدمی ہو!

الحاج ملا عبد الغنی برادر حفظہ اللہ

قطر میں امریکی مذاکراتی ٹیم اور امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم کے مابین سترہ روز پر مشتمل پانچویں نشست کے بعد امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ نصرہ اللہ کے نائب برائے امورہائے سیاسی الحاج ملا عبد الغنی برادر کے ساتھ الامارہ سٹوڈیو کی گفتگو کا اردو ترجمہ

الامارہ: محترم ملا برادر اخوند صاحب! سترہ روز سے قطر کے مرکز دوحہ میں مخالفین کے ساتھ مذاکرات جاری تھے اور مارچ کی بارہ تاریخ کو اختتام کو پہنچے، اس حوالے سے آپ ہمیں کیا بتانا چاہیں گے؟

ملا برادر اخوند: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمداللہ و کفیٰ والصلاۃ والسلام علی رسولہ المجتبیٰ و بعد

مذاکرات اچھے رہے، بہت حد تک پیش رفت ہوئی، اُمید کی جاتی ہے کہ آگے اور پیش رفت کے لیے بھی راستہ ہموار ہو گا اور اللہ تعالیٰ افغانستان میں اسلامی نظام کو قائم کریں گے، ہمارے ساتھی بھی الحمدللہ اسی موقف پہ ڈٹے ہوئے ہیں، جو ہمارے دلوں اور ذہن میں تھا، اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ کے لیے بھی یہی توفیق و طاقت دیں کہ ہر دشمن کے ساتھ ایک ایسے طرزِ عمل سے بات کی جائے جس میں اپنے موقف، اصول اور اپنے قانون کو مضبوطی کے ساتھ تھاما جائے اور اسلامی نظام کے قیام کی طرف ہر صورت میں پیش قدمی ہو۔

الامارہ: آپ ان مذکرات سے کتنے پُر اُمید ہے؟

ملا برادر اخوند: ان شاءاللہ امیدیں تو بہت ہیں...کیونکہ اس بار ایسی باتیں ہوئیں، جس کے ذریعے آنے والی بات چیت کے لیے راستہ ہموار ہوا ہے۔ ہمیں امید یہی ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ ہو، (مکمل) حکومت ہمارے ہاتھ میں آئے، غیر ملکی قوتیں نکل جائیں اور ہمارے ہم وطن لوگ بھائیوں کی مانند زندگی گزاریں۔

الامارہ: محترم ملا برادر اخوند! ابھی امارت ایک اچھے نتائج حاصل ہونے والے مرحلے میں ہے، آپ افغانستان کے ان لوگوں کے نام کیا پیغام دیں گے جو امارت سے باہر ہیں؟

ملا برادر اخوند: میرا پیغام یہی ہے کہ اگر اچھے معاملات ہمارے ساتھ رکھیں اور دوبارہ ہمارے ساتھ غداری اور دشمنی نہ کریں، تو ہم ان کو ایسی نظر سے دیکھیں گے جیسے اپنے بھائیوں کو دیکھا جاتا ہے اگر یہ بھی ہمیں اپنے بھائی سمجھیں۔ میں پر اُمید ہوں ان شاءاللہ ساری مشکلات حل ہو جائیں گی۔ میری سب ہم وطن لوگوں سے یہی گزارش ہے کہ مطمئن رہیے اور ہمارے بارے میں کوئی اندیشہ نہ رکھیں۔ ان شاءاللہ امارت اسلامیہ کے مسئولین سب کے ساتھ اچھا سلوک رکھیں گے۔ افغانستان ہمارا اور آپ کا اسلامی ملک ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے ملک میں سب مل کر بیٹھ جائیں، ایک دوسرے کے لیے احترام والا جذبہ رکھیں اور ایک دوسرے پر شفقت کریں۔

الامارہ: محترم حاجی ملا صاحب! آپ کو اپنی نئی منتخب شدہ مذاکراتی ٹیم پر کس حد تک اعتماد ہے؟

ملا برادر اخوند: سب سے پہلے امیر المؤمنین اخندزادہ صاحب سے بہت خوش ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس ٹیم کے انتخاب میں میری اور رہبری شوریٰ کی اچھی رہنمائی کی ہے۔ الحمدللہ ٹیم کے سارے افراد تجربہ کر علماء اور استعداد والے لوگ ہیں۔ ہر ایک میدان میں اُن کو آزمایا گیا ہے۔ ہم، ہمارے امیر المؤمنین اور ہماری قوم اس ٹیم پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اور شاید اللہ جل جلالہ ان کے توسط سے حل کا ایک ایسا راستہ نکال دیں، جو اسلام اور مسلمانوں کے لیے خیر کا باعث بنے۔

> مجاہدین کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی اور عسکری میدانوں میں کامیابی دی۔ ایسا نہ ہو کہ غرور اور تکبر کا شکار ہو جائیں بلکہ تواضع اختیار کریں! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے اور اقتدار کی ہوس کے بجائے اسلام اور عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں! قوم کے بڑوں کو والد کی طرح، ہم عمر افراد کو بھائیوں کی طرح اور چھوٹوں کو اولاد کی نظر سے دیکھیں۔ اُن کے لیے میری یہی نصیحت ہے اور گزارش ہے کہ تکبر، غرور اور عجب کا شکار نہ ہوں اور عوام کے ساتھ ایسا تعامل کریں جیسا کہ والد اپنے بچے کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے سروں پر رحم اور مہربانی کا ہاتھ پھیریں۔

الامارہ: بعض لوگوں کو اندیشہ ہے کہ اگر اسلامی امارت کے ہاتھ میں اقتدار آجائے تو بعض سیاسی شخصیات مخالف ہو کر ملک چھوڑ جائیں گی؟

ملا برادر اخوند : میں یقین سے کہتا ہوں کہ ایسا نہیں ہو گا، کیونکہ ابھی ہم نے اور انہوں نے تجربہ حاصل کیا ہے اور ہم باقیوں کی نسبت زیادہ اس وطن کے سفید ریش بزرگوں، مشران، علمی اور جہادی شخصیات کی قدر کو جانتے ہیں۔ تو وہ بزرگان مطمئن ہو کر اپنے ملک میں رہیں، ان شاء اللہ ہماری طرف سے ان کے لیے وہی عزت و احترام ہو گا، جیسا کہ امارت اسلامیہ کے مسئولین اپنے درمیان ایک دوسرے کے لیے رکھتے ہیں۔

الاماره: محترم حاجی صاحب! آپ اپنے پڑوسی ممالک سمیت دنیا بھر کے ممالک کے نام کیا پیغام دیں گے؟

ملا برادر اخوند: پڑوسی ممالک اور دنیا بھر کے ممالک کو یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ آنے والا نظام کسی کے لیے بھی ضرر رساں نہیں ہو گا، ہم نہ کسی کے زیر اثر ہیں، جس کی وجہ سے لوگ ہم سے خطرہ محسوس کریں اور نہ ہی کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہیں، بلکہ اچھے روابط پسند کرتے ہیں اور اس کے خواہاں ہیں۔

الاماره: آپ آنے والے وقتوں میں دنیا بھر کے ساتھ کس طرح کے روابط چاہتے ہیں؟

ملا برادر اخوند: آئندہ کے لیے اگر ہمارے ساتھ کوئی اچھے روابط رکھنا چاہتا ہے تو ہم بھی دو قدم آگے بڑھ کر ان کے قریب ہوں گے، ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ پڑوسی ہمارے ساتھ اسی طرح کے روابط رکھیں جس طرح کہ دو ملکوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ یہ بات تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہم نے اب تک کسی بھی پڑوسی ملک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے تو آئندہ کے لیے بھی ہم یہی چاہتے ہیں کہ کوئی بھی ملک اس معاملے میں ہم سے خطرہ محسوس نہ کرے۔

الاماره: محترم ملا برادر اخند! آپ حالیہ مذاکرات میں جو بیٹھ رہے ہیں، ان مذاکرات میں آپ کا سامنا ایسے کسی فیصلے اور قانون کی طرف تو نہیں ہوا ہو گا جس پر آپ لوگ متفق ہوئے ہوں لیکن کوئی ایسی چیز جو آپ کے پرانے اصولوں کے خلاف ہو یا اپنے گزرے قائدین کے منہج کے مطابق نہ ہوں؟

ملا برادر اخوند: نہیں! الحمدللہ یہ جتنے دن ہماری نشستیں ہوئی ہیں، ایسا کوئی لفظ یا فکر میرے سامنے نہیں آئی جس میں ہم نے ایک ایسا لفظ استعمال کیا ہو جو ہمارے اصول اور قانون کے خلاف ہو۔ کیونکہ ہم نے ایسی ہی بات کی ہے کہ ہم اپنی زمین کو کسی کے خلاف بھی استعمال نہیں کریں گے، اور نہ ہی کسی اور کو یہ اجازت دیں گے کہ وہ ہماری زمین کو دوسرے ممالک کے خلاف استعمال کرے، پہلے بھی ہماری یہی فکر تھی، اب بھی ہے اور آئندہ کے لیے بھی یہی فکر رہے گی۔

الاماره: حاجی ملا صاحب! آخر میں مجاہدین کے لیے آپ کا کیا پیغام ہے؟

ملا برادر اخوند: مجاہدین کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی اور عسکری میدانوں میں کامیابی دی۔ ایسا نہ ہو کہ غرور اور تکبر کا شکار ہو جائیں بلکہ تواضع اختیار کریں! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے اور اقتدار کی ہوس کے بجائے اسلام اور عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں! قوم کے بڑوں کو والد کی طرح، ہم عمر افراد کو بھائیوں کی طرح اور چھوٹوں کو اولاد کی نظر سے دیکھیں۔ اُن کے لیے میری یہی نصیحت ہے اور گزارش ہے کہ تکبر، غرور اور عجب کا شکار نہ ہوں اور عوام کے ساتھ ایسا تعامل کریں جیسا کہ والد اپنے بچے کے ساتھ کرتا ہے اور ان کے سروں پر رحم اور مہربانی کا ہاتھ پھیریں۔

الاماره: محترم حاجی ملا صاحب آپ کے ہم مشکور ہیں کہ آپ نے ہمیں وقت دیا۔

ملا برادر اخوند: بہت شکریہ، شاد و آباد رہیں۔

میدانِ قتال ہو یا مذاکرات کی میز...

ع ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن...

”خلیل زاد اس حد تک طالبان کی بلند پروازی سے تنگ آیا تھا کہ جب یہاں (کابل) آیا تو امریکی فوج کے چیف اور اشرف غنی کو کہا کہ ”ان لوگوں پر یہاں جنگی علاقوں میں پریشر ڈالو تاکہ میں وہاں طالبان کے سامنے بات کرنے اور جواب دینے کے قابل ہو سکوں، یہ طالبان تو میرے سامنے فاتحین کے انداز سے بات چیت کرتے ہیں۔ میرے پاس ان کے سامنے بات کرنے کے لیے کچھ نہیں ہوتا۔ آپ لوگ طالبان کے خلاف افغانستان میں اپنی کارروائیوں میں تیزی لائیں تاکہ وہاں ان کا رویہ میرے ساتھ نرم ہو جائے“۔ یہ خلیل زاد کی سفارش تھی امریکی فوج اور افغان حکومت کو۔

طالبان کو اسی طرح کرنا بھی چاہیے! انہیں اس طرح بات کرنے کا حق ہے! طالبان اس بات کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے امریکہ کو اٹھارہ سالہ جنگ میں اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ مذاکرات کی میز پر آجائیں۔ دیکھیں...... طالبان، ہمارے صدر اشرف غنی اور باقی سیاستدانوں کی طرح صدارت کی کرسی کے لیے دیوانے نہیں ہوئے جا رہے جو اقتدار حاصل کرنے کے لیے ہر چیز کو پاؤں تلے روند دیتے ہیں، طالبان کی ان جیسے لوگوں کی طرح کی ذہنیت نہیں۔ اگر آپ طالبان کی تاریخ دیکھیں تو ایک اسامہ بن لادن کی خاطر اپنی پوری بادشاہی قربان کر دی!“

(ایک افغانی ٹی وی چینل پر صحافی ولی اللہ شاہین کا تبصرہ)

کشمیر...وہ شیر اب ہوشیار ہو گا!

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ ربّ العالمین و الصلاۃ و السلام علی رسولہ الکریم

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي۔ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي۔ يَفْقَهُوا قَوْلِي۔

کشمیر و پاکستان اور پورے برصغیر کے میرے عزیز مسلمان بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کشمیر کے جو حالیہ حالات ہیں کہ جہاں انتہائی طویل اور سخت کرفیو میں دفعہ 370 کا خاتمہ ہوا، سوا کروڑ سے زائد مسلمانوں کا کشمیر ایک بدترین جیل خانہ بن گیا، ذرائع ابلاغ پر مکمل طور پر پابندی ہے، خبروں کے نکلنے کے تمام تر راستے مسدود کیے گئے ہیں، اور ایک خوفناک خاموشی کے اندر ہمارے کشمیری بھائیوں پر بدترین مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، تو یہ صورت حال انتہائی غیر معمولی ہے، یہ منظر بھارت کے تکبر، ہٹ دھرمی اور اس کے آگے کے خطرناک عزائم کی بھی عکاسی کرتا ہے، یہ واضح کرتا ہے کہ مسلمانوں کی دینی حمیت کچلنے، ان کی تحریک آزادی کی بیخ کنی کرنے اور کشمیر میں ان کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لیے آئندہ بھی یہ ہر ظالمانہ ہتھکنڈہ استعمال کریں گے اور شرافت و انسانیت کا جو یہ خون کرتے ہیں، اس کو بڑے دھڑلے سے قانونی اور آئینی لبادہ بھی اوڑھائیں گے۔

عزیز بھائیو! ان مظالم کا تماشہ ہم نے دیکھنا ہے، بیکار تبصرے، خالی خولی نعرے اور برائے نام یکجہتی کے مظاہرے ہم نے صرف کرنے ہیں یا اللہ کی طرف سے کوئی سنجیدہ عمل بھی ہماری ذمہ داری بنتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے، اس میں ہماری آپ کی آزمائش ہے۔ یہ واقعات ہر مسلمان کے ایمان و اسلام پر سوالیہ نشان بن کر اس کو پکار رہے ہیں۔ اگر اپنے بھائیوں کے اس درد پر ہم واقعی، دل سے درد مند نہ ہوں یا ہمیں درد تو ہو مگر یہ درد ہمیں اخلاص کے ساتھ میدانِ عمل میں نہ اتارے تو سچ یہ ہے کہ ہم صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه۔ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم ہوتا چھوڑتا ہے''...اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کرنا اور ظالم کا ہاتھ روکنا فرض ہے، مگر عزیز بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں جاری اس ظلم کا خاتمہ صرف اُس وقت ہو سکتا ہے جب بطور امت اُن حقائق کو تسلیم کیا جائے جن پر ان حالیہ واقعات نے ایک دفعہ پھر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ یہ حقائق ہی ہیں جو ہمیں سراب اور حقیقت کے مابین فرق بتاتے ہیں اور یہ تاکید کرتے ہیں کہ یہ فرق کیے بغیر نہ آزادی کی منزل کی طرف قدم بڑھایا جا سکتا اور نہ ہی کہیں غاصبوں اور ظالموں سے اپنے اسلامی حقوق چھینے جا سکتے ہیں۔ یہ وہ حقائق ہیں جو غیر مبہم اور بالکل واضح ہیں اور کشمیر و ترکستان سے لے کر فلسطین و شام تک امت کے تمام مظلومین کو فتح و نصرت کا وہ راستہ دکھاتے ہیں جو سیدھا، یکتا اور کشادہ ہے۔ آیئے ان حقائق پر تھوڑی سی روشنی ڈالتے ہیں۔

ہندوستان، کہنے کو تو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے، مگر پہلی حقیقت جس پر دنیا کی یہ بڑی جمہوریت مہر تصدیق ثبت کرتی ہے، وہ جمہوریت کا ڈھونگ ہونا ہے! کشمیر میں بھارت کے ان اقدامات نے ایک مرتبہ پھر ثابت کر دیا کہ جمہوریت دراصل ایک فریب ہے، ایک دھوکہ ہے، سراب ہے، یہ غالب اور طاقتور اقلیت کی، مغلوب اور کمزور اکثریت پر تسلط و حکومت کا نام ہے، یہ صورت حال ہمیں بتاتی ہے کہ جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہو اور جس کی گرفت میں دولت اور سرمایے کے خزانے ہوں، یہ جمہوریت بس اسی کے ہاتھ کا ہتھیار ہے۔ جب مقتدر طبقوں کی مرضی ہو تو یہ اپنے مفاد کو قانونی شکل دے دیتے ہیں، اس قانون کی تقدیس دلوں میں بٹھاتے ہیں اور اکثریت سے اس کی پوجا کراتے ہیں۔ مگر جب یہ مفاد بدل جاتا ہے، خواہش اور مرضی جب تبدیل ہو جاتی ہے تو پھر اپنے ہی ہاتھوں اس 'مقدس' قانون کو پامال کرتے ہیں اور اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں۔ یہاں اس مقتدر طبقہ نے اپنے آئین میں درج کر رکھا تھا کہ کشمیر کے اندر کوئی قانون، کشمیری نمائندوں کی رضامندی کے بغیر نہیں بنے گا، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس سب اس قانون کو آرٹیکل 370 کا نام دیتے تھے اور اسے آئین کی مستقل شق بتاتے تھے، مگر جب اسے تبدیل کرنے کا ارادہ ہوا تو ایک طرف سوا کروڑ کشمیری مسلمانوں کی زبان بندی کرنے، انہیں دبانے اور کچلنے کے لیے لاکھوں کی فوج حرکت میں لائی گئی، گلی گلی اور گھر گھر کے سامنے فوجی کھڑے کیے گئے اور ہر نعرہ اور ہر اجتماع کو جرم قرار دیا گیا تو دوسری طرف انہی غاصبوں اور ظالموں نے دور دہلی میں بیٹھ کر اس مجبور و مظلوم قوم سے متعلق فیصلہ صادر کر دیا، اُس قانون کو بیک جنبش قلم ختم کر دیا اور اس اقدام کو عین آئینی اور جمہوری بھی اعلان کیا۔ یہی جمہوریت ہے!

حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت پاکستان کی ہو یا بھارت کی، اس کی ظاہری صورت خوبصورت ہو یا بدصورت، اس کے اندر کی بدروح ہمیشہ یہی غالب اقلیت کا مفاد ہوتا ہے، جس ہاتھ میں طاقت ہو یہ اسی ہاتھ کا کرشمہ ہوتا ہے۔

ہر جگہ طاقت و دولت کے زور پر مسلط ان فریب کاروں کے پاس پھر میڈیا نام کی جادو کی چھڑی بھی ہوتی ہے، جس سے جب چاہیں عوام کو ہنساتے ہیں اور جب چاہیں انہیں رلاتے ہیں، یہ

جادو گر میڈیا ہی ہے جو سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بتاتا ہے، اس کا کام تباہی و بربادی کو تعمیر و آبادی دکھانا اور اقلیت کی خواہشات کو اکثریت کی امنگیں ثابت کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مشرق ہو یا مغرب ہر جگہ حقیقی جمہوریت یہی دھوکہ اور فریب ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ کہیں لاٹھی نظر آتی ہے اور کہیں دولت وطاقت پردوں کے پیچھے سے اثر دکھاتی ہے۔

دوسری حقیقت جو یہ واقعات، بغیر کسی ابہام کے، ایک دفعہ پھر ہمیں بتاتے ہیں، وہ یہ کہ؛ غاصب کے آگے حقوق کی بھیک مانگنے سے حقوق کبھی نہیں ملا کرتے، ظالم کے خلاف پر امن جدوجہد کرنے سے وہ ظلم سے کبھی باز نہیں آتا، مسلمانانِ کشمیر کو جہاد و قتال چھوڑنے پر مجبور کرنے اور انہیں سیاسی جدوجہد کی پٹیاں پڑھانے والوں کو آج یہ حقیقت تسلیم کرنی چاہیے کہ بھارتی مظالم میں اضافہ ہی تب ہوا جب امتِ مسلمہ کو بھارت کے مقابل جہاد و قتال کی زبان بولنے کی جگہ مسلمانان کشمیر کے ساتھ محض خالی خولی اظہارِ یکجہتی کا راستہ دکھایا گیا۔ امن کی زبان تو صرف اُس کے ساتھ بولی جاتی ہے جو خود پر امن ہو، جارح نہ ہو اور جو خود منطق کی قوت اور افہام و تفہیم کا ذریعہ استعمال کرتا ہو، مگر طاقت ہی جس کی منطق ہو، جو ظلم و جبر اور ہتھیار ہی کے بل پر دوسروں کو دبا رہا ہو، تاریخ شاہد ہے کہ ایسے ظالم کے آگے پر امن رہنا خود اپنے ہی ہاتھوں اپنے حقوق سے دستبردار ہونا ہے۔ تکوینی اصول ہے کہ لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے۔ ظلم و جبر اور سرکشی و طغیان کو اگر کوئی چیز لگام دے سکتی ہے تو وہ حق کی تلوار ہے، اگر محض مذاکرات کی بھیک، مذمتی قراردادوں اور یکجہتی کے مظاہروں سے غصب شدہ حقوق لیے جاسکتے ہوتے تو کشمیر سے فلسطین تک کے مسلمانوں کی اشک شوئی ہو چکی ہوتی۔ یہی وہ حقیقت ہے جو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ قرآن مجید میں ہم مسلمانوں کو، جن کی ذمہ داری ہی دنیا کو ظلم و فساد سے پاک کرنا ہے، باطل کے ساتھ تعامل کی زبان سمجھاتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی قوت و طاقت کے ذریعے فساد پھیلانے والوں کے ساتھ تعاون یا سمجھوتہ کرنے، اور جارح و جابر کے مقابل پر امن رہنے کا درس نہیں دیتا، اللہ تو اہل ایمان کو ایسے ظالموں کے خلاف کتب علیکم القتال فرما کر جہاد فرض کرتا ہے، اور ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ اعلان کر کے ان کے خلاف اُس وقت تک لڑتے رہنے کا حکم صادر کرتا ہے جب تک فتنہ وفساد ختم نہ ہو اور اللہ کا دین غالب نہ ہو۔ سورۃ الانفال میں اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کی تاکید کرنے اور جہاد و قتال کی ترغیب دینے کے بعد اللہ رب العزت فرماتا ہے ؛يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا "اے ایمان والو!" اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ "اللہ اور رسول کی ندا پر لبیک کہو" إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ "جب وہ تمہیں اس عمل کی طرف بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے"

گویا اس امت کی عزت و زندگی اللہ نے اپنی اطاعت اور اس اطاعت ہی کے تحت جہاد و قتال میں رکھی ہے، لیکن یہ جہاد اگر نہ ہو، تو ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمانوں کے جم غفیر کی حیثیت بھی حدیث کے مطابق اس دستر خوان کی سی ہو گی جس پر دشمن بھوکوں کی طرح ہر طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ لہٰذا ذلت و پستی سے نکلنے کا راستہ جہاد و قتال ہے، وہ قتال جو اللہ کی اطاعت میں ہو اور جو جہاد فی سبیل اللہ ہو اور جہاد فی سبیل اللہ وہ ہے جس کا مقصد اللہ کی رضا، اللہ کی شریعت کا نفاذ اور مظلوموں کی مدد و نصرت ہو۔

تیسری حقیقت جو کشمیر کے حالیہ واقعات سے ایک دفعہ پھر کھل کر واضح ہوئی ہے وہ یہ؛ کہ پاکستانی جرنیلوں اور حکمرانوں کی فطرت خود غرضی، منافقت اور خیانت پر مبنی ہے اور ان کا یہ طرزِ عمل ہی ہے کہ جس کے سبب آج مسلمانانِ کشمیر پر ظلم و جبر میں اضافہ ہوا ہے۔ اس ظلم و جبر کی وجہ ہی یہ ہے کہ مشرک ہندوؤں نے آج ہمارے ان بھائیوں کو تنہا اور بالکل نہتا سمجھ لیا ہے۔ بھارت کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ نہ امت مسلمہ کے ہتھیار و وسائل مسلمانان کشمیر کے کام آئیں گے اور نہ ہی امت کی کوئی جہادی تحریک کشمیر میں کبھی قدم رکھ سکے گی۔ یہ یقین دہانی کس نے کرائی ہے؟ وہ کون ہیں جو مجاہدین اور امت کے وسائل کو کشمیر میں داخل ہونے سے روکتے ہیں؟ یہ پاکستانی جرنیل اور حکمران ہیں! ان خائنین کا کشمیر میں بعینہ وہی کردار ہے جو عرب ممالک کی افواج اور حکمرانوں کا فلسطین میں ہے۔ عرب افواج کا کام مجاہدینِ امت کے خلاف فلسطین کی سرحدوں کو سیل کرنا، مسلمانان فلسطین کو اسرائیل کے سامنے تنہا کرنا اور امت مسلمہ کی جہادی تحریکوں کو ختم کرنا ہے۔ حال ہی میں امریکی صدر نے جب کہا کہ سعودی عرب کا شاہی خاندان اگر نہ ہو تو اسرائیل کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا تو یہ اس نے کوئی غلط بات نہیں کی، یہ سو فیصد صحیح ہے، یہی ان افواج و حکمرانوں کی حقیقت ہے، بالکل یہی کردار یہاں کشمیر میں پاکستانی فوج اور اس کی ایجنسیوں کا ہے۔ یہاں کے جرنیلوں کی یہ خود غرضانہ اور بزدلانہ روش اگر نہ ہوتی، یہ امت کے جہادی لشکروں کو وادئ کشمیر میں داخل ہونے سے اگر نہ روکتے اور وادی کے اندر کی جہادی تحریک کو اپنا ماتحت اور محتاج رکھنے کے مذموم ہتھکنڈے اگر استعمال نہ کرتے تو آج کشمیر کا یہ دل سوز منظر نہ ہوتا، آج یہ بزدل اور گیدڑ صفت ہندو شیر بن کر ہمارے بھائیوں پر اس طرح کبھی نہ غراتا۔

[فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کا ویڈیو کلپ]

"یہی وجہ ہے کہ عرب مجاہدین بھی افغانستان سے روس کی شکست کے بعد جہادِ کشمیر کا حصہ بننا چاہتے تھے۔ مگر امریکہ کی غلام پاکستانی حکومت اور فوج ان کے راستے کی رکاوٹ بنیں۔ پاکستانی حکومت اور فوج کا مجاہدینِ کشمیر کے ساتھ بھی وہی برتاؤ ہے جو روس کے انخلا کے بعد انہوں نے عرب مجاہدین، امارت اسلامیہ یا دیگر مہاجرین کے ساتھ کیا۔ پاکستانی فوج اور حکومت کی تمام تر دلچسپی مجاہدینِ کشمیر کو اپنے خاص سیاسی مقاصد کے حصول میں استعمال کرنے میں ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے بعد یہ ان مجاہدین کو دبا دینا چاہتے ہیں یا ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ ان اقدامات کے نتیجے میں فائدہ اٹھانے والوں کا یہ خائن جتھہ بچتا ہے جن کی تجوریاں رشوت اور حرام مال سے بھری ہوئی ہیں۔"

پلوامہ واقعے کے بعد بھارتی جہاز پاکستان نے گرایا مگر اس کا فائدہ سارا کا سارا مودی کی جھولی میں ڈالا گیا۔ جہاز کے پائلٹ کو عزت و اکرام کے ساتھ واپس لوٹایا گیا، جہادِ کشمیر سے ایک دفعہ پھر برأت کی گئی، اسے دہشت گردی کہا گیا، پاکستان کے اندر بچی کھچی کشمیری جماعتوں کو غیر مسلح کرنے کی یقین دہانی کرائی گئی، ان جماعتوں کی مساجد، دفاتر اور گاڑیاں حکومتی تحویل میں لی گئیں اور اعلان کیا گیا کہ جہادِ کشمیر کی دعوت تک پر بھی یہاں مکمل طور پر پابندی ہو گی۔

[عمران خان (پاکستانی وزیرِ اعظم) کا کلپ]

"میں آج آپ کو ایک بات بتا دوں، کہ اگر کوئی بھی... یا پاکستان سے جا کے ہندوستان میں... وہ سمجھتا ہے کہ کشمیر میں وہ لڑے گا یا وہ جہاد کرے گا۔ وہ سب سے پہلے ظلم کرے گا کشمیریوں سے۔ اگر کسی طرح، کسی نے یہاں سے کوئی حرکت کی... میں کہنے لگا ہوں: 'وہ پاکستان کا بھی دشمن ہے، وہ کشمیریوں کا بھی دشمن ہو گا!'۔"

ان واقعات نے گویا پاکستانی فوج اور حکمرانوں کی بزدلی وخود غرضی اور منافقت وخیانت کا پردہ ایک دفعہ پھر چاک کر دیا، اس فوج کا اصل مطمحِ نظر محض اپنا مفاد تھا، مفاد ہے اور مفاد رہے گا، مسلمانانِ کشمیر کی نصرت کی خاطر یہ اپنی عیاشیاں اور مفاد خطرے میں ڈالیں؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا، ان کے مفاد محفوظ ہوں تو کشمیری مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ بھی توڑے جاتے ہوں، یہ کبھی ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔

[شہید ذاکر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا صوتی کلپ]

"میرے محترم بھائیو!

اس بات کو سمجھیے کہ جب پاکستان کی حکومت پر زخم لگے تو یہ ایک دن میں ہندوستان سے جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور جب کشمیر میں ہماری کسی ماں کے جگر پر زخم لگتے رہے، جب ہمارے بہنوں کی روح پر زخم لگتے رہے، جب ہمارے بھائیوں کے جسموں پر زخم لگتے رہے تب یہ حکومت ہندوستان سے دوستی اور وفاداری کی باتیں کرتی ہے۔ ایسی کیا بات ہے کہ انھوں نے تب اپنے جہاز نہیں اُڑائے! جب آسیہ اور نیلوفر کا خون اس زمین پر گرا تھا، جب شوپیان اور پلگام میں مجاہدین کی جلی لاشیں وارثین کو ملیں، جب ۲۰۰۸ء، ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۶ء میں ہمارے بچوں کے سینے ہندوستانی گولیوں سے بھر دیے گیے۔ یاد رکھیے ان کو آپ سے کوئی محبت نہیں ہے۔ جیسے کہ میرے عزیز ساتھی ریحانؒ نے فرمایا تھا کہ ان ملکوں کا کوئی ایمان نہیں ہوتا ہے ان ملکوں کا صرف مفاد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستانی حکومت اور ہندوستان کے کافروں کی سازشوں سے محفوظ رکھیں۔"

لہٰذا یہ حقیقت تسلیم کرنی ہو گی کہ کشمیری مسلمان جس حالت زار سے آج دوچار ہیں، اس کا سبب ظلم اور خیانت کے دو پاٹ ہیں اور ان دو کے بیچ ہی یہ پس رہے ہیں، ظلم ہندوؤں کا ہے اور خیانت پاکستانی جرنیلوں کی ہے۔ کشمیری مسلمان ہندوؤں کے ظلم کے خلاف تو کھڑے ہوں مگر اس خیانت کا وہ علاج نہ کریں جو ہمیشہ ان کی پیٹھ میں خنجر گھونپتی ہے، تو یہ معرکہ کبھی سر نہیں ہو گا، انہیں ہندوؤں کے ظلم کے ساتھ ساتھ پاکستانی جرنیلوں کی خیانت کا بھی بندوبست کرنا ہو گا، ایسا ہو گا تو تب ہی کہیں جا کر وہ صبح طلوع ہو سکتی ہے جسے دیکھنے کے لیے عشروں سے یہ عظیم قوم قربانیاں دے رہی ہے۔

چوتھا نکتہ جو ایک دفعہ پھر ایک کھلی حقیقت بن کر ہمارے سامنے آ رہا ہے، وہ اقوام متحدہ کا ظالم اور مسلم دشمن ہونا ہے۔ اقوام متحدہ، جو پانچ ڈاکوؤں کی دنیا پر چودھراہٹ کا نام ہے، اس کی اسلام دشمنی کی یہ حقیقت اس کی تشکیل، اس کی ساخت اور اس کی پوری تاریخ سے واضح ہے، کشمیر میں ہندو فوج کے مظالم اپنی انتہا کو پہنچ رہے ہیں، مسلمانانِ کشمیر کی کان پھاڑتی چیخیں پوری دنیا کو سنائی دے رہی ہیں مگر اقوام متحدہ ہے کہ جس کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، پانچ بڑے مجرمین، جن کے پاس ویٹو کا اختیار ہے، ان کا اجلاس بند کمرے میں شروع ہوا اور بند زبانوں کے ساتھ ختم بھی ہوا، لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ کسی کو کچھ نہیں پتہ! ظالم ہندوؤں کو ظلم سے روکنا تو دور کی بات ہے ان کے ظلم کو ظلم بھی نہیں کہا گیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ﴿ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ﴾... کافر اور ظالم ایک دوسرے کے دوست و معاون ہوتے ہیں، پھر بھارت کے ظلم پر اس کا ساتھ دینا ان پانچ مجرمین کی تجارتی اور سیاسی ضرورت بھی ہے۔ کشمیر، چیچنیا و ترکستان سے لے کر شام و فلسطین تک امت مسلمہ کے ہر معاملہ میں اس کا کردار یہی ظالمانہ اور دشمنانہ رہا ہے۔ پس چوتھی حقیقت جو کہ ہمیں تسلیم کرنی ہو گی وہ اقوام متحدہ کا یہ اسلام دشمن، مسلم دشمن اور انسان دشمن کردار ہے۔ یہ ماننا ہو گا کہ اس سے کسی قسم کی خیر کی توقع رکھنا وحشی اور بے رحم دشمن سے رحم کی امید کرنا ہے۔

یہ وہ حقائق ہیں جن کو نظر انداز اگر کیا گیا، ان کے بیچ راستہ و طریق اگر نہ تراشا گیا تو مصائب در مصائب اور مظلومی در مظلومی کا یہ دور کبھی ختم نہیں ہو گا، ظلم و جبر کی یہ جو اندھیری رات ہے، یہ طویل سے طویل تر تو ہو گی، اس کی کالی گھٹائیں پھیلتی تو جائیں گی مگر وہ صبح پُر نور کبھی نمودار نہیں ہو گی جس کے لیے کشمیر سے آسام تک برصغیر کی یہ زمین ترستی آ رہی ہے اور جس کے انتظار میں خراسان سے دہلی تک کے مسلمانوں کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔

عزیز بھائیو! وادیٔ کشمیر میں حریت اور فدائیت کا جذبہ پہلے بھی کبھی ماند نہیں پڑا ہے، مشرک ہندوؤں کے خلاف جذبۂ قتال بھی الحمد للہ یہاں ہمیشہ زندہ رہا ہے، لیکن یہ وادی عرصہ دراز سے ایک ایسی تحریک کا رستہ دیکھ رہی تھی کہ جس کی منزل ظلم و کفر کی ہر صورت سے آزادی اور اللہ کی مبارک شریعت کا نفاذ ہو، ایسی تحریک کا یہاں انتظار تھا جو دعوت و جہاد اور اتباعِ شریعت ہی کو اپنا راستہ سمجھتی ہو اور جو ہندو فوج کے مقابل تلوار کی زبان بولنے کے سوا کوئی اور زبان جانتی ہی نہ ہو، اُس تحریک کے لیے یہاں کی یہ سرزمین پیاسی تھی کہ جس کو دنیا کی کوئی فریب کار ایجنسی اپنے روبہ منزل سفر سے ایک انچ بھی نہ ہٹا سکے اور جو اپنے اس جہاد میں کسی دین دشمن اور منافق فوج کی ماتحتی کے لیے تیار کبھی نہ ہو۔ اہل ایمان دست بدعا تھے

کہ یہاں کشمیر میں وہ تحریک اٹھے اور طوفان کی طرح برصغیر کو اپنی لپیٹ میں لے جو وطنیت اور قومیت کے لات و منات پر تیشہ چلانے والی ہو اور جو سینوں کو تمام تر تعصبات سے پاک کرکے انہیں للّٰہیت، اسلامیت اور ایمانی اخوت سے معطر کرنے والی ہو، وادیٔ کشمیر کو ایسی تحریک کی ضرورت تھی کہ جس کی پہچان "أشداء علی الکفار" کفار کے لے انتہائی سخت ہونا اور "رحماء بینهم" مسلمانوں کے لیے انتہائی نرم ہونا ہو اور جو تنظیموں و جماعتوں کے بیچ فاصلوں کو محبت و اخوت سے پاٹ دے اور انہیں ایک نصب العین اور ایک طریق کار دے کر "بنیان مرصوص" (یعنی سیسہ پلائی دیوار) میں تبدیل کردے۔

الحمدللہ، ثم الحمدللہ آج وادی کشمیر کے افق پر یہ اَبر رحمت پوری دنیا کو نظر آنے لگا ہے، آج یہ تحریک یہاں کشمیر میں انگڑائی لے چکی ہے اور برصغیر کے ہر مظلوم و محروم کو اس میں اپنی نجات اور فلاح نظر آتی ہے۔ اس مبارک تحریک کی قوتِ تسخیر اس کی دعوت و پیغام، اس کے کردار و جہاد اور اللہ پر اس کے توکل میں ہے، یہ کسی خاص گروہ یا جماعت کی نہیں، وادی کشمیر کے تمام اہل ایمان اور مسلمانانِ برصغیر سمیت پوری امت کی تحریک ہے۔ برہان وانی، ذاکر موسیٰ، مفتی ہلال، سبزار احمد بھٹ اور ریحان خان جیسوں کے خون نے اس خواب میں رنگ بھر دیا ہے اور آج پورے کا پورا کشمیر، الحمدللہ 'شریعت یا شہادت' کے نعروں سے گونجتے ہوئے اس قافلے کے ہم رکاب کھڑا ہے۔

یقین رکھیے برصغیر کے میرے عزیز بھائیو!

یہ اُسی تحریک کا آغاز ہے کہ جو خراسان سے چٹاگانگ اور سندھ سے ہند تک ظلم و کفر کے علم برداروں کو تہ تیغ کر ڈالے گی اور پورے برصغیر کو کلمۂ توحید کے پرچم تلے لاکر یہاں عدل و انصاف کی بہاریں لائے گی، اس کا ایک پڑاؤ اگر آج خراسان کے دشت و صحرا ہیں تو دوسرا کشمیر و دہلی اور تیسرا پھر بیت المقدس ہو گا، اس کے راستے میں پہاڑ جتنی رکاوٹیں بھی کبھی رکاوٹ نہیں رہیں گی، وقت کے فراعنہ اور ابوجہل لاکھ اسے روکنا چاہیں، یہ رکے گی نہیں، بلکہ یہ اللہ کے اذن سے پہاڑوں اور دریاؤں کا سینہ چیر کر آگے بڑھے گی اور دنیا دیکھ لے گی کہ اس کے مقابل سب طواغیت اور اس کے راستے میں حائل یہ سب خائنین بالکل اسی طرح نامراد نظر آئیں گے، جیسا کہ آج امت کے یہ غدار اور یہ خائن خراسان میں اس مبارک تحریک کے آگے مجبور نظر آتے ہیں۔ امارت اسلامی افغانستان کی یہاں یہ کامیابی اور اس کے سامنے عرب و عجم کے طواغیت کی یہ ناکامی برصغیر میں آگے بڑھتی اس تحریکِ جہاد کا مستقبل بتا رہی ہے۔ جن کے دلوں کی آنکھیں بینا ہوں اور جو اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوں وہ مستقبل کا منظر نامہ آج بھی چشم تصور سے دیکھ رہے ہیں کہ وادیٔ کشمیر میں جمتی یہ مبارک تحریک کفار و منافقین کی تمام تر رکاوٹوں کو بہاتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے اور 'شریعت یا شہادت' کا یہ عظیم قافلہ برصغیر پر قابض ان مشرک اور خائن حکمرانوں کے تخت روندتے اور تاج اچھالتے ہوئے ارض قدس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ پس وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو اپنے آپ کو اس عظیم قافلے کے انصار بنائیں اور اس فاتح لشکر کی تیاری میں اپنا خون پسینہ بہائیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس جہاد میں شامل ہو کر اپنے لیے جہنم سے خلاصی کا سامان پیدا کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: " عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ' میری امت میں سے دو گروہوں کو اللہ نے جہنم کی آگ سے محفوظ کیا ہے': عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ، 'ایک وہ جو ہند کے خلاف لڑے گا' وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ "'اور دوسرا وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرے گا'۔

عزیز بھائیو! اپنی یہ گفتگو مسلمانان برصغیر کے نام اس درخواست پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ نے ہم میں سے ہر ایک کو جس نعمت و صلاحیت سے نوازا ہے، روز قیامت اس کے بارے میں پوچھا جائے گا، لہٰذا تمام اہل ایمان سے یہ گزارش ہے کہ اپنی جان و مال سے کشمیر میں اٹھتی اس مبارک تحریکِ جہاد کی نصرت کیجیے۔ تذکیراً یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ بھارت کے خلاف میدانِ قتال وادی کشمیر تک محدود مت سمجھیے، ہندوستانی فوج اور ہند کے یہ مشرک حکمران بھارت کے اندر یا اس سے باہر جہاں بھی ملیں، ان پر ضربیں لگائیے، آپ کی یہ ضربیں انشاءاللہ ایک عظیم تبدیلی پر منتج ہوں گی اور اس سے کشمیری بھائیوں پر کسا یہ شکنجہ ضرور بالضرور ڈھیلا پڑے گا۔ اسی طرح زبان و قلم سے بھی تحریک جہاد کو تقویت دیجیے اور اس تحریک کی دعوت و مبادی عام کرنے میں اپنا بھرپور حصہ ڈالیے۔

ذرا تصور کیجیے کہ قیامت کا روز ہے، اللہ کے سامنے ہم کھڑے ہیں اور تب پوچھا جائے کہ جب انفروا خفافاً و ثقالا کی پکاریں لگ رہی تھیں اُس وقت تم کیوں اپنی چار دن کی زندگی میں مگن، میدانِ عمل سے دور تماشہ دیکھ رہے تھے؟ اور یاد رکھیے! آپ کے پاس جو صلاحیت، جو وسائل اور جو بھی ہتھیار ہیں، ان پر کسی ادارے اور حکومت کا نہیں، اس امت کے مظلوم مسلمانوں کا حق ہے۔ یہ وسائل و ہتھیار اس امت مظلومہ کی امانت ہیں، پس انہیں مظلومینِ امت ہی کے دفاع میں استعمال کیجیے اور ان سے کشمیر میں محصور اپنے بھائیوں کی دادرسی کیجیے، لیکن اگر آپ ایسا نہیں کرتے ہیں تو یاد رکھیے، اللہ کے دربار میں ان کے بارے میں اُس وقت پوچھا جائے گا جب کوئی ادارہ، کوئی جرنیل اور کوئی حکمران اللہ کی پکڑ سے پھر نہیں بچا سکے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِمًا فِي مَوْطِنٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ... 'کوئی بھی آدمی کسی مسلمان کو ایسی حالت میں بے یار و مددگار اگر چھوڑے کہ جب اس کی حرمت پامال ہو رہی ہو' وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ... 'اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہو' إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ... 'تو اللہ اس کو ایسے وقت میں بے آسرا چھوڑے گا جب اسے مدد کی ضرورت ہو گی'۔ اللہ ہمیں مسلمانانِ کشمیر کی نصرت کی توفیق دے اور اللہ برصغیر میں اٹھتی اس عظیم جہادی تحریک کے سپاہی اور انصار ہمیں بنادے، آمین یارب العالمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔

مع الأستاذ فاروق

معین الدین شامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں، بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہیں۔ وہ اللہ جو ہمارا ربّ ہے، ہمارا ہے، ہمارا اللہ ہے۔ اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دیتا ہے اور بلاشبہ اس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے کون ہے جو بہترین عمل کرتا ہے؟

مع الأستاذ فاروق، استاذ احمد فاروق کے ساتھ چند ملاقاتیں، ان کی چند یادیں، ان کی قیمتی باتیں، ان کی بعض ایسی باتیں جو مجھے خاص طور پر اچھی لگیں۔ میں استاذ کا محبوب ترین ان کی حیات میں تو شاید نہ تھا لیکن اللہ سے امید ہے کہ ان کی شہادت کے بعد ان شاء اللہ ان کے محبوب ترین لوگوں میں ضرور شامل ہو گیا ہوں گا۔ ہاں ان کی حیات میں ان کے محبوب تر لوگوں میں بہر حال شامل رہا۔ استاذ کی محبت کا حوالہ اس لیے اہم ہے کہ وہ ان شاء اللہ، ہمارے اللہ کے محبوب لوگوں میں سے ایک تھے۔ وہ میرے محبوب تھے اور میں ان کا، اور یہ محبت کی سنہری زنجیر ہے جو ہمارا اللہ کے دربار میں ذکر کا ان شاء اللہ ایک سبب ہے کہ ان شاء اللہ استاذ ہمیں بھولے نہیں ہیں۔

حضرتِ استاذ سے آج تک جتنی ملاقاتیں رہیں، سب کا احوال اور سب کی سب تو یاد نہیں، لیکن جتنی ذہن میں تازہ ہیں سب ہی لکھنے کا ارادہ ہے کہ یہ ان شاء اللہ توشۂ آخرت ہوں گی، مجھ سمیت حضرتِ استاذ کے محبّین کے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات، صحیح نیت اور صحیح طریقے سے کہنے والوں میں شامل فرما لے۔

نوٹ: ان سلسلہ ہائے مضامین میں جہاں بھی 'استاذ' کا لفظ آئے گا تو اس سے مراد شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ ہوں گے۔

وانا کی باتیں... جو رہ گئیں... شیخ اسامہؒ اور کمانڈر الیاس کشمیریؒ کی شہادت

سنا ہے کہ انسان کہتے ہیں بھولنے والے کو۔ ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ یوں تو پچھلی مجلسِ استاذ میں ہم وانا سے رخصت ہو رہے تھے اور وہی آخری آخری واقعات بھی بیان ہوئے جو وانا سے رخصت ہوتے پیش آئے، لیکن کچھ باتیں رہ گئیں۔ اولاً زیرِ نظر مجلسِ استاذ میں دو باتیں کرنی ہیں۔ در اصل یہ دو واقعات ہیں، اصلاً تو ان کا تعلق مع الأستاذ فاروق سے براہِ راست شاید نہیں لیکن اہم ہیں اور زمانۂ استاذ میں برپا ہوئے سو لکھنا صائب معلوم ہوتا ہے۔ پہلا واقعہ ہے محسنِ امت حضرتِ شیخ، اسامہ بن لادن کی شہادت کا۔

جب شیخ اسامہ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو ہم پچھلی نشستوں میں مذکورہ مکان میں ہی رہ رہے تھے یعنی استاذ ہم سے دور پچھلی جگہ پر تھے۔ اس سانحے پر ان کا ردِ عمل کیا رہا قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا، البتہ چند ہی دنوں کے بعد حضرتِ استاذ کا شیخ شہید پر تعزیتی بیان آ گیا جو ادارہ السحاب سے 'وہ پہنچے بارگاہِ حق میں کتنے سرخرو ہو کر' کے عنوان سے نشر ہوا۔ چند دنوں میں استاذ خود بھی تشریف فرما ہوئے۔ پڑوس سے چاچا ابو سیف بھی ملنے کے لیے۔ سب ہی شیخ کی شہادت پر غمگین تھے۔ چاچا ابو سیف کہنے لگے 'چند دن پہلے احمد شجاع پاشا (اس وقت آئی ایس آئی کا چیف) کابل گیا تھا... میں سوچ رہا تھا کہ کسی بڑی شخصیت کا سودا کرنے گیا ہے اور شیخ کی شہادت کی خبر چند روز میں آ گئی!'۔ بات بھی یہی ہے۔ امت کی بڑی بڑی شخصیات کا سودا اسی خائن خفیہ ایجنسی اور جس سے یہ وابستہ ہے یعنی 'پاک' فوج نے کیا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ تک دشمن کیسے پہنچا، حتمی تو کوئی نہیں جانتا لیکن شیخ تک پہنچنے کے جتنے اعلانات ہیں وہ سب ٹرک کی بتی کے پیچھے لگانے کی کوششیں ہیں۔ ایک روایت جو ہمیں پہنچی اور زیادہ قرین لگتی ہے کہ امریکہ کی ٹیکنالوجی، سیٹلائٹیں، ڈرون، ہیومن اور آرٹی فیشل انٹیلی جنس... اور اس کے ذریعے شیخ تک پہنچنے کے دعوے سب جھوٹے ہیں۔ اگر انہیں کے ذریعے یہ پہنچے تو پھر ان کو پہنچنے میں دس سال کیوں لگ گئے۔ پھر اگر مان لیا جائے کہ اس ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر یہ پہنچے اور دیگروں تک پہنچتے ہیں تو پھر دس سال تک نہیں پہنچ پاتے۔

بہر کیف، سننے میں یہ آیا کہ شیخ اسامہ رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی اور ان کے انصار 'ابو احمد الکویتی' اور دیگر مشائخِ القاعدہ کے درمیان ایک مجاہد ساتھی مراسل تھا۔ یہ مراسل ساتھی عمومی راستے پر سفر کر رہا تھا کہ فوج کی کسی چیک پوسٹ پر گرفتار ہو گیا۔ مجاہد ہونے کے سبب یہ آئی ایس آئی کے تعذیب خانوں میں پہنچا... کچھ خطوط وغیرہ اس کے پاس سے نکلے اور یوں آئی ایس آئی کے اس مخصوص 'ڈیٹ' کے سربراہ کرنل کو معلوم ہوا کہ اس ذریعے سے شیخ اسامہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

کرنل نے بھی کہیں اور بات نہیں کی، یعنی اپنے ادارے میں بھی۔ پہلا کام یہ کیا کہ فوج و آئی ایس آئی سے ریٹائرمنٹ لی اور سیدھا امریکی قونصل خانے میں پہنچا۔ اپنے روحانی آباء و اجداد میر جعفر و میر صادق کی تاریخ زندہ کرتے ہوئے امریکیوں کو سب معلومات دے دیں، یوں امریکیوں کو پہلا ٹریس ملا شیخ تک پہنچنے کے لیے اور یوں یہ حادثہ پیش آیا۔

امریکیوں کو اطلاع تو ملی، کنفرم کرنے کے لیے ڈاکٹر شکیل آفریدی کو استعمال کیا، پھر ایبٹ آباد کارروائی سے پہلے پورا منصوبہ جنرل کیانی کے ساتھ ڈسکس کیا گیا۔ جنرل کیانی کی یہ ملاقات امریکی بیڑے پر ہوئی جس کی تصاویر بعد ازاں مشہور ہوئیں جن میں کیانی اور پاشا کو خاص چاپلوسانہ انداز میں دیکھا جا سکتا ہے گویا افسر کے سامنے چپراسی کھڑا ہو۔ انتہائی ایمر جنسی میں، پاکستانی فوج نے خود اس وجہ سے کارروائی نہیں کی کہ امت مسلمہ کی طرف سے رد عمل آئے گا، پس کاروائی کی رات سے پہلے پورے ایبٹ آباد کو آئی ایس آئی نے سیل کیا اور پھر رات کو وہ ہوا جس کے متعلق پاکستانی فوج نے جھوٹ موٹ کا احتجاج کیا۔ اب تو امریکہ میں بھی اس موضوع پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور سب نے پاکستانی فوج کا کردار اس میں بتایا ہے۔

یہ واقعہ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ آئی ایس آئی میں کام کرتے ہر کارے خود اپنی فوج اور ایجنسی سے بھی مخلص نہیں۔ ان کا اخلاص صرف ڈالر کے ساتھ ہے از راہِ تفنن آئی ایس آئی کے چلانے والوں کو بھی سوچنا چاہیے کہ جن حوالداروں اور صوبیداروں پر یہ تکیہ کیے ہوئے ہیں وہ ان کی بھی نمک حلالی نہیں کر رہے۔ ان صوبیداروں اور حوالداروں سے بہتر تو سگ ہوتا ہے کہ جس کی روٹی کھاتا ہے اسی پر نہیں غراتا، یہ تو اسی کو بہتر قیمت پر بیچ کھاتے ہیں...

دوسرا واقعہ جو وانا میں پیش آیا وہ تھا کمانڈر الیاس کشمیری صاحب کی شہادت کا۔ ان کی شہادت سے چند روز قبل ہی استاذ ان سے ملے تھے اور بعد ازاں استاذ کو جنوبی وزیرستان سے شمال کی جانب جانا تھا۔ کمانڈر صاحب کی شہادت کے واقعے کے وقت راقم وانا میں ہی موجود تھا۔ یہ جون ۲۰۱۱ء کی شاید دو یا تین تاریخ تھی۔ راقم بھائی داؤد غوری کے ساتھ ہشام گل بھائی کو ان کے سسرال سے لینے کے لیے گیا۔ ہم ہشام بھائی کے سسرالی مکان کے باہر کے احاطے میں موجود تھے جو دراصل ایک سیب کا باغ تھا۔ ہم گاڑی میں بیٹھنے والے تھے اور ہشام بھائی ابھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ گاڑی تک نہیں پہنچے تھے۔ رات گئے کا وقت تھا شاید گیارہ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

داؤد بھائی نے مجھے کہا 'دعائیں وغیرہ پڑھ لیں...'، ڈرون طیاروں کی گردش بہت ہی زیادہ تھی، غالباً پانچ ڈرون فضا میں موجود تھے۔ ابھی وہ یہ جملہ ادا کر کے خاموش ہی ہوئے تھے اور میں جو آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا، ایک دم چونکا۔ ایک روشنی پیدا ہوئی اور چلتی ہوئی ایک جانب کو گئی اور دو چار سیکنڈ بعد ایک کڑکے کی آواز آئی، ڈرون نے میزائیل داغا تھا۔ داؤد بھائی نے مجھے فوراً قریبی درختوں تلے چھپنے کا کہا اور خود بھی دوڑ لگا کر ایک درخت تلے بیٹھ گئے۔

چند منٹ بعد ڈرون نے ایک اور میزائیل داغا۔ پھر پانچ منٹ کے وقفے سے ایک اور... پھر پانچ سات منٹ بعد ایک اور... صحیح تعداد یاد نہیں لیکن غالباً ڈرون طیاروں نے نو میزائیل فائر کیے۔

ہم بھی درخت تلے، دبکے بیٹھے رہے۔ اللہ پاک اس رات کو اوسان پر طاری ہونے والے خوف کے بدلے قبر و قیامت کی سختی سے بچالیں اور مجھ سمیت تمام امتِ مسلمہ کی مغفرت فرمائیں۔

تقریباً ساڑھے بارہ بجے نسبتاً فضا میں شور کم ہونا شروع ہوا، لیکن تب بھی دو تین ڈرون مستقل تھے۔ پھر ہم اٹھے، گاڑی سے اپنا اسلحہ لیا، گاڑی بند کی اور مکان کے اندرونی حصے کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں موجود ساتھی پہلے ہی چوکس بیٹھے تھے اور پہرا دے رہے تھے۔ کچھ دیر تو ہم بھی سہمے رہے لیکن پھر نیند کا غلبہ ہم پر طاری ہو گیا۔

اگلے روز علی الصبح ہم اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے، ڈرون اب کافی کم ہو چکا تھا۔

صبح سات آٹھ بجے کے قریب مخابرے[1] پر سنا کہ رات الیاس کشمیری صاحب پر ڈرون حملہ ہوا ہے اور وہ شہید ہو گئے ہیں۔

لیکن چند روز بعد ہمیں معلوم ہوا کہ مذکورہ حملے میں کشمیری صاحب یا تو معمولی زخمی ہوئے تھے یا مکمل بچ گئے تھے۔ شہداء کی نعشوں کے ساتھ ان کو نکالا گیا تھا اور دوسری جگہ ان کو منتقل بھی کر دیا گیا۔ دورِ گزشتہ کے میر صادق و میر جعفر تو اقتدار کی خاطر دشمن کا ساتھ دیتے تھے لیکن عصرِ حاضر کے میر جعفر و میر صادق، پاکستانی فوج کے افسر ڈالر کی ہڈی کی خاطر یہ کرتے ہیں، وہ بھی زیادہ نہیں نہایت کم... امت کے سرمائے اور گراں قدر قائدین کی جان کے بدلے پچاس، اسّی ہزار یا لاکھ روپیہ... سو پاکستانی فوج جس قبائل میں ڈرون حملوں کی جاسوسی کے لیے کئی نیٹ ورک چلاتی تھی، انہی ہر کاروں میں سے ایک کشمیری صاحب کے ساتھ لگا تھا اور یہ بدبخت جانتا تھا کہ کشمیری صاحب محفوظ رہے ہیں۔

اگلی شب دوبارہ ڈرون طیاروں نے وار کیے اور اب کی باری یہ شیر عزت و توقیر کی موت کو گلے لگائے، جنتوں کو سدھار گیا۔

کشمیری صاحب کی جہادی زندگی کا ایک پہلو ان کا پاکستانی فوج سے تعلق ہے۔ ایسا تعلق جو فوج سے تعاون لینے کے ساتھ شروع ہوا اور پھر دشمنی اور آخر میں کشمیری صاحب کی شہادت پر منتج ہوا۔

کشمیری صاحب کا تعلق آزاد جموں و کشمیر کے ضلع میرپور کی تحصیل ڈڈیال سے تھا۔ ابتدائے جوانی میں آپ راہِ جہاد کے راہی بنے۔ ایک عظیم جہادی کمان دان اور منجھے ہوئے عسکری قائد اور استاد تھے۔ ہزاروں نوجوان آپ کے زیرِ تربیت رہے اور کشمیر، ہندوستان، افغانستان، تاجکستان اور پاکستان کے جہاد میں شامل ہوئے۔ کشمیری صاحب نے خود براہِ راست وادیٔ کشمیر میں ایک لمبا عرصہ گزارا اور کئی بڑی بڑی جہادی کارروائیاں کیں۔ وہیں انڈین آرمی کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور پھر جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔

---

[1] وائرلیس کمیونیکیشن سیٹ ر وا کی ٹا کی

بنڈالہ (آزاد کشمیر) کے علاقے میں بھارتی فوج سنہ ۹۶ یا ۹۷ء میں گھس آئے اور نہتے مردوں، عورتوں اور بچوں کا قتلِ عام کیا۔ کشمیری صاحب نے اس حملے کا انتقام لیا اور خود دہند و فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ مشہور بات ہے کہ پرویز مشرف نے انہیں ایک لاکھ روپیہ بطورِ انعام دیا۔

اس زمانے میں جہادِ کشمیر کی اکثر ترتیبات یا تو پاکستانی فوج کے تابع ہوتی تھیں یا پھر ان کے تعاون سے چلتی تھیں۔ کشمیری صاحب بھی درجۂ تعاون میں پاکستانی فوج سے تعلق رکھتے تھے اور پرویز مشرف کا انعام دینا بھی اسی کا ایک پہلو تھا۔

نائن الیون کے بعد جب پاکستانی فوج اور اس کے جرنیلوں نے قلابازی لگائی اور کل کے مجاہد آج کے دہشت گرد قرار پائے تو کشمیری صاحب بھی ۲۰۰۳ء میں پابندِ سلاسل کیے گئے۔ پھر ۲۰۰۴ء میں رہائی پائی اور وزیرستان کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس فوج کا کردار وہ قریب سے جانتے تھے اس لیے امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی بننے کے بعد آپ کے لیے اس فوج کے خلاف فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ آپ نے شیخ اسامہ بن لادن کی بیعت کی اور اپنے مجموعے سمیت القاعدہ کی قیادت کے تابع ہو گئے۔ بعد ازاں آپ کے ساتھیوں نے متعدد کارروائیاں افغانستان، پاکستان اور ہندوستان میں کیں۔ چند کارروائیوں میں ممبئی میں یہودیوں کا قتل، پیون میں کارروائیاں اور میجر جنرل فیصل علوی کا قتل ممتاز ہیں۔

وہی فوج جو کل آپ کی معاون تھی، جب فرنٹ لائن اتحادی بنی اور جب ۲۰۱۱ء میں آپ کو امریکہ نے شہید کرنا چاہا تو اسی فوج نے آپ کی مخبری کی۔ پہلی رات جب ڈرون حملہ ہوا تو اس حملے کے دوران پاکستانی فوجیوں نے وانا بازار کا محاصرہ کر لیا۔ دراصل ہسپتال بھی وانا بازار کے اندر تھے... اس اندیشے کے پیشِ نظر کہ کشمیری صاحب اگر زخمی ہوئے ہوں گے تو ہسپتال لائے جائیں گے، فوج نے بازار کا گھیراؤ کر لیا کہ اگر آپ بازار لائے جائیں تو یہ ان کو گرفتار کر لیں۔ اور فوج نے بہانہ یہ بنایا کہ ہم بازار کی حفاظت کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ الیاس کشمیری یہاں ہے اور کہیں امریکی چھاپہ نہ ماریں اور ان کو نہ لے جائیں اس لیے ہم بطورِ محافظ یہاں آئے ہیں۔

دوسرا کام فوج نے یہ کیا کہ ان دنوں وانا سے شمالی وزیرستان کی طرف جو راستہ جاتا تھا وہ انگور اڈا سے شوال کی طرف تھا۔ اس راستے پر فوج نے ایک بڑی بارودی سرنگ لگا کر سڑک میں ایک بہت بڑا شگاف پیدا کر دیا جس کے سبب شمال جنوب کا یہ راستہ منقطع ہو گیا۔ اس کا سبب بھی یہی تھا کہ فوج نہیں چاہتی تھی کہ کشمیری صاحب وانا سے نکل سکیں سو ان کو وانا میں زمینی اور فضائی طور پر گھیرے میں لیا گیا اور پھر شہید کیا گیا۔

یہ دو آخری بڑے واقعات تھے جن کا راقم نے وانا میں آخر آخر میں مشاہدہ کیا اور اس کے بعد ہماری انگور اڈا کی طرف تشکیل ہو گئی۔ یہ تشکیل تقریباً دو ماہ کی تھی اور پھر راقم استاذ کے حکم پر شمالی وزیرستان کے صدر مقام میران شاہ پہنچا۔ باقی کی باتیں ان شاءاللہ اگلی نشستوں میں۔

و آخر دعوانا أن الحمدلله ربّ العالمين۔ و صلى الله على نبينا و قرة أعيننا محمد و على آله و صحبه و من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

نشانِ راہ دِکھاتے تھے جو ستاروں کو......

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے

مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لیے ہے نہ آشیاں کے لیے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بے کراں کے لیے

نشانِ راہ دِکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

دعوت کا اسلوب اور منہج جہاد کی حفاظت و فروغ

(بالخصوص انٹرنیٹ اور بالعموم سب داعیان جہاد کو مخاطب تحریر)

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

اسلوبِ دعوت میں غلو کیوں آتا ہے؟

1. اول سبب... مخاطبین سے استغنا اور بے نیازی!

عزیز بھائیو!

اسلوبِ دعوت میں غلو اور سختی کے کئی اسباب ہیں، ان میں بنیادی تو فکر و عمل اور اخلاق و کردار کا موافقِ سنت نہ ہونا ہے، ذیلی وجوہات میں سے ایک استغنا اور بے نیازی ہے، یہ دونوں اگر دنیاوی معاملات میں خالق کی خاطر مخلوق سے ہوں تو اچھی صفات ہیں مگر ان کا مقام میدانِ دعوت نہیں ہے۔ دعوت میں مخاطبین سے استغنا اور بے نیازی نہیں بلکہ خیر خواہی اور دل سوزی مطلوب ہے۔ داعی کی دنیا و آخرت میں فوز و فلاح مشروط ہی اس سے ہے کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہو وہ دوسروں کے لیے بھی پسند کرے، وہ چونکہ تڑپتا ہے کہ دیگر لوگ بھی اس کی پکار پر لبیک کہیں، اس لیے اپنی دعوت کو اچھے سے اچھا اور زیادہ سے زیادہ نافع بنانے کی اسے فکر ہوتی ہے۔ اس کی مثال اُس ڈاکٹر کی نہیں ہے جو بس بیماری کی تشخیص اور علاج کا اعلان کر کے نکل جاتا ہے، بلکہ وہ تو مریض کو دل و جان سے چاہنے والا معالج ہوتا ہے جو علاج کے ساتھ ساتھ تیمار دار اور غمگسار بھی ہے، جس کا دل بیمار کی ایک ایک آہ کے ساتھ کٹتا چلا جاتا ہے اور جو آخری وقت تک مریض کو بچانے کا جتن کرتا ہے۔

غلو کے شکار فرد کو پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ کوئی دعوت قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے۔ وہ بس اپنے آپ کو بہر صورت حق پر سمجھتا ہے، اپنی نیت اور قلبی کیفیت کا جائزہ نہیں لیتا۔ دعوت کا حق ادا کیا یا نہیں؟ اپنے قول و عمل میں کوتاہی تو نہیں ہوئی؟ کہیں کوئی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت تو نہیں ہو رہی؟ دعوت کی بنیاد جہالت و لاعلمی تو نہیں؟ کہیں اسلوب اور انداز میں زیادتی تو نہیں ہوئی؟ ان تمام امور سے بے نیاز بس اپنی برتری کا خیال لیے اسے 'اظہارِ حق' کرنا ہے، یہ احساس ہی ہے کہ جو عجب اور کبر میں تبدیل ہوتا ہے اور وہ پھر انتہائی روکھے سوکھے انداز میں اپنی دعوت کا اعلان کرتا ہے۔ قرآن و سنت میں داعی کا جو مزاج ہے وہ اس سے بالکل الٹ ہے، انبیاء کرام کو قوم کے ایک ایک فرد کو بچانے کی فکر ہوتی تھی، اس مقصد کے لیے وہ دن رات ایک کیے ہوئے تھے، لوگوں کو ہدایت پر لانے کی خاطر سب سے زیادہ دکھ انہوں نے جھیلے ہیں، وہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی قوم کے لیے ہدایت مانگتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس غم نے اس حد تک گھلا دیا تھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے بھی سات آسمان اوپر سے گواہی بھیجی، ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا﴾ یعنی "اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید تم ان کے پیچھے رنج کر کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تڑپ دیکھیے کہ عین جنگ کا موقع ہے، یہود جیسی بدترین مخلوق کے خلاف حضرت علی رضی اللہ کو تلوار دے کر روانہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی نصیحت فرماتے ہیں کہ " لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ"، یعنی "تمہارے ہاتھ پر ایک آدمی کو بھی اللہ نے ہدایت دی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ اچھا ہے"۔

2. دوسرا سبب... کم فہمی اور نصرت کا غلط مفہوم لینا

اسلوبِ دعوت میں غلو آنے کا دوسرا سبب کم فہمی ہے، اللہ کے شرعی اور تکوینی اصول کوئی بھی جانتا ہو تو وہ جہادی کامیابی کے لیے اللہ کے بعد اپنے آپ کو مسلمان عوام کی نصرت و تائید کا محتاج سمجھے گا۔ وہ جانتا ہے کہ مومنین کی تائید اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی نصرت کی ایک صورت ہے۔ ﴿هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ یعنی "وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی" لہٰذا وہ یہ تائید حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دعوت کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کے میلوں میں عرب قبائل کو اسلام پیش کرتے تو ساتھ یہ مطالبہ بھی کرتے کہ "مَن يُؤْوِينِي مَن يَنْصُرُنِي؟"، "کون مجھے پناہ دے گا، کون میری مدد کرے گا؟"۔ تو مسلمان عوام کو اپنا مؤید اور انصار بنانا شرعی اور عقلی تقاضا ہے۔ دائرۂ شرعی میں رہ کر مسلمان عوام کو اپنے جہادی کاروان کا حصہ بنانے کی کوشش کرنا واجب قرار دیا گیا ہے، مگر دعوتِ جہاد میں سختی برتنے والے افراد کی کم فہمی دیکھیے کہ وہ اکیلے، چند درجن یا چند سو افراد خود اپنے ہاتھوں ساری دنیا کے مسلمانوں کو اپنا مخالف بھی بناتے ہیں اور پھر پوری دنیا پر غالب ہونے کے خواب بھی دیکھتے ہیں۔ وہ نظامِ کفر کے خاتمے اور نفاذِ شریعت جیسے بڑے دعوے تو کرتے ہیں مگر اس کے لیے عوام اور اہلِ دین کو اپنے ساتھ ملانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہوتی، حقیقت یہ ہے کہ مسلمان عوام کو اپنا حامی اور مؤید بنائے بغیر نظامِ کفر ختم کرنا اور اسلامی شریعت نافذ کرنا تو بہت دور کی بات ہے اپنی تحریک تک کو بھی زیادہ دیر تک جاری نہیں رکھا جا سکتا۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے شیخ ابو مصعب زرقاوی رحمہ اللہ کو اس وقت ایک خط لکھا تھا جب آپ نے امریکیوں کا عراق میں رہنا ناممکن بنا دیا تھا اور قریب تھا کہ امریکی عراق چھوڑ کر بھاگ جاتے، اس خط میں **شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ** فرماتے ہیں:

"جب ہم اپنے دو اہداف کو دیکھیں، یعنی امریکیوں کو عراق سے نکال باہر کرنا اور یہاں اسلامی امارت قائم کرنا، تو ہمیں نظر آئے گا کہ اللہ کی مدد و توفیق کے بعد مجاہدین کے لیے سب سے

مؤثر اور قوی ہتھیار عراق اور اس کے آس پاس علاقوں کے مسلمان عوام کی تائید ہے۔ ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم اس تائید کی حفاظت بھی کریں اور شرعی دائرے کے اندر رہتے ہوئے اسے بڑھانے کی کوشش بھی کریں۔اس حوالے سے آپ کی خدمت میں یہ چند باتیں عرض کروں گا:

اول یہ کہ جب اس میں شک نہیں کہ یہاں اسلام کی فتح اور اس زمین پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام مرتد حکمرانوں کے خلاف جہاد اور انہیں ہٹائے بغیر ناممکن ہے، تو یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ عظیم ہدف ایسی صورت میں کبھی نہیں مل سکتا کہ جہادی تحریک عوام کی تائید و نصرت سے محروم ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی موقع پر مجاہدین بالفرض فتح یاب بھی ہو جائیں لیکن اس وقت عوام کی تائید اگر ان کے پاس نہ ہو تو یہ فتح کسی بھی وقت شکست میں تبدیل ہو سکتی ہے۔

دوسرا یہ کہ تحریکِ جہاد کے ساتھ اگر عوام کی یہ تائید نہ ہو تو تحریک عوامی نظروں سے دور تنہائی میں کچلی جاتی ہے۔ایسے میں پھر جہادی گروہ اور متکبر مسلط طبقے کے درمیان یہ جنگ بس عقوبت خانوں کے اندھیروں میں ہی گم ہو جاتی ہے جس سے مسلمان عوام کو بالکل غافل رکھا جاتا ہے اور ہمارے اوپر مسلط یہ ظالم سیکولر طبقہ یہی تو چاہتا ہے، اسے معلوم ہے کہ تحریکِ جہاد ختم نہیں کی جاسکتی ہے مگر اسے دجل و قوت کے ذریعے عوامی تائید سے محروم ضرور کیا جا سکتا ہے، لہٰذا ہماری بھرپور کوشش ہو کہ ہم اس معرکے میں مسلمان عوام کو اپنے ساتھ معرکے میں شریک کریں، تحریکِ جہاد کی قیادت میں بھی انہیں حصہ دار بنائیں اور ہر اس قدم سے بچیں جو ہماری اس عظیم کشمکش کو عوام سے دور کر دے۔''

ایک اور جگہ شیخ فرماتے ہیں:

''چھاپہ مار جنگ کرنے والے مجاہدین کو ہرگز بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے اگر انہیں زمین چھوڑ کر پیچھے ہٹنا پڑے، کیونکہ ان کی جنگ اصلاً عوام کو ساتھ ملانے کی جنگ ہے نہ کہ زمین پکڑنے کی''[1]

3. تیسرا سبب: مدارات اور مداہنت میں فرق نہ کرنا

دعوت میں غلو کا ایک سبب مدارات کو مداہنت سمجھنا ہے۔ حالانکہ دونوں میں فرق ہے۔ ایک جائز و محمود ہے اور دوسرا مذموم و ممنوع ہے۔ اس فرق کو داعی کے ذہن میں ہونا ضروری ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ مدارات اور مداہنت میں فرق کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

والفرق بين المداراة والمداهنة أن المداراة بذل الدنيا لصلاح الدنيا أو الدين أو هما معا، وهي مباحة وربما استحبت، والمداهنة ترك الدين لصلاح الدنيا

''مدارات اور مداہنت میں فرق یہ ہے کہ مدارات دنیا، دین یا دونوں کے فائدے کے لیے اپنی دنیا کی قربانی ہے اور یہ جائز ہے یا بعض اوقات مستحب ہے جبکہ مداہنت سے مراد دنیاوی فائدے کی خاطر دین پر سمجھوتا کرنا ہے۔''

آپ ﷺ سے روایت ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات صدقہ ہے؛ مداراة الناس صدقة[2]۔ شارح حدیث ابنِ بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

المداراة من أخلاق المؤمنين، وهي خفض الجناح للناس، وترك الإغلاظ لهم في القول، وذلك من أقوى أسباب الألفة

''مدارات مؤمنین کے اخلاق کا حصہ ہے، اور اس سے مراد لوگوں کے سامنے اپنے کندھے جھکانا اور باتوں میں ان کے ساتھ سختی نہ کرنا ہے، اور یہ صفت بلاشبہ الفت و محبت پیدا کرنے کا ایک طاقتور ذریعہ ہے۔''

پس مخاطب کی مخالفت پر صبر کرنا اور دعوت میں نرم و شائستہ ایسا مفید اسلوب اپنانا کہ جس میں حق ہی کی طرف بلانا ہو اور مخاطب کے باطل کو بالکل بھی صحیح نہیں کہا جا رہا ہو، مدارات ہے، یہ محمود و مطلوب ہے، لیکن اگر اس نرمی میں حق کو باطل یا باطل کو حق بھی کہا جا رہا ہو تو یہ مداہنت ہے اور یہ منع ہے۔ داعی کو اس لیے بھی مداہنت اور مدارات کے سرحدات سمجھنا ضروری ہے کہ مدارات کے نام پر مداہنت نہ ہو اور مداہنت کی مخالفت کرتے ہوئے کہیں مدارات کو بھی ترک نہ کر بیٹھے۔ افسوس ہے کہ آج بعض اہلِ دین دعوت کی مصلحت کے نام پر جمہوریت، وطنیت اور لادینیت (سیکولرازم) تک کی تائید کرتے دکھائی دیتے ہیں، نظام کفر کے خلاف مقاومت اور مخالفت مطلوب ہے مگر یہ حضرات اس کے ساتھ مفاہمت و معاونت کا رویہ رکھے ہوئے ہیں اور کوئی اور اگر فرض کی پکار پر لبیک کہہ کر نظام باطل کے خلاف کھڑا ہوتا ہے اور بدترین منکر (نظام کفر) کا رستہ روکنے کے لیے میدان جہاد میں اترتا ہے تو یہ ان پر فسادی کا الزام لگاتے ہیں۔ اب یہ طرزِ عمل شرعی احکامات کی واضح خلاف ورزی ہے مگر عجیب یہ کہ اس غیر شرعی رویے کو بھی مصلحت دینی کا نام دیکر شرعی ثابت کیا جاتا ہے جو سراسر زیادتی ہے، یہ مداہنت ہے اور یہ ہی وہ وبائے عظیم ہے کہ جس کے نتیجہ میں آج اللہ کی شریعت مغلوب جبکہ غیر اللہ کا کفریہ نظام غالب ہے۔ لہٰذا اس مداہنت کی پہچان کرانا اور اس کی مخالفت انتہائی ضروری ہے اور مجاہدین کو بھی اپنے اعمال میں اُس سرخ لکیر پر ہر وقت نظر رکھنا اور اس سے کوسوں دور رہنا چاہئے جہاں سے مداہنت کا تباہ کن دائرہ شروع ہوتا ہے، دوسری طرف اس مداہنت کے ردِ عمل میں ایسی ذہنیت بھی ہمارے بعض حلقوں میں پیدا ہو گئی ہے جو مدارات کو بھی مداہنت سمجھتی ہے، دعوت میں باطل کو عین باطل اور حق کو عین حق کہا جا رہا ہو، پھر حق ہی کی طرف بلایا جاتا ہو اور پورا دعوتی عمل دائرہ شریعت کے اندر انجام دینے کا بھرپور اہتمام بھی

[1] فرسان تحت راية النبی ﷺ

[2] الطبرانی وابن السنی

کیا جارہا ہو مگر چونکہ اسلوب نرم و شائستہ اور مبنی بر حکمت ہے، جو کہ خود مطلوب ہے، اس لیے یہ ذہنیت اپنی دانست میں اس دعوت پر بھی مداہنت کا ٹھپہ لگا دیتی ہے، اس کو یہ دعوت قابل قبول نہیں۔ اسے تشفی تب ہوتی ہے جب دعوت کا اسلوب اپنی روح اور قالب دونوں میں انتہائی سخت و دوٹوک ہو اور اس میں مخاطب کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی نہیں بلکہ شدید نفرت، عداوت اور تحقیر ہو، اس سارے رویئے کو یہ ذہنیت حق کا تقاضہ سمجھتی ہے، حالانکہ یہ غلو ہے، یہ وہ غلو ہے کہ جس سے دعوت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے اور جہاد کا الٹا نقصان ہوتا ہے، اور اس غلو کا سبب یہی مداہنت اور مدارات میں فرق نہیں کرنا ہے۔

4. چوتھا سبب؛ عجلت اور تاریخ دعوت سے غفلت!

اسلوبِ دعوت میں درشتی کا ایک بڑا سبب عجلت بھی ہے اور اس کا شکار بعض اوقات اچھے بھلے داعی بھی ہو جاتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اہلِ دین، بالخصوص علماء کرام اور دینی سیاسی جماعتوں کا طبقہ ان کا ساتھ نہیں دیتا، سرد مہری دکھاتا ہے یا کسی درجہ میں مخالفت کرتا ہے تو ان کے ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور ان کی دعوت میں تلخی اور سختی آجاتی ہے۔ ہمارے سامنے اگر یہ تاریخی حقیقت ہو تو ہم تلخی کا شکار نہیں ہوں گے کہ جب بھی کبھی کوئی انقلابی ایسی نئی تحریک اٹھی ہے جو پہلے سے مسلط نظام کے لیے حقیقی خطرہ ہو، تو اس کا ساتھ دینا کبھی سہل نہیں ہوتا، حاضر والوقت نظام سے لڑنا تمام آفات و مصائب کو اپنے اوپر وعوت دینا ہے۔ اس لیے ایسی تحریک کی دعوت کے مقابل لوگ تین حصوں میں بٹ جاتے ہیں۔ صرف سچائی پسند مگر عالی ہمت اور اولوالعزم افراد کا گروہ ہی دعوت پر لبیک کہتا ہے اور اپنے آپ کو مصائب و آلام کے پہاڑ اٹھانے کے لیے آگے کرتا ہے، یہ طبقہ آغاز میں ہمیشہ قلیل ہوتا ہے۔ دوسرا وہ طبقہ ہے کہ جو بر سرِ اقتدار ہوتا ہے یا جس کے مفاد رائج نظام کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ اس تحریک کی مخالفت اور اسے کچلنے کے لیے میدان میں آتا ہے۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جسکو ان کی معمول کی زندگی نے مگن کیا ہوتا ہے، یہ بعض اوقات حق و باطل میں تمیز کی خواہش بھی رکھتا ہے اور حق کا ساتھ دینا بھی ان کی چاہت ہوتی ہے مگر چونکہ اس پر بر سرِ اقتدار طاقت کا خوف غالب رہتا ہے، اس لیے یہ بہت سے فوائد قربان کرنے اور بہت سے نقصانات گوارہ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ جب تک تحریک قوت نہیں پکڑتی، تب تک اس میں علی الاعلان دعوت قبول کرنے کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا، یہ حالات کی تبدیلی کا انتظار کرتا ہے۔ اگر تو تحریک فتح یاب ہونے لگتی ہے تو یہ طبقہ گروہ در گروہ نصرت و تائید کے لیے آگے بڑھتا ہے۔ یہ وہ تاریخ ہے جس سے خود رسول اللہ ﷺ کی مبارک دعوت اور اس دعوت کا عظیم قافلہ گزرا، مشرکین مکہ کی جب تک قوت نہیں ٹوٹی تھی تو مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مگر فتحِ مکہ کا موقع جب پہنچتا ہے، ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ تو لوگ گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہو جاتے ہیں، ﴿وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا﴾...

پس اکثریت عوام کی ہو یا اہل دین کی، ان کی سرد مہری یا کسی درجے میں مخالفت دیکھ کر داعیانِ جہاد بے صبرے نہ ہوں، یہ کبھی ہوا ہی نہیں ہے کہ تحریکِ جہاد کٹھن مرحلے سے گزر رہی ہو اور اکثریت نے اس کا ساتھ دیا ہو، لہٰذا اس اکثریت کے ساتھ تعامل میں ہمیں ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾[1] پر عمل کرنا چاہیے۔ خُذِ الْعَفْوَ، یعنی جتنا تعاون اور خیر خواہی وہ آپ کے ساتھ کر سکتے ہیں، بصد شکر یہ اسے قبول کریں، وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ، دل سوزی کے ساتھ دعوت و اصلاح اور تحریض و رہنمائی کا کام جاری رکھیے، دلیل و کردار کے ہتھیار سے عقلوں اور دلوں کو جیتتے جایئے اور ان میں سے جو (زبان و قلم سے) جہل کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کے ساتھ مت الجھیے! وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ آپ کی توانائیاں اور ہتھیار بس نظام کفر کے سرغنوں اور ان کے مسلح کارندوں کے خلاف استعمال ہوں۔

تحریک جہاد کی راہ میں اصل رکاوٹ

ہم مانتے ہیں کہ ان اہل دین کے (بعض) قائدین (بہت) دنیا پرست ہیں، تسلیم ہے کہ مجموعی لحاظ سے ان (دینی سیاسی جماعتوں) کا منہج درست نہیں، انہی کے سبب کفریہ نظام کو تقویت مل رہی ہے اور طاغوتی نظام انہیں اسلام کے خلاف استعمال بھی کر رہا ہے، اس سب پر اتفاق ہے، بیماری کی تشخیص میں دورائے نہیں، سوال علاج پر ہے۔ اگر آپ سیکولرز، دین دشمن طبقوں اور نظام ظلم کے مسلح محافظین کو چھوڑ کر ان دین داروں کو اپنی عداوت کا ہدف بناتے ہیں اور ان کے خلاف تکفیر کے فتاویٰ جمع کرتے ہیں تو یہ علاج نہیں، بلکہ بیماری میں اضافہ کرنا ہے۔ اس وقت یہاں تحریکِ جہاد کے رستے میں عملی رکاوٹ یہ طبقہ نہیں، یہ ختم بھی ہو جائے تو آپ کا کام ختم نہیں ہوتا۔ یہاں اصل رکاوٹ وہ لادین ہیں جو ائمہ کفر کے آلہ کار اور نظام ظلم کے علمبردار بن کر اپنے کرایہ کے قاتلوں کے ذریعے زندگی کے تمام رستوں پر قابض ہیں اور بندوق کے نوک پر مسلمان عوام کو غلام بنائے ہوئے ہیں۔ کفر و نفاق کی علامت یہ حکمران طبقہ، روپے پیسہ کے غلام یہ جرنیل اور مسلمانوں کا خون کرنے والے ان کے یہ اجرتی قاتل... یہ وہ ناسور ہیں کہ جن کے دم قدم سے تمام تر فساد کی جڑ یہ نظام باطل قائم ہے اور یہی وہ دغہ باز طبقہ ہے جس نے اپنی کھالیں اور عیاشیاں بچانے کی خاطر ان دین داروں کو ہمارے مقابل کیا ہے۔ یہ دین دشمن چاہتے ہی یہ ہیں کہ ہم دین داروں کے ساتھ تو الجھ جائیں جبکہ خود ان بے دینوں

[1] "(جتنا وہ تمہیں خوشی سے دینا چاہے، بس وہ لیا کرو، یعنی) درگزر کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں کی جہالت سے اعراض کیا کرو"

کی جانیں چھوٹ جائیں۔ ایسے میں دین داروں کو دست و گریبان دکھا کر یہ نفسِ دین کے خلاف پھر پراپیگنڈا تیز کرتے ہیں کہ مسئلہ (نعوذ باللہ) دین میں ہے اس لیے کہ دیندار ہی ایک دوسرے کو کاٹ رہے ہیں، یعنی ایک تیر سے دو شکار...! یہ ہوا تو ہماری دعوت کا گلہ گھونٹنے کے لیے بے دین نہیں، دین دار پھر کافی ہوں گے۔ ہم جتنا بھی ان دین داروں کے خلاف فتاویٰ اور لڑائی کا محاذ گرم کریں گے، اتنا ہی ہماری دعوت مبہم اور اپنے ہدف سے دور ہوتی جائے گی، پھر اس سے تیز رفتار کے ساتھ ہماری تحریک سکڑتی، تنہاء ہوتی اور ختم ہوتی جائے گی۔ لہٰذا ان دینداروں کے ساتھ فتاوی کی زبان نہیں، دعوت کی زبان ہم بولیں۔ دھمکی، تحقیر اور سب و شتم نہیں، دلیل اور دل سوزی کا انداز اپنائیں اور ایسا کرتے ہوئے ان کا حکم شرعی جاننا اور اسے ہر وقت مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے، تاکہ دامنِ اعتدال نہ چھوٹ پائے۔

داعش سے بدتر فکر اور داعیِ جہاد کی ذمہ داری

دینی سیاسی جماعتوں سے منسلک یہ افراد اہل دین ہیں، ان کے ساتھ کئی امور میں ہمارا اتفاق ہے اور کئی میں بہر حال اختلاف ہے۔ ان میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ پھر سیکولر جماعتوں کی نسبت یہ اہل دین ایک لحاظ سے ہمارے حلیف ہیں، حریف نہیں۔ لادینوں کی نسبت ہمارے اور ان کے بیچ بہت کچھ مشترک ہے اور داعی کا تو کام ہی مشترکات ڈھونڈنا ہوتا ہے اور وہاں سے پھر بات آگے بڑھا کر اُن امور کا بطلان ثابت کرنا ہوتا ہے جن کو وہ باطل سمجھتا ہو۔ اس طرح کردار و اخلاق کے لحاظ سے بھی یہ دیندار سب ایک سطح کے نہیں۔ مکرر عرض ہے؛ رائج نظام کی بات نہیں ہو رہی، یہ بلاشبہ کفریہ نظام ہے، اس نظام میں شرعی تاویل کی بنا پر خدمتِ دین کا نام لے کر جو شریک ہیں، ان کی بات ہو رہی ہے۔ کیا یہ کافر ہیں؟ نعوذ باللہ! قطعاً نہیں۔ ان کا شرعی حکم علماء جہاد نے بیان کیا ہے۔ ان اہل دین کو مطلقاً کافر قرار دینا... عام عوام کی ووٹ ڈالنے کے سبب تکفیر کرنا، یا حیلے بہانوں سے مسلمان عوام کے جان و مال کو اپنے لیے مباح کرنا انتہائی سنگین زیادتی ہے اور یہ وہ مبنی بر غلو تکفیری سوچ ہے کہ جس نے الجزائر سے شام و عراق تک دعوت جہاد کو تباہ کیا ہے۔ اس فکر و کردار کے حامل افراد میں سے ایسے بھی تھے جو زبان سے تو مسلمان عوام یا دیگر اہل دین کی تکفیر نہیں کرتے تھے، ان سے اگر عوام کا شرعی حکم پوچھا جاتا، تو جواب میں انہیں مسلمان ہی بتاتے، مگر میدانِ عمل میں ان کا طرزِ عمل اپنے اس دعویٰ کے بالکل خلاف ہوتا تھا، عملاً وہ جماعتی تعصب کی ایسی غلاظت میں لتھڑے ہوتے کہ اپنی جماعت یا گروہ سے باہر عامۃ المسلمین کیا، اہل دین اور مجاہدین تک کے ساتھ بھی کافروں (یا کم از کم باغیوں) جیسا تعامل کرتے تھے۔ ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کا معاملہ انتہائی ہلکا لیتے اور خود ساختہ تاویلات سے انہیں اپنے لیے مباح کرتے تھے۔ کیوں؟ سبب کیا ہوتا تھا؟ بس یہ کہ فلاں میری جماعت میں کیوں نہیں؟ فلاں مسلمان ہے، اہل دین ہے، بلکہ مجاہد بھی ہے، شریعت اس کی جان و مال اور عزت کی حرمت بتاتی ہے، مگر یہ افراد اس وجہ سے اس فلاں کو برداشت نہیں کرتے تھے کہ یہ میرے گروہ میں کیوں نہیں؟ یہ میرے ہی جتھے کو قوی کیوں نہیں کرتا؟ اس سوچ کے حامل افراد دعوت و جہاد کے لیے ہمیشہ زیادہ خطرناک ثابت ہوئے ہیں، ان میں سے کوئی اپنے اوپر داعش کا لیبل نہیں لگا رہا ہوا اور اہل سنت والجماعت کے ساتھ اپنے آپ کو جوڑتا ہے، تو محض زبانی کلامی جوڑنے سے کیا ہوتا ہے؟ یہ اخلاق اور یہ فکر اہل سنت کی نہیں ہے اور یہی وہ فکر و عمل ہے جو دعوتِ جہاد کی بدنامی کی باعث ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ داعشی ہونا کسی خاص جماعت سے منسوب ہونے کا نام صرف نہیں، یہ فکر و عمل اور اخلاق و کردار کا نام ہے۔ اگر کوئی فرد جماعتی لحاظ سے داعشی نہ بھی ہو مگر اس کی فکر مبنی بر غلو ہو، اہل سنت والجماعت اور عصر حاضر کے معروف اکابر علماءِ جہاد کے راستے سے اس کا منہج ہٹا ہوا ہو، خواہش نفس، گروہی تعصب اور انتقامی نفسیات کا وہ تابع ہو اور حیلے بہانوں سے مسلمانوں کی جان و مال کو مباح کرتا ہو، تو وہ لاکھ داعش کی مخالفت کرے، وہ بدرجہ اولی داعشی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے افراد تحریک جہاد کے لیے داعش کی نسبت زیادہ خطرناک ہیں، اس لیے کہ داعشیوں کے جرائم واضح ہو چکے، وہ اب فساد کا استعارہ بنے ہوئے ہیں اور خودکشی کے راستے پر گامزن ہیں، جبکہ ایسا فرد اپنے آپ کو داعش کا مخالف بتا کر بھی اپنی زبان و عمل سے دعوت و جہاد کو نقصان دے رہا ہے۔ پس جس طرح داعش نے دعوت و جہاد کو نقصان پہنچایا، اسی طرح اس مبنی بر غلو فکر و عمل نے بھی دشمنانِ جہاد کی کوئی کم خدمت نہیں کی۔ لہذا تحریکِ جہاد کو حوادث سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ اس فکر، اخلاق اور منہج کو پہچانا جائے، یہ شر ہے اور خیر پر عمل کے لیے اس سے متعلقہ شر کا علم حاصل کرنا واجب ہوتا ہے، لہذا اس فکر و منہج کی پہچان، اس سے دور ہونا اور اس سے امت کے نوجوانوں کو دور کرنا آج داعیانِ جہاد و مجاہدین کا فرض بنتا ہے۔ اس طرح ہر عمل سے پہلے علم فرض ہے اور اس کا اہتمام اگر نہیں کیا گیا تو اللہ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی اس زمرے میں شمار ہو جائے کہ جس کے بارے میں اللہ فرماتا ہے ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا﴾ ''کہہ دو کیا میں تمہیں بتاؤں جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں''، ﴿الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾ ''وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں''۔

بلا تکفیر و تحقیر بھی نقد و اصلاح ممکن ہے!

مسئلہ یہ ہے کہ اس نظامِ کفر میں شرعی تاویل کے ساتھ دین کی خدمت کے نام پر اگر کوئی شرکت کرتے ہوں تو علماء جہاد کے مطابق یہ زیادتی ہے، گناہ ہے، حرام ہے، اس کی بھرپور مخالفت ہو اور دعوت و اصلاح کی زبان سے ایسے افراد کی اس غلطی پر علانیہ نقد ہو مگر ان افراد کی تکفیر نہیں ہو گی۔ یہ افراد جیسا کہ پہلے عرض ہوا سب ایک سطح کے نہیں ہیں، کوئی خاص قائد ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جو دعوتِ دین و جہاد کو نقصان دینے میں بہت آگے ہو اور بعض اوقات خود اس کی کوئی ذاتی حرکت اس کے دعوی ایمان کی بھی نفی کر رہی ہو، مگر اس کے باوجود ہمیں خاص اس ایک کے فرد کے خلاف بھی تکفیر کی زبان استعمال کرنے سے گریز کرنی چاہیے۔ اس

کے خلاف اس طرح فتویٰ کی زبان سے خود دعوت و جہاد کا نقصان ہوتا ہے۔ علماء اہل سنت کا طریقہ رہا ہے کہ کسی معیّن فرد یا گروہ کے متعلق تکفیر کا اعلان کرنے سے پہلے دعوت و تحریک کے مصالح و مفاسد کا بھی جائزہ لیتے۔ اگر کسی شخص نے اسلام کا لبادہ اپنے اوپر ڈالا ہو جبکہ حقیقت میں اس نے کفر اختیار کیا ہو، تو اسلاف کی اتباع کرنے والے علماء کرام کے ہاں دیکھا جاتا تھا کہ ایسے فرد کو علانیہ کافر قرار دینے یا اسے قتل کرنے سے دعوت و تحریک کو فائدہ ہوگا یا نقصان؟ اگر نقصان کا خدشہ زیادہ ہوتا تو اُس فرد کے اعمال پر اس کا نام لیے بغیر مطلقاً نقد ہوتی، اصلاح کی کوشش ہوتی، اس کے شر کے آگے بند بھی باندھا جاتا تھا مگر تعین کے ساتھ نہ اس کی تکفیر ہوتی تھی اور نہ ہی اسے قتل کیا جاتا تھا۔ رئیس المنافقین عبد اللہ ابن ابی کے ساتھ آپ ﷺ کا تعامل ہماری نظر میں ہو، جب صحابہ نے اسے قتل کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا "دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ"[1]۔ "چھوڑو اسے (تاکہ) لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے"۔

ایک اور نکتہ بھی ملاحظہ ہو، رئیس المنافقین عبد اللہ ابن ابی انصار کے قبیلے خزرج کا تھا، قبیلہ ایک ہونے کے سبب اس قبیلے کے سردار، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے، جلیل القدر صحابی ہونے کے باوجود بھی یہ گوارا نہیں کیا کہ کسی دوسرے قبیلے کا فرد اسے قتل کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عبد اللہ بن ابی کو قتل کرنے کی اجازت مانگی تو سعد بن عبادہ رضی اللہ کو اس پر غصہ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اس عمل سے باز رہنے کی تاکید کی۔ صحیح مسلم نے یہ واقعہ روایت کرتے ہوئے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا ہے کہ" وكان رجلاً صالحاً ولكن احتملته الحمية"[2] "وہ نیک انسان تھے مگر اس وقت ان پر حمیت کا غلبہ ہوا"۔ گویا آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اگر رسول اللہ ﷺ عبد اللہ ابن ابی کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو انہیں امر دیں، وہ خود اس کا سر تن سے جدا کر دیں گے مگر کسی اور قبیلے کے کسی فرد کا، چاہے وہ صحابی ہی ہو، اسے قتل کرنا، آپ رضی اللہ عنہ کی غیرت کو گوارا نہ تھا۔ بعینہ یہی موقف عبد اللہ ابن ابی کے مومن فرزند حضرت عبد اللہ کا تھا، جب ابن ابی کی شرارتیں زیادہ ہوئیں اور آپ ﷺ کی تکلیف کا بھی حضرت عبد اللہ کو احساس ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ اگر آپ ﷺ میرے والد کا قتل چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیجیے، میں خود اپنے ابا کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دوں گا، لیکن کوئی اور میرے ابا کو قتل کرے اور میں اس زمین پر اپنے باپ کے قاتل کو زندہ دیکھوں، یہ میری برداشت سے باہر ہے![3]

تو محترم بھائیو! قبائلی اور گروہی نسبتیں بہت نازک ہوتی ہیں، اپنی جماعت کے قائد سے کسی فرد کو خود اختلاف ہو گا اور وہ ایک سطح پر اسے برا بھی سمجھتا ہو گا لیکن اگر جماعت سے باہر کوئی اور اس قائد کا نام لیکر اس کو برا بھلا کہے تو جماعتی نسبتیں کھڑی ہو جاتی ہیں اور جذبات بھڑک جاتے ہیں، بالخصوص جب جماعت دینی ہو، اس لیے ان نزاکتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ان دینی سیاسی جماعتوں میں اچھے لوگ بھی ہیں جو دین کے نام سے ان جماعتوں میں ہیں، اپنے قائدین سے ان کی محبت ان قائدین کی دنیا پرستی کے سبب نہیں، بلکہ اس محبت و تعلق کا سبب کسی بھی سطح کی دین کی وہ خدمت ہے جو یہ قائدین کرتے ہیں / یا کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، لہٰذا ان قائدین پر کفر کا فتویٰ لگا کر ہم کیسے امید کرتے ہیں کہ ان کے افراد ہماری دعوت سنیں گے؟ پھر ان پر کفر کے فتاویٰ لگانے سے دیگر اہل دین اور عام عوام کو بھی کوئی ایسا مثبت پیغام نہیں جاتا جو انہیں متاثر کرے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج ہو، آپ کی خواہش ہو کہ ان سیاسی دینی جماعتوں کے افراد کو جمہوریت کا کفر سمجھائیں، انہیں دعوت و جہاد کے نبوی منہج پر لے آئیں اور لوگوں کو بھی ان کے غلط راستے سے روکیں تو ایسے امور میں سیرت نبوی ﷺ سے رہنمائی لیجیے! عمل پر نقد کیجیے مگر کسی کا نام لیے بغیر، کسی خاص فرد پر کفر کا فتویٰ دیے بغیر بس جمہوریت کا باطل ہونا بیان کیجیے۔

لوگ اِن کی بات مانیں گے یا ہماری؟

سانحہ لال مسجد کے فوراًبعد جب سب مجاہدین غم و غصہ سے بھرے ہوئے تھے، ہمارے اعلام سے وابستہ کچھ ساتھیوں نے بھی پاکستان کے ایک بڑے مفتی صاحب کی تصویر منفی انداز میں اپنی ویڈیو میں ڈالی، مفتی صاحب پر (نعوذ باللہ) کوئی کفر یا فسق کا فتویٰ نہیں لگایا تھا، بس مناسب الفاظ میں نقد کی گئی تھی۔ شیخ ابو یحییٰ رحمہ اللہ کو میں نے یہ ویڈیو دکھائی، شیخ نے فوراً روکا، پوچھا یہ تصویر کیوں ڈالی ہے؟ عرض کیا: 'ان مفتی صاحب کا لال مسجد سانحے پر یہ موقف ہے اور انہوں نے یہ اور یہ کام کیے ہیں!'۔ شیخ ناراض ہوئے اور اس عمل کو بالکل غلط کہا، آپ نے فرمایا: 'ان مفتی صاحب کے کتنے معتقدین ہیں؟ ان کے خطبۂ جمعہ میں کتنے لوگ آتے ہیں؟" ظاہر ہے، لاکھوں لوگ انہیں اپنا مرشد سمجھتے ہیں۔ پھر شیخ نے پوچھا" آپ کی اور ہماری بات سننے والے کتنے لوگ ہیں؟ کتنے ہیں جو ہمارے کہنے پر ان مفتی صاحب کو برا کہیں گے اور وہ تعداد کتنی ہے جو مفتی صاحب کے ایک اشارہ پر ہمیں برا کہیں گے؟!" شیخ نے فرمایا:" عام اہل دین عوام آپ کا تقویٰ، آپ کا جہاد، اخلاق اور علم کچھ نہیں جانتے ہیں، آپ کون ہیں؟ کیا ہیں؟ انہیں یہ تو نہیں معلوم، مگر آپ جب ایک ایسی معروف دینی شخصیت کے متعلق برا کہتے ہیں جن سے ان دینداروں کی محبت و عقیدت ہوتی ہے، تو ایسے میں کوئی کیوں آپ کی زبانی انہیں

---

[1] صحیح البخاری

[2] صحیح مسلم و مغازی الواقدی

[3] جوامع الکلم

برا کہے گا؟ اور اس کے بعد یہ مفتی صاحب اگر مجاہدین کو خوارج کہیں تو لوگ کیوں ہمیں خوارج نہیں کہیں گے؟لوگ آپ کی زبان سے ان شخصیات کو نہیں پہچانتے ہیں،بلکہ ان شخصیات کے ذریعے آپ کو پہچانتے ہیں،لہٰذا یہ آپ کے بارے میں جو کہیں گے لوگ اس پر یقین کریں گے!"۔ پھر شیخ نے سیاسی دینی قائدین کے متعلق بھی دعوتی واعلامی ہدایات دیں کہ ان قائدین کا نام لے کر اور تصاویر ڈال کر طنز و تحقیر نہ ہو۔ اگر کہیں نام لینا مجبوری کی حد تک بہت ضروری ہو تو طنز اور فتاویٰ لگائے بغیر کم سے کم تلخی کا اظہار ہو۔ پھر اسلوب پر غصہ و تنگ نہیں، بلکہ ہمدردی و خیر خواہی غالب ہو۔ میں نے عرض کیا کہ "شیخ! پھر جمہوریت کا کفر اور جمہوری منہج کی ضلالت کیسے بیان ہو گی؟ کیسے لوگوں کو ان کا مبنی بر فساد منہج واضح ہو گا؟" شیخ نے فرمایا: 'نفسِ جمہوریت کا کفر بیان کریں، 'اسلامی جمہوریت' نامی اصطلاح کا بطلان کریں، اس فکر کو دلائل و براہین سے رد کریں، بتائیں کہ اس جمہوری نظام میں شامل ہونا نظامِ کفر کو تقویت دیتا ہے، یہ زیادتی ہے، گناہ ہے، مگر اس نقد میں قائدین پر کفر کے فتاویٰ مت لگائیں، قائدین کی تصاویر لگا لگا کر ان پر طنز کے نشتر مت چلائیں، اپنی برتری جبکہ ان کی تحقیر کا مظاہرہ نہ کریں... لیکن اس کے برعکس اگر آپ ان کے ساتھ درشتی و تحقیر کا رویہ اپنائیں گے تو ان قائدین کے پیچھے چلنے والے لوگ تعصب کا شکار ہوں گے، وہ آپ کی دعوت پر کان نہیں دھریں گے اور یوں ان کی موجودہ مخالفت بعد ازاں واضح دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی"۔

دعوتِ جہاد میں مصروف بھائیو!

عرض یہ ہے کہ ان جماعتوں اور شخصیات کے ساتھ دلیل اور دل سوزی کے ساتھ اختلاف ہو، ان کے دلائل اور طرزِ عمل کا رد بھی ہو مگر یہ نقد تکفیر کے لہجے میں نہ ہو، بلکہ تفہیم اور دردمندی کے انداز میں ہو۔ نیز ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اہل دین میں سے جو بھی ہماری دعوت کی مخالفت کرتے ہیں، انکی نیتوں پر کبھی بھی وار نہ ہو، بس عمل اور کردار سے اختلاف ہو۔ اس طرح دوسرا نکتہ یہ کہ کسی شخصیت کو آپ برا سمجھتے ہوں مگر دعوت کے مخاطبین اسے نیک اور خادمِ دین سمجھتے ہوں، تو آپ کا اسے برا کہنے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے سے مخاطبین آپ کی بات کبھی نہیں سمجھیں گے، اس شخصیت کو برا اعلان کیے بغیر اس عمل کی برائی واضح کیجیے جس کی وجہ سے وہ برا ہے، دلائل، دل سوزی اور تواضع کے ساتھ آپ اُس برائی کو برائی ثابت کریں گے تو مخاطبین خود ہی اس فرد کو بھی برا سمجھیں گے اور خود سے اس کی اُس برائی کی مخالفت شروع کریں گے۔

(جاری ہے، ان شاءاللہ)

★★★★★

بقیہ: مجاہدین کی خدمت میں چند نصیحتیں

تاکہ جس پاکیزہ نعرے کو لے کر وہ اٹھے ہیں یعنی شریعت یا شہادت کا نعرہ اُسے علیٰ وجہ البصیرۃ سمجھ کر اپنے جہادی قافلے کو آگے بڑھائیں۔ اللہ ان کے معاملات میں برکتیں نازل فرمائیں، آمین۔

اللهم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، آمین۔

---

[1] محسن الفضلی رحمہ اللہ شیخ اسامہ بن لادن کے سپاہیوں میں سے ایک سپاہی تھے اور امارتِ اسلامی افغانستان کے قیام کے وقت قندھار میں برسرِ پیکار تھے۔ شام میں جہاد کی چنگاری بھڑکنے کے بعد آپ شام میں تنظیم القاعدہ کی جانب سے مصروفِ عمل تھے اور جماعت الدولۃ کی جانب سے برپا کردہ فتنے کے ابتدائی دور میں آپ کی مصالحانہ کوششیں قابل قدر رہی ہیں۔ آپ کی سال ۲۰۱۵ء میں شام میں امریکی ڈرون حملے میں شہادت ہوئی۔

[2] یمن میں تنظیم القاعدہ (انصار الشریعہ) کے امیر اور بانی رہنما۔ شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے افغانستان میں قریبی ساتھی اور ذاتی محافظ۔ آپ کی سال ۲۰۱۵ء میں امریکی ڈرون حملے میں یمن کے شہر مکلاء میں شہادت ہوئی۔

مشرقی ترکستان (سنکیانگ) کے بورڈنگ سکول اصل میں جیلیں ہیں!

چین بورڈنگ سکولوں کے ذریعے بچوں کو والدین سے الگ کر رہا ہے۔ ۲۰۱۵ء سے ۲۰۱۸ء تک مجموعی طور پر چین میں نرسری کی سطح پر بورڈنگ سکولوں میں داخل کیے جانے والے بچوں کی فیصدی شرح میں آٹھ فیصد اضافہ ہوا اور سنکیانگ میں یہ اضافہ بیاسی فیصد ریکارڈ کیا گیا، جبکہ سنکیانگ کے ایغور اکثریتی علاقے میں یہ شرح ایک سو اڑتالیس فیصد ہے! چین کے بورڈنگ سکول یوں تو کسی بھی ملک میں پائے جانے والے بورڈنگ سکولوں کی طرح ہی ہوتے ہیں لیکن سنکیانگ یعنی مشرقی ترکستان اور یہاں بھی خاص طور پر ایغور مسلمانوں کے علاقوں میں یہ بورڈنگ سکول جیل کی مانند ہوتے ہیں... ان سکولوں میں بچوں کو ماں باپ سے چھین کر زبردستی داخل کیا جاتا ہے۔

ایک یورپی محقق ڈاکٹر ایڈرین نے اس صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"سنکیانگ کی انتظامیہ کوشش کر رہی ہے کہ وہ نوجوان نسل پر مکمل کنٹرول کر لیں تاکہ ایک نئی نسل تیار کی جا سکے... جس کا اپنے بزرگوں سے، مذہب اور عقائد سے اور ثقافتی روایات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ہم اسے ثقافتی نسل کُشی کہہ سکتے ہیں۔"

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي الَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ

"کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں؟"

(تعلیم، حکمِ تعلیم اور نظامِ تعلیم پر بحث کرتا ایک مقالہ)

مولانا ڈاکٹر عبید الرحمٰن المرابط حفظہ اللہ

مقدمہ

مجاہدین کے درمیان تعلیمی نظام کے حوالے سے وحدتِ فکر پیدا کرنے کے لیے پہلے ارادہ بنا کہ از خود کوئی تحریر لکھوں۔ لیکن بعد میں مجھے تعلیم کے حوالے سے کافی مواد پڑھنا میسر ہوا۔ اور بجائے خود کوئی کتاب تصنیف کرنے کے علماء اور محققین کی کتب سے استفادہ اور افادہ کا ارادہ بنا۔ چنانچہ یہ مختصر سا رسالہ لکھنے کی توفیق ہوئی جو کہ در حقیقت چار کتب سے اقتباسات اور خلاصے ہیں۔ میرا کام زیادہ تر ترتیب اور عنوان بندی رہا ہے۔ مقصدِ تعلیم سے متعلق ان اہم سوالات کا جواب دینا تھا جن کا سامنا مجاہدین کو خصوصاً اور امت مسلمہ کو عموماً ہے، اور اس کے ذریعے ان کے درمیان تعلیم کے حوالے سے وحدتِ تصور مقصود ہے۔ میری قارئین سے گزارش ہے کہ ان کتب کا وہ خود بھی مفصل اور بغور مطالعہ کریں۔ میرے انتخاب اور تلخیص پر ہرگز اکتفا نہ کریں، اور جہاں بھی غلطی محسوس کریں مجھے تنبیہ کریں۔ یہ کتب حسب ذیل ہیں:

1. احسن التفہیم لمسئلة التعلیم ،دینی مدارس میں عصری تعلیم کا حکم۔ از مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ۔ الخادم، لاہور۔ 1433ھ۔
2. تحقیق تعلیم انگریزی۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ۔ الخادم، لاہور۔ 1433ھ۔ جو کہ سابقہ رسالہ کے ساتھ ملحق ہے۔
3. اردو زبان کی شرعی حیثیت۔ از مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ۔ مجموعہ رسائلِ حکیم الاسلام، دار الحسنیٰ۔ 2011ء۔
4. دینی مدارس کی ضرورت اور جدید تقاضوں کے مطابق نصاب و نظام تعلیم۔ از مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ۔ بیت العلم، کراچی۔ 2000ء۔
5. مغربی نظامِ تعلیم، تنقید و تبصرہ۔ پروفیسر سید محمد سلیم۔ تنظیم اساتذہ پاکستان، لاہور۔ 1995ء۔

میری کوشش ہو گی کہ میرے اس مقالے کے ساتھ یہ کتب ایک مسل میں شامل ہوں۔

اس مقالہ میں میرا منہج

جب سے ایک دینی رسالے میں حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ کا تعلیم کے بارے میں مضمون شائع ہوا میں اس کے پورے متن کا شدید منتظر رہا۔ الحمد للہ کچھ عرصہ پہلے پورا کتابچہ دستیاب ہوا۔ جتنا حصہ اس رسالے میں شائع ہوا تھا اسی سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کتابچہ میں میرے ان سوالات کا جواب ہو گا جو تعلیم کی بابت مجھے درپیش ہیں۔ اسی لیے میں نے اپنے مقالہ کے لیے بنیاد مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کے کتابچہ کو بنایا۔ اس کتابچہ کا مضمون جیسا کہ اس کے اردو عنوان سے ظاہر ہے میں پورا نظام تعلیم اور تعلیم کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں ہے۔ مولانا کے سامنے جو مسئلہ درپیش تھا وہ حکومتی اور بعض عوامی حلقوں کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ دینی مدارس میں بھی عصری علوم شامل کیے جائیں۔ لیکن اس کے باوجود رسالہ میں تعلیم سے متعلق بے شمار عمومی اصولوں کا ذکر موجود ہے۔ ان اصولوں میں انگریزی تعلیم کا شرعی حکم بھی شامل ہے جو کہ در حقیقت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ پر مبنی ہے۔ جسے ناشرین نے کتاب کے اخیر میں درج کیا ہے۔

حضرت تھانویؒ رحمہ اللہ کے اصل فتویٰ اور اس کی تلخیص و تسہیل جو کہ مولانا کاندھلویؒ نے کی ہے، تو میں نے دونوں کو سامنے رکھتے ہوئے نئے سرے سے مضمون کو ترتیب دیا ہے۔ جو کہ مغربی تعلیم کے شرعی حکم کے عنوان سے ہے۔ یہاں بھی گزارش یہی ہے کہ قارئین اصل کی طرف ضرور رجوع کریں۔ میری تسہیل سے اصل سے استغناء ممکن نہیں۔

سابقہ کتاب سے استفادہ کے دوران حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ کے تعلیم سے متعلق مضامین کے مجموعے میری نظر سے گزرے جو کہ کافی عرصہ پہلے میں نے پڑھے تھے اور اس سے بھی درپیش سوالات سے متعلق مطلوبہ حصے میں نے اسی وقت علیحدہ کر لیے تھے۔ سو اللہ کی توفیق سے ان کے فرمودات کو بھی حسب موقع شامل کرتا گیا، اور اردو تعلیم کی حیثیت کے بارے میں ایک فاضل ساتھی نے توجہ دلائی کہ مولانا قاری محمد طیبؒ کے مجموعۂ رسائل میں اس کے بارے میں بہترین مضمون موجود ہے، اسے بھی اپنے مقام پر شامل کر لیا۔ مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے علوم دنیویہ کے احکام کے لیے رد المختار کا حوالہ دیا سو وہاں سے بھی خلاصہ درج کر دیا۔ رہا مغربی نظام کا تاریخی اور فکری جائزہ تو اس کے لیے بہترین کتاب پروفیسر محمد سلیم صاحب کی ملی لہٰذا اس سے بھی حسبِ موقع اقتباس نقل کیے۔ اقتباسات نقل کرتے ہوئے جب تک آگے کسی اور مؤلف کا ذکر نہیں کرتا مضمون گزرے ہوئے مؤلف ہی کا ہوتا ہے۔

موجودہ حالات اور ہماری ضروریات کی مناسبت سے میں نے ان کتب سے لیے گئے اقتباسات کی از سر نو عنوان بندی کی ہے اور ترتیب میں بھی حسب ضرورت رد و بدل کی ہے۔ اقتباسات کے الفاظ غالباً مؤلفین ہی کے ہیں۔ نشاندہی کے بغیر جہاں ضرورت پیش آئی اختصار کیا اور عبارت کی تکمیل کے لیے بعض مقامات پر الفاظ کا بھی معمولی سا رد و بدل ہوا ہے۔ البتہ جو عبارت پوری کی پوری میری ہے اسے میں نے کھڑے قوسین "[]" میں درج کیا ہے۔ اسی

طرح اگر کہیں میں نے حاشیہ درج کیا ہے تو اس کے آگے 'مرابط' کا دستخط درج ہے۔ اقتباسات کا مصدر تو درج کیا ہے لیکن صفحے کی نشاندہی نہیں کر سکا۔ اور چونکہ اصل رسالہ مختصر ہی ہے اس لیے جہاں قاری کو دقت ہو وہاں میری تجویز ہے کہ اصل رسالہ کی طرف رجوع کر لیا جائے۔

چونکہ میری نظر میں تعلیم کے متعلق فی الحال ہمیں بس اتنا ہی مطلوب تھا جتنا ان حضرات نے بیان کیا اس لیے مزید کتب کی طرف رجوع کرنے کی حاجت محسوس نہیں ہوئی۔ ورنہ تعلیم اور علم پر تو دورِ نبوت ﷺ سے لے کر آج تک بے شمار کتب تحریر ہو چکی ہیں۔

چند اصطلاحات کی وضاحت

"مغربی نظام تعلیم" سے مراد محض انگریزی زبان، طبعی (سائنسی)، ریاضی اور دیگر فنی علوم کا مجموعہ نہیں بلکہ لادینی ریاستوں کا مکمل نظام تعلیم جو کہ ان ریاستوں کا ایک جزو لاینفک ہے اور مغربی تصور حیات کے کفریہ نظریات پر قائم کیا گیا ہے۔ خیال رہے کہ ماضی میں "انگریزی تعلیم" سے مراد یہی مروجہ "مغربی نظام تعلیم" ہوتی تھی جسے آج تک سرکاری سرپرستی حاصل ہے اور جو پاکستان سمیت پوری دنیا میں اسکول، کالج اور یونیورسٹی نامی اداروں کے ذریعے مسلمانوں پر زبردستی مسلط ہے۔ برصغیر میں چونکہ انگریز نے حکومت کی ہے اس لیے نظام تعلیم بھی ان کی طرف منسوب ہوا۔ درحقیقت انگریز قوم مغربی اقوام کا ایک حصہ ہے جن کے آپس میں اقدار اور اصول مشترک ہیں، جبکہ آج کل ہمیں صرف برطانوی انگریز سے ہی واسطہ نہیں بلکہ مجملہ کفار مغرب بلکہ اب تو کفار عالم سے واسطہ ہے۔ اسی لیے میں نے مغربی نظامِ تعلیم کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مزید یہ کہ میری رائے میں اس نظام کے لیے محض "جدید"، "عصری"، "سائنسی"، "فنی" یا "قومی" لاحقے کافی نہیں کیونکہ یہ اوصاف بذات خود برے نہیں۔ نہ ہی مغربی تعلیم کی حرمت کا حکم خاص ان اوصاف کی وجہ سے ہے جیسا کہ خود علماء کے بیان سے واضح ہو گا اگرچہ مغرب کا زور انہیں اقسام کی تعلیم پر ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان لاحقوں سے مراد پورا مغربی نظام ہوتا اور کبھی ان سے مراد خاص علوم ہوتے ہیں۔

درپیش سوالات

مقالہ لکھنے سے پہلے میرے سامنے جن سوالات کا جواب درکار تھا وہ کچھ یوں ہیں:

1. شریعت کی نظر میں علم سے کیا مراد ہے؟
2. علم کو دینی اور دنیاوی میں تقسیم کرنے کی کیا توجیہ ہے؟
3. ان سب کا حکم کیا ہے؟
4. برصغیر میں نظام تعلیم میں تبدیلی کب اور کیسے شروع ہوئی؟ اور مغرب کو اس سے کیا مطلوب تھا؟
5. مغربی نظام تعلیم کا علماء کے ہاں کیا تصور تھا اور اس کا کیا حکم شرعی بیان کیا؟
6. ہمارے ملک میں مختلف اقسام کے تعلیمی اداروں اور نظام ہائے تعلیم کی حقیقت اور حکم کیا ہے؟
7. علماء کرام نے ہر طبقے میں دین کی حفاظت کے لیے کن اقسام کے نصاب مرتب کیے؟
8. تعلیم میں مختلف زبانوں کا کیا کردار ہے؟ اور ان کی تعلیم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ان میں سے پہلے تین سوالوں کا جواب پہلے باب میں ہے۔ اور بقیہ پانچ سوالوں کا جواب اگلے چھ ابواب میں ہے۔ جبکہ ساتواں باب نظام تعلیم میں حکومت کا کردار، سے متعلق ہے۔ اور آخر میں خاتمہ ہے جس میں خاص مجاہدین کے حالات کے حوالے سے تعلیم کے بارے میں چند گزارشات ہیں۔

باب اول: علم کی حقیقت، اقسام اور حکم

علم سے مراد علم دین ہے

[علم کی مراد متعین کرنے میں ہمیں وہی مشکل درپیش ہے جو کہ جہاد کے مفہوم کو متعین کرنے میں درپیش ہے۔ الفاظ جام کی طرح ہوتے ہیں۔ الفاظ سے ان کے اصل معانی انڈیل کر دوسرے معانی بھر دینا، یا بالفاظ دیگر اصطلاحات سے کھیلنا شیطان کا ایک خاص طریقہ ہے۔ شریعت میں لفظ علم کی وضاحت کے لیے حضرت کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:]

قرآن اور حدیث کی اصطلاح میں علم سے علم شریعت مراد ہے۔ اور علم شریعت وہ ہے کہ جس سے حق تعالیٰ وجلّ کے قرب اور اس کی بارگاہ تک پہنچنے کا راستہ معلوم ہوتا ہے۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ انگریزی علم سے خدا کا قرب ہوتا ہے یا بعد۔ وصل ہوتا ہے یا فصل آپ ہی فیصلہ کریں۔ مثلاً حدیث میں جو" طلب العلم فريضة علي كل مسلم ومسلمة " آیا ہے اس سے وہ علم مراد ہے جس سے حق جلّ شانہٗ کی عبادت اور اطاعت کا علم ہو۔ جس سے انسان خدا کا بندہ بنے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ اس سے انگریزی علم مراد نہیں۔

جبکہ انگریزی تعلیم کے دلدادہ حضرات آیات اور احادیث میں جو علم کے فضائل آئے ہیں ان کو انگریزی پر جاری کرتے ہیں۔ یہ حضرات اس کے متعلق ایک حدیث تو خاص طور پہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اطلبوا العلم ولو بالصين۔ علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو[1]۔ گویا کہ ان

---

[1] - امام سیوطی اپنی کتاب الجامع الکبیر میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔ اور بعض نے تو اسے باطل اور موضوع گردانا ہے۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو جیسا کہ مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے یہ مطلب لینا کہ کفار کے ممالک میں جا کر علم حاصل کرو مراد نہیں۔ مرابط

حضرات کے نزدیک قرآن اور حدیث میں جہاں تحصیل علم کی ترغیب آئی ہے وہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا علم مراد نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کا علم مراد ہے، حرمین اور ارض مقدس کا علم مراد نہیں بلکہ لندن اور پیرس کا علم مراد ہے۔ اور ان تمام آیات و احادیث کا مطلب یہ ہے کہ نہ قرآن پڑھو نہ حدیث پڑھو۔ بلکہ انگریزی علوم و فنون پڑھو۔ اور علوم جدیدہ حاصل کرو۔ العیاذ باللہ۔ قرآن پڑھنے سے ان کے نزدیک آدمی جاہل اور وحشی بنتا ہے۔ اور انگریزی علوم و فنون پڑھنے سے فاضل اور متمدن بنتا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ یہ انگریزی عشق کی انتہا ہے اور اسی کا مصداق ہے۔

ویسے تو علوم و فنون کا کوئی حد اور شمار نہیں لیکن اصل علم وہ ہے کہ جو اوپر سے آیا ہو۔ جس سے خداوند ذوالجلال کی معرفت اور اس کی طاعت اور عبودیت کا طریقہ معلوم ہو۔ اور مسلمان کا مسلمان ہونے کی حیثیت سے علم دین مقصود اول ہے اور علم دنیا مقصود ثانوی کے درجہ میں ہے۔ مومن اور کافر میں فرق یہی ہے کہ مومن صرف آخرت کو اپنا مقصود سمجھتا ہے اور دنیا کو آخرت کے تابع اور خادم سمجھتا ہے۔ اور کافر کا مقصود بلکہ معبود ہی دنیا ہے۔ اس کے دماغ میں آخرت کا کوئی تصور نہیں۔ اسی وجہ سے کافر دنیوی ترقی کے حصول میں کسی جائز اور ناجائز اور کسی حلال و حرام کی تقسیم کا قائل نہیں۔

مولانا بنوری صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو بآسانی واضح ہو گا کہ اصلی علوم وہی ہیں جو صرف وحی الٰہی کے ذریعے اور انبیاء کرام کی تعلیمات کے واسطہ سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ وہ علوم ہیں جن کے ادراک سے عقل انسانی نہ صرف قاصر ہے بلکہ عقل انسانی کے دائرے سے ہی یہ علوم خارج ہیں۔ علوم و فنون کی اصطلاح میں ان کو ماوراء الادراک اور ماوراء العقل کہا جاتا ہے۔ اس لیے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا دائرۂ تعلیم و تربیت انہی علوم الٰہیہ میں منحصر ہونا چاہیے جو عقل انسانی کی رسائی سے بالاتر ہیں۔

قرآن کریم اور تعلیمات نبویہ میں علوم طبعیہ وعقلیہ اور ان کے ذریعے وجود میں آنے والی ایجادات و اختراعات کی نہ تو تعلیم دی گئی ہے، اور نہ ہی ان کی طرف توجہ کی گئی اور نہ ہی اس کی ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل و ادراک جیسی خود کفیل نعمت اور قوت اختراع جیسی خود کار طاقت انسان کو عطا فرمادی جو ان تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کافی و وافی ہے تو پھر کسی مزید تفصیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ اسلامی تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ ہر دور میں عقل انسانی یہ خدمت انجام دیتی رہی ہے۔ اور آج اس دور ترقی میں بھی جو کچھ نتائج سامنے آرہے ہیں اور آئندہ آتے رہیں گے وہ سب اسی کے کرشمے ہیں۔

اس بنا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسان کی دو قسم کی ضرورتیں تھیں: 1- ایک دنیا کی اور 2- ایک آخرت کی۔ یا یوں کہیے ایک روح کی اور ایک جسد کی۔ علوم الٰہیہ ربانیہ کے وہ سرچشمے جن کا تعلق وحی آسمانی سے ہے ان کا تعلق آخرت اور اصلاح روح سے ہے۔ اور نفوس کا تزکیہ و تہذیب ہی ان سے مقصود ہے۔ مگر ان علوم کے حقیقی ثمرات و نتائج آخرت کی زندگی میں کما حقہ ظاہر ہوں گے۔ اگرچہ ان کی برکات کا قدرے ظہور اس دنیا میں بھی ہو۔ اور علوم عقلیہ انسانیہ کا تعلق جسم و جسمانیات اور دنیا کی زندگی سے ہے۔ ان کے منافع کا تعلق بھی دنیوی زندگی اور عالم جسمانی سے وابستہ ہے۔

جبکہ اسی کی وضاحت جدید زبان میں پروفیسر محمد سلیم صاحب کچھ اس طرح کرتے ہیں:

جدید اصطلاحات کے مطابق خواندگی (لٹرسی) اور کار آموزی (انسٹرکشن) رزق کے لیے اور ملازمت کے لیے ایک اچھا وسیلہ ہیں۔ قدیم مصر و بابل کے دور سے لے کر جدید دور تک شاید ہی کوئی مہذب قوم ایسی ہو جس نے خواندگی اور کار آموزی کا اہتمام نہ کیا ہو۔ لیکن بہر کیف یہ تعلیم (ایجوکیشن) نہیں ہے۔ ہر قوم اپنے ذہن میں انسانِ مطلوب کا ایک تصور رکھتی ہے۔ اس معیار مطلوب تک پہنچنے کے لیے اپنی اولاد کی فکری، ذہنی، اور اخلاقی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتی ہے۔ یہ ہے اصل تعلیم (ایجوکیشن)۔ خواندگی اور کار آموزی انسان کی حیوانی زندگی کو سہولتیں اور آرام پہنچانے میں بہت مددگار ہے مگر شرف انسانیت حاصل کرنے کے لیے تعلیم درکار ہوتی ہے۔

انبیاء کا علم

[قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کو عطا کردہ علم کے بارے میں آیات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ (الشوریٰ:52)

ترجمہ: "اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح القدس کے ذریعے (سے قرآن) بھیجا ہے تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور بیشک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ (النساء:113)

ترجمہ: "اور خدا نے تم پر کتاب اور دانائی نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھائی ہیں جو تم جانتے نہیں تھے اور تم پر خدا کا بڑا فضل ہے۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرہ:151)

ترجمہ: ”جس طرح (من جملہ نعمتوں کے) ہم نے تم میں تمہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب (یعنی قرآن) اور دانائی سکھاتے ہیں اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا○ (مریم:43)

ترجمہ: ”ابا جان! مجھے ایسا علم ملا ہے جو آپ کو نہیں ملا، تو میرے ساتھ ہو جائیے میں آپ کو سیدھی راہ پر چلا دوں گا۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (یوسف:68)

ترجمہ: ”اور بیشک وہ صاحب علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ...(المائدہ:110)

ترجمہ: ”جب خدا عیسیٰ سے فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم! میرے ان احسانوں کو یاد کروں جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیے۔ جب میں نے روح القدس (جبرائیل) سے تمہاری مدد کی۔ تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی طریق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی۔“

علماء کا علم

انبیاء کے وارثین کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من سلك طريقا يطلب فيه علما، سلك الله به طريقا من طرق الجنة، وإن الملائكة لتضع أجنحتها رضا لطالب العلم، وإن العالم ليستغفر له من في السموات ومن في الأرض، والحيتان في جوف الماء، وإن فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب، وإن العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يُورثوا ديناراً ولادرهما، إنما وَرَّثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظٍ وافر۔

ترجمہ: ”جو شخص علم کے حصول کے لیے راستے پر چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس شخص کے لیے جنت کے راستے آسان کر دیتا ہے۔ اور علم کے طلبگار سے راضی ہو کر فرشتے اپنے پر اس کے لیے بچھا دیتے ہیں۔ اور بے شک عالم کے لیے آسمان اور زمین میں موجود ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی دعائے مغفرت کرتی ہیں۔ اور بے شک عالم کی فضیلت عبادت گزار پر وہی فضیلت ہے جو چودھویں کے چاند کو تمام ستاروں پر حاصل ہے۔ بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ بے شک انبیاء وراثت میں دینار یا درہم نہیں چھوڑتے بلکہ وراثت میں وہ علم چھوڑتے ہیں۔ پس جو اس میں سے جتنا حاصل کرے اسے بڑا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔“[1]

دوسری روایت میں آتا ہے کہ:

يحمل هذا العلم من كل خلفٍ عدوله، ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين۔

ترجمہ: ”آنے والوں میں سے اس علم کو وہی اٹھائے رکھیں گے جو ان میں سے ثقہ ہوں۔ یہ افراد غلو کرنے والوں کی تحریفات، انکار کرنے والوں کی چوریوں اور جاہلوں کی تاویلوں سے اسے محفوظ رکھیں گے۔[2]

ایک اور جگہ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، حتى إذا لم يُبق عالما اتخذ الناس رؤساء جُهّالا، فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا۔

ترجمہ: ”اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں (کے سینوں سے) نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے (دینی مسائل) پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“[3]

علماء دین کی سرداری

اب چونکہ ہر عمل کا دار و مدار علم دین پر ہے اور علم دین کے بیان و تبلیغ کی ذمہ داری بنیادی طور پہ علماء پر ہے۔ اس لیے وہی در حقیقت مسلمانوں کے اربابِ اقتدار ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا○ (النساء:83)

ترجمہ: ”اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنوں میں سے اولو الامر کے پاس پہنچا دیتے تو (استنباط) تحقیق کرنے والے

---

[1] رواه أبو داود. واللفظ له. والترمذي وابن ماجة عن أبي الدرداء رضي الله عنه وصححه ابن حبان۔

[2] رواه ابن عدي عن علي وابن عمر، وقال أحمد بن حنبل هو حديث صحيح كما ذكر الخلاّل في كتاب العلل، ذكر هذا كله ابن القيم في (مفتاح دار السعادة، 163/1)،

[3] متفق عليه

اس کی تحقیق کر لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیرو ہو جاتے۔"

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو تحقیق کرنے والے ہیں وہی اولو الامر ہیں جن کی طرف مسلمانوں کو درپیش مسائل میں رجوع کرنا چاہیے۔ نیز ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ○ (النساء:59)

ترجمہ: "مومنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے اولو الامر ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں خدا اور اس کے رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو اور یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔"

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

"اس لیے اولی الامر دو قسم کے افراد ہیں: علماء اور امراء۔ اگر یہ درست ہو جائیں تو تمام لوگ درست ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ بگڑ جائیں تو تمام لوگ بگڑ جائیں گے۔" (مجموع فتاوی 28ص170)۔

جبکہ امام ابن حجر اس کی تفسیر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ امراء ہیں۔ اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وہ اہل علم اور اہل خیر ہیں۔ اور حضرت مجاہد، عطاء، حسن اور ابو العالیہ نے فرمایا: وہ علماء ہیں۔" (فتح الباری ج8ص254)۔

اور امام شاطبی فرماتے ہیں:

"اسی وجہ سے علماء تمام انسانوں پر حکمران ٹھہرے چاہے قضا کا معاملہ ہو، فتویٰ کا ہو یا ارشاد کا۔ کیونکہ وہ علم شرعی کے حامل ہیں جو کہ مطلقاً حاکم ہے۔" (الاعتصام شاطبی ج2ص341)

عن نافع بن عبد الله الخزاعي. وكان عامل عمر رضي الله عنه على مكة. أنه لقيه بعُسْفان. فقال له: من استخلفت ؟، فقال استخلفت ابن أبزى مولى لنا، فقال عمر: استخلفت مولى ؟، قال: إنه قاريء لكتاب الله، عالم بالفرائض، فقال عمر: أما إن نبيكم صلى الله عليه وسلم قد قال (إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواماً ويضع به آخرين) أ هـ

حضرت نافع بن عبد اللہ خزاعی روایت کرتے ہیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ کا والی مقرر کیا تھا کہ ان کی ملاقات حضرت عمر سے عسفان علاقے میں ہوئی تو حضرت عمر نے دریافت فرمایا کہ تم نے کسے اپنا نائب مقرر کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابن اَبزی کو جو ہمارے آزاد کردہ غلام ہیں۔ تو حضرت عمر نے حیرانی سے پوچھا کہ تم نے آزاد کردہ غلام کو نائب مقرر کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کہ وہ کتاب اللہ کا قاری اور علم وراثت کا جاننے والا ہے۔ تو حضرت عمر نے فرمایا: بے شک تمہارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس کتاب کی بدولت کئی اقوام کو عزت دیتا ہے اور دوسروں کو ذلیل کرتا ہے۔ (بروایت مسلم)۔ گویا حضرت ابن ابزیٰ کے علم نے انہیں منصبِ نیابت کا اہل بنایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ مال کی تم حفاظت کرتے ہو جبکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے جبکہ علم پھیلانے سے بڑھتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔ مال جمع کرنے والے اپنی زندگی میں مر جاتے ہیں جبکہ علماء جب تک دنیا قائم ہے زندہ رہتے ہیں۔ ان کے جسم تو غائب ہو جاتے ہیں مگر ان کے آثار دلوں میں رہ جاتے ہیں۔ (جامع بیان العلم۔ ابن عبد البر ج1ص57)۔

حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں: تم پر لازم ہے کہ علم حاصل کرو! کیونکہ علم طلب کرنا عبادت ہے، اور اسے جان لینا خشیتِ الٰہی ہے، اور اسے ڈھونڈنا جہاد ہے، اور لا علم کو اس کی تعلیم دینا صدقہ ہے، اور اس کی درس و تدریس تسبیح ہے۔ اس کی بدولت اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کی عبادت کی جاتی ہے، اور اسی کی بدولت اس کی بزرگی بیان ہوتی ہے اور اس کی توحید کی جاتی ہے۔ اللہ علم سے لوگوں کا مرتبہ بلند کرتے ہیں، اور انہیں لوگوں کا پیشوا بنا دیتے ہیں۔ جن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور ان کی رائے سے آگے نہیں بڑھتے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج10/93۔ ابن عبد البر)

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا: اگر اللہ کے اولیاء دنیا و آخرت میں فقہاء اور علماء نہ ہوں تو پھر اللہ کا کوئی بھی ولی نہیں ہو سکتا۔ (جامع بیان العلم بروایت خطیب 1/36،35)

امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ "علم کا حجت و برہان طاقت کے زور سے قوی ہے۔ اسی لیے لوگ حجت کی وہ پیروی کرتے ہیں جو طاقت کی نہیں کرتے۔ اس لیے کہ حجت کے لیے دل تابع ہو جاتے ہیں جبکہ طاقت کے لیے بدن تابع ہوتے ہیں۔ حجت دل کو فریفتہ کر دیتی ہے اور اس پر بادشاہی کرتی ہے۔ اور مخالف کو ذلیل کرتی ہے چاہے وہ بظاہر عناد و تکبر کرے مگر اس کا دل حجت کے سامنے ذلیل اور تابع ہوتا ہے اور اس کی بادشاہی کے نیچے دبا ہوتا ہے۔ مال و جاہ کی بادشاہی، جس کے ساتھ اگر معاملات کو چلانے والا علم نہ ہو تو وہ درندوں اور جنگلوں کی بادشاہی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اقتدار ہوتا ہے مگر علم اور رحم کے بغیر۔ جبکہ حجت کی بادشاہی علم، رحم اور حکمت والا اقتدار ہوتا ہے" (مفتاح دار السعادۃ 1/59)]

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

مجاہدین کی خدمت میں چند نصیحتیں

شیخ محسن الفضلی شہید رحمۃ اللہ علیہ
اردو استفادہ: فیضان چودھری

زیر نظر مضمون جماعت قاعدۃ الجہاد کے ایک ذمہ دار اور شیخ اسامہ بن لادن کے ساتھی، شیخ محسن الفضلی[1] رحمہ اللہ کی جانب سے القاعدہ جزیرۃ العرب کے امیر، شیخ ابو بصیر ناصر الوحیشی[1] رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے ایک خط سے استفادہ ہے۔ جس میں آپ نے شیخ ابو بصیرؒ کو مجاہدین کے مابین فروغ پانے والے بعض رویوں کی جانب نشان دہی کی ہے۔ چونکہ اس میں ہمارے خطے کے مجاہدین کے لیے بھی بعض اہم اسباق موجود ہیں اس لیے اسے اپنے خطے کے مخصوص حالات کے پیش نظر بعض تبدیلیوں کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جہادی سفر کے دوران بعض رویے اور خطائیں ایسی ہیں جن سے اللہ کی زمین پر اللہ کے حکم اور نظام کو نافذ کرنے کی سعی کرنے والے اور اس عظیم مقصد کے لیے کوشاں مجاہدین کو متنبہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا یہ بات کسی مجاہد کے لیے باعثِ شرم یا عار نہیں ہونی چاہیے کہ وہ کسی مخصوص معاملے میں غلطی پر ہو تو اس سے رجوع کر لے اور درست راہ پر دوبارہ سے گامزن ہو جائے...بلکہ حقیقی خطا اور باعثِ عار تو یہ ہے کہ مجاہدین اپنی غلطیوں اور منہجی و فکری ٹیڑھ پر قائم و دائم رہیں بلکہ پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ جہاد کے کاروان کو مزید نقصان اور تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کریں۔ اس لیے مجاہدین کو چاہیے کہ وہ اس دعا کا کثرت سے ورد کرتے رہا کریں:

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه و ارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، آمین۔

تنظیم پرستی یا جماعت پرستی

یہ وہ مرض ہے جو بعض دعوتی اسلامی تحریکوں سے نکلتا نکلتا جہادی ماحول میں بھی سرایت کر چکا ہے اور یہ ایک نہایت ہی خطرناک مرض ہے جس کے نتیجے میں امت مسلمہ کی دعاؤں اور نصرت سے ملنے والی فتوحات اور کامیابیاں جماعت یا تنظیم کے کھاتے میں ڈالی جاتی ہیں... جس کے نتیجے میں مجاہدین کے مابین باہمی بغض و حسد، تنگ دلی اور ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے کا مرض سرایت کر جاتا ہے یہاں تک کہ یہ مرض نہ صرف مجاہدین کو ظلم اور جھوٹ تک پہنچا دیتا ہے بلکہ مشہور جہادی قائدین جن کا تجربہ اور قربانی مسلّم ہے اُن تک کے مقام کو اسی سبب گرا دیا جاتا ہے۔ اس مرض کا بالآخر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مجاہدین اپنی دانست میں یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ اور اس کی جماعت ہی جہاد کی قیادت کے سب سے بڑھ کر اہل اور جہادی معاملات میں سب سے زیادہ تجربہ کار ہیں اور اس فکر کے پنپنے کا نتیجہ بالآخر باطل تاویلات اور خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے دیگر مجاہدین کا خون بہانے کی صورت میں نکلتا ہے۔

دینی و جہادی اہل رائے (تجربہ کار) افراد کے مقام کی حفاظت

جہاد کبھی بھی سلیم (صحیح و درست) بنیادوں پر قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی زمام کار اور اس میں پنپنے والی آراء مخلص قیادت اور تجربہ کار علماء کے ہاتھ میں نہ ہوں۔ جبکہ دیگر مجاہدین ان فیصلوں اور اوامر کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہوں اور اپنی مہار ایسے اہلِ حق علماء و امراء کے ہاتھوں میں تھما دیں جو ان سے زیادہ جانتے ہیں اور تجربہ کار ہیں۔ چنانچہ امت کی سطح پر اور جہادی تحریکوں میں ایسے اہلِ حق علماء اور قائدین کی آراء اور ان کے مقام کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ یہ امت آج بھی ایسے علماء اور فضلاء پیدا کر رہی ہے جن میں علم، انصاف و عدالت، درست فہم اور معاملات میں گہرائی تک جا کر سوچ بچار کرنے کی صلاحیت موجود ہے، لیکن جب بھی یہ مقام دینی و جہادی معاملات سے نابلد افراد کو دیا گیا، دینی رہنمائی اور امت کی سطح کے مسائل اور فیصلوں میں ناتجربہ کار اور شرعی سیاست کے فہم سے عاری افراد سے استفسار کیا گیا تو اس کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی صورت میں ہی نکلا ہے۔ اور یہ درحقیقت نبوت کے عالی مرتبے اور مقام وحی سے صریحاً متصادم ہے۔ امت کی سطح پر یہ ایک معلوم امر ہے کہ صائب آراء اور مدبرانہ فیصلوں کا مقام کیا ہے اور اگر اسی میں خلل آ جائے تو اس کے نتیجے میں جہادی تحریکوں کو کس قدر نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اس لیے یہ امر بھی نہایت ضروری ہے کہ علمائے جہاد اور ائمہ امت رہنمائی و قیادت کے لیے سب سے آگے ہوں اور لوگ ان کی آراء اور تجربات کی روشنی میں ان کی اتباع کرتے ہوئے اپنا جہادی سفر طے کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان مبارک پر عمل کریں کہ:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلاَّ رِجَالاً نُّوحِي إِلَيْهِمْ فَاسْأَلُواْ أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ○ (سورۃ النحل: ۴۳)

”اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے بھی کسی اور کو نہیں، انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ (اے منکرو) اب اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔“

اور نبویؐ فرمان کی پیروی میں کہ

”العلماء ورثة الانبیاء۔“

”علماء انبیاء کے وارث ہیں۔“

لہٰذا اگر امت کی زمام کار عامی اور شور شرابہ کرنے والے افراد کے ہاتھ میں آ جائے اور وہ امت کے علماء، مفکرین، قائدین اور سبقت رکھنے والے اہلِ جہاد کی قدر و منزلت کو گرا دیں اور اس کے مقابلے میں اپنے فاسد افکار کے مطابق فیصلہ سازی کرنے لگیں اور امت پر مسلط ہو

جائیں تو اس کے نتیجے میں جہادی میدان فکری بے راہ روی اور نظریاتی عدم پختگی کا شکار ہو جائیں گے اور امت بلا قیادت رہ جائے گی۔

جہادی تحریکوں میں شترِ بے مہار بھرتیاں

جہادی تحریکوں اور تنظیموں میں فکری، اخلاقی شرائط اور تربیتی مراحل سے گزارے بغیر شامل ہونے کے خواہاں افراد کو بلا روک ٹوک قبول کرنا جہاد کے لیے بہت خطرناک مرض ہے۔ یہ مرض اسی وقت در آتا ہے جب قیادت انضباطی نظام سے لاپروائی برتتی ہے، جس کی وجہ بسا اوقات اپنے جہاد کے ثمرات حاصل کرنے کی جلدی ہوتی ہے یا بعض اوقات میدان میں اپنی تعداد کو بڑھانا مقصود ہوتا ہے تاکہ دیگر جہادی تنظیموں سے مقابلہ بازی کی جائے یا میڈیا پر اپنی تعداد اور اسلحے کے حوالے سے بلا سود اشتہار بازی کی جائے۔ یہ مرض نہایت خطرناک صورت اس وقت اختیار کر لیتا ہے جب بلا کسی نظامِ تربیت سے گزرے ہوئے افراد کے مجموعوں اور ان کے ذریعے نمود و نمائش کو میدانِ جہاد میں قوت کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے اور پھر پورے میدانِ جہاد کو اپنے افکار و خیالات کے مطابق ڈھالنے کے لیے اپنے فیصلوں اور اوامر کو اپنی اس غیر تربیت یافتہ تعداد کے ذریعے سے لاگو کرنے کی سعی ہو۔ یوں اس کے نتیجے میں مقاصدِ جہاد و اہداف کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارک پر غور کرنا چاہیے کہ کیسے انہوں نے امت کی قیادت کرنے والے رجالِ کار بنائے اور کس طرح انہیں پاکیزہ اور مضبوط بنیادوں پر تیار کیا اور ان کی تربیت کرنے کے لیے خود محنت فرمائی۔

> جہادی تحریکوں اور تنظیموں میں فکری، اخلاقی شرائط اور تربیتی مراحل سے گزارے بغیر شامل ہونے کے خواہاں افراد کو بلا روک ٹوک قبول کرنا جہاد کے لیے بہت خطرناک مرض ہے۔ یہ مرض اسی وقت در آتا ہے جب قیادت انضباطی نظام سے لاپروائی برتتی ہے، جس کی وجہ بسا اوقات اپنے جہاد کے ثمرات حاصل کرنے کی جلدی ہوتی ہے یا بعض اوقات میدان میں اپنی تعداد کو بڑھانا مقصود ہوتا ہے تاکہ دیگر جہادی تنظیموں سے مقابلہ بازی کی جائے یا میڈیا پر اپنی تعداد اور اسلحے کے حوالے سے بلا سود اشتہار بازی کی جائے۔

سازشی نظریات

جب جہادی تحریکوں میں سازشی نظریات غالب آنا شروع ہو جائیں اور جہادی تحریکوں کے خلافِ شرع و بے حکمت افعال پر تنقید یا ان پر نصیحت جہادی صفوں کے اندر سے سامنے آنے لگے تو اس نصیحت کو جہادی تحریک کے افراد کی جانب سے کوئی سازش سمجھنا یا نصیحت کرنے والے کو دشمن کا ایجنٹ ثابت کرنا بھی ایک مرض ہے جو جہادی تحریکوں میں در آیا ہے۔ اس مرض کا اصل سبب نفس پرستی، تعصب، اپنی خواہشات کی پیروی اور اپنے جہادی منصوبوں اور پروگراموں کو خطے کے لیے واحد امید سمجھنا ہے۔ اس مرض کی خطرناک ترین علامات یہ ہیں کہ مجاہدین اپنے نفس کے تمام دروازے بند کر لیں اور کسی قسم کی نصیحت، تنقید یا ہدایت قبول نہ کریں بلکہ ایسا کرنے والوں کو کسی عالمی سازش یا دشمن کے مکروہ عزائم کا حصہ سمجھنے لگیں۔ اس تنقید اور نصیحت کو شرعی پیمانے پر تولنے اور اپنی اصلاح کی بجائے ہر چیز کو دشمن کی سازش قرار دے دیا جائے، اور اگر اپنے جہادی میڈیا کے ذریعے سے بھی اس نام نہاد سازش کی بڑھ چڑھ کر تشہیر کی جائے تو ایسی صورت میں مسئلہ نہایت گھمبیر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بالآخر جہادی عمل کو اس سے خاطر خواہ نقصان پہنچ جاتا ہے۔

عوامی تائید حاصل کرنے میں مجاہدین کی کمزوری

جیسا کہ معلوم امر ہے کہ جہادی تحریک صرف تشدد اور خوف کی فضا قائم کرنے کے لیے نہیں برپا ہوتی، نہ ہی جہاد کا مقصد محض انتقام لینا ہوتا ہے، جہاد کا مقصد یہ بھی نہیں کہ مجاہدین اپنی طاقت کا غیر معمولی مظاہرہ کریں اور کچھ ہی عرصہ بعد یہ طاقت کا غیر معمولی مظاہرہ فضا میں تحلیل ہو جائے بلکہ در حقیقت جہاد، امت کے دفاع میں کی جانے والی عبادت کا نام ہے۔ اس لیے اس کے مقاصد بھی نبویؐ ہونے چاہیے جن میں سرِ فہرست اللہ کی زمین پر اللہ کی شریعت کا نفاذ ہے اور اگر اس مقصد کے لیے عوامی تائید حاصل نہ کی جائے، عوامی حمایت کے حصول کے مطابق جہادی اعمال سر انجام نہ دیے جائیں تو یہ جہاد امت کے حالات میں تبدیلی لانے کے لیے ناکام ثابت ہو گا۔ اس لیے یہ جہادی تاریخ میں ایک ثابت شدہ امر ہے کہ مرتد حکومتوں سے ٹکراؤ ہمیشہ تبھی ناکامی پر منتج ہوئے ہیں جب جہادی تحریک عوامی تائید سے محروم ہوئی ہے۔ اگر ہم سیرتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ اللہ کے رسول تھے اور جنہیں اپنی دعوت کو نافذ کرنے کے لیے کسی محنت کی ضرورت بھی نہ تھی، آپ کی مدد کے لیے زمین و آسمان کے فرشتے صرف اشارے کے منتظر تھے جس کے ساتھ ساتھ اللہ کی جانب سے فتح و نصرت کے وعدے بھی تھے مگر اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں صحابہ کرام کو مصائب و آلام پر صبر کرنے کی تلقین کرتے رہے اور خود قبائل کے پاس جا جا کر اپنے لیے مدد و نصرت کی دعوت پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عوامی حمایت کا ایک ٹھکانہ (مدینہ) میسر آ گیا جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور اپنا پیغام زیادہ قوت کے ساتھ کفار تک پہنچایا جس کے نتیجے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کی اور اپنے نبوی اہداف حاصل کیے۔

ہمارے ہاں مجاہدین کا یہ مسئلہ رہا ہے کہ وہ جہادی عمل کے لیے عوامی تائید و حمایت کو اہمیت نہیں دیتے اور الل ٹپ جذباتی سرگرمیوں کے ذریعے سے کام کا آغاز کرتے ہیں اور اس میں عوامی حمایت کا ذرہ بھر بھی خیال نہیں کرتے یہاں تک کہ آخر کار دشمن کی جانب اسلحے کا رخ کرنے کی بجائے معاشرے سے براہ راست جنگ مول لے لیتے ہیں حالانکہ ان کا تو ہدف ہی اس

معاشرے پر مسلط دشمن کا خاتمہ تھا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں دشمن فارغ ہو جاتا ہے اور اسے مجاہدین کے خلاف زیادہ سے زیادہ پراپیگنڈہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس پر آخر کار مجاہدین بوکھلا کر عوام الناس پر ایک خوف ناک آگ وخون کی بارش مسلط کر دیتے ہیں ان کی جان اموال اور عزت و آبرو کو اپنے اوپر حلال ٹھہرا لیتے ہیں، جس کے نتیجے میں مخلص افراد جہاد بلکہ نفسِ اسلام ہی سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

اس لیے یہ بات کہنا قطعاً مناسب نہیں ہو گا کہ مجاہدین پر نصرت صرف اس لیے نازل ہو گی کیونکہ وہ مخلص ہیں، اگر وہ اپنی ہی عوام کو اپنی فتح کے حصول کی عجلت اور پیاسے تیروں کا نشانہ بنا ڈالیں گے اور یہ بات نہیں سمجھیں گے کہ عوام کو کیسے اپنا بنایا جاتا ہے اور کس طرح انہیں ایک مشترکہ دشمن کے خلاف اکٹھا کیا جاتا ہے چاہے انہیں اس مقصد کے لیے بسا اوقات واجب القتل شخص کے قتل سے بھی ہاتھ کھینچنا پڑے یا کسی بڑے مفسدہ کو دفع کرنے کے لیے کسی کارروائی سے ہاتھ روکنا ہی کیوں نہ پڑیں، تب تک وہ اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو بھی اور اپنے جہاد کو بھی تباہی کے دہانے پر پہنچاتے رہیں گے۔

جہادی دعوت کا مقام، وزن اور اہمیت کی ضرورت

سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں نبی کریمؐ کے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے ساتھ تعامل کی مثال ملتی ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غلیظ اور گندی زبان درازی کرتا تھا جیسا کہ قرآنِ مجید میں اس کی بکواس کے بارے میں آیت نازل ہوئی:

يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ○ (سورۃ المنافقون: ۸)

"کہتے ہیں کہ: اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو جو عزت والا ہے، وہ وہاں سے ذلت والے کو نکال باہر کرے گا، حالانکہ عزت تو اللہ ہی کو حاصل ہے اور اس کے رسول کو، اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔"

جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ جس پر نبیؐ نے فرمایا کہ "رہنے دو! لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے لوگوں کی گردنیں اڑاتا ہے"۔ موجودہ حالات میں اگر بات سمجھنی ہو تو یہ کہا جائے گا کہ رہنے دو! عوام کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ مجاہدین بازاروں میں دھماکے کرتے ہیں، مجاہدین دشمن کے عورتوں بچوں کو مارتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تحریک کی ساکھ کو بچانے کے لیے اتنے واضح منافق کی گردن نہیں اڑاتے جس کی منافقت کا ثبوت قرآن دیتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں دشمن کو مجاہدین کی دعوت پر انگلی اٹھانے کا موقع ملے گا تو کیا مجاہدین کو اپنے اعمال کی نظر ثانی کرنا ضروری بلکہ نہایت اہم نہیں ہے؟

اس لیے اسلام اور جہاد کی دعوت کے عمومی عنوانات اور تختیاں لوگوں کے دلوں کو اپیل کرنے والی ہونی چاہیے۔ ان کے لیے راحت اور ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن کر آنی چاہیے، کیونکہ جس اسلام کے نام پر مجاہدین کا قتال قائم ہو وہ تو امن، آشتی، سکون اور احسان کا گہوارا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی معراج تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ○ (سورۃ الانبیاء: ۱۰۷)

"اور (اے پیغمبر) ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اور آپؐ کی امت کی پہچان ہی قرآنِ مجید یوں بتاتا ہے کہ

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ... (سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

"(مسلمانو) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔"

اور فرمایا:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطاً... (سورۃ البقرۃ: ۱۴۳)

"اور (مسلمانو) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل امت بنایا ہے..."

امتِ وسط ہونے کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ وہ باعث خیر امت ہے جسے انسانیت کے نفوس خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اس لیے مجاہدین کو اپنے جہادی اہداف ان اصولوں کی بنیاد پر قائم کرنے چاہیے اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ امتِ مسلمہ کی جہادی تاریخ میں سب سے کم خون بہا کر اور لوگوں کے دلوں کو فتح کر کے اسلام نے کرۂ ارض پر اللہ کی حاکمیت کو قائم کیا ہے، اور یہی اصول جہادی اعلام کو بھی اپنانا چاہیے کہ ہر عمل اور پیشکش کا مقصد دشمن کے دلوں میں رعب ڈالنا نہیں ہوتا، کبھی کبھار ایسے عمل کی گنجائش تو نکل سکتی ہو گی مگر اسے اپنا شعار بنالینا مناسب عمل نہیں ہو سکتا۔

جہاد در حقیقت ایک اصلاحی ایجنڈہ ہے جو کہ رحمت اور خیر سے عبارت ہے اور یہی عالمی صلیبی صہیونی اتحاد اور اس کے مرتد آلۂ کاروں سے نجات کے لیے امت مظلومہ کی امید بھی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بالعموم اس امت کو خیر کی علامت بنایا ہے اس لیے جو کچھ بھی اس امت کے خواص اور اہلِ خیر علماء کے نزدیک مستحسن نگاہوں سے دیکھا جائے اور قبول کیا جائے پس وہ خیر کی نشانی ہے اور اس کا الٹ معاملہ بھی یوں ہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کہنا تھا کہ

"فما راه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن۔"

"جسے (شریعت پر کاربند) عام مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ کی نگاہ میں بھی اچھا ہے"

اور اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے لیے پہلی خوشخبری عامۃ الناس کے مابین مقبولیت اور امت کا اپنے محافظین کا مشکور ہونا قرار دی ہے۔ لہٰذا کسی بھی جہادی عمل کا صرف قوت کے بل بوتے پر کامیاب ہونا ناممکن ہے بلکہ اس کے ساتھ عفو در گزر، احسان اور نرمی و خوش گفتاری کا امت کے دلوں پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ کیا ہمیں یہ قبول ہے کہ مجاہدین امت کے ساتھ ہمہ وقت امت مسلمہ کی دعائیں ہم رکاب رہیں یا ہم بھی اس نبویؐ قول کا مصداق بننا چاہتے ہیں کہ

"شر الحكام من يلعن الناس و يلعنونه۔"

"حکام میں بد ترین حاکم وہ ہیں جو لوگوں پر لعنت کرتے ہوں اور لوگ ان پر لعنت کرتے ہوں۔"

لہٰذا اپنی جہادی دعوت کے مقام اور اس شعار کی اہمیت کو سمجھنا بہت اہم ہے۔

مراحل جہاد کا عدم فہم اور ثمرات کے حصول میں عجلت

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے دنیا کو چھ دنوں میں تخلیق کیا اور خاتم النبیین ﷺ کو بھی مکمل تمکین مخصوص مراحل سے گزرنے کے بعد ہی حاصل ہوئی۔ اس لیے آپؐ ہر مرحلہ کی مناسبت سے خطاب فرماتے اور اسی کے مطابق اپنا عسکری منصوبہ تشکیل دیتے۔ جیسا کہ دانائی کی بات ہے کہ

"من استعجل شئيا قبل أوانه عوقب بحرمانه۔"

"جو اپنے وقت سے قبل کسی چیز کے حصول میں جلدی کرے گا اس کا نتیجہ اسے چیز کو کھونے کی صورت میں ملے گا۔"

جہاد کبھی بھی اپنے اہداف کو درست انداز میں حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مخصوص مراحل سے نہ گزر جائے، مثلاً اعداد، خفیہ دعوت، کھلی دعوت، دشمن کی جانب سے ابتدائی اقدامات کا توڑ، چھوٹے عسکری کام، دعوتی تشکیلات، بڑی سطح کے عسکری کام، دیہاتوں پر کنٹرول، شہروں کی جانب پیش قدمی، آزمائش کا مرحلہ، سختیوں کا مرحلہ، فتح کا مرحلہ، قبضہ، شریعت کا نفاذ وغیرہ......اس لیے جہاد سے متعلقہ مخصوص مراحل کے مطابق مجاہدین کو اپنے آپ کو ڈھالنا ایک لازمی امر ہے اور اگر مجاہدین مراحل کا درست فہم نہیں رکھیں گے اور اپنے وقت سے قبل کوئی قدم اٹھا بیٹھیں گے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں نکلے گا کہ مجاہدین پہلے سے اپنے ہاتھ میں موجود فوائد اور فتوحات سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اسی طرح ہر مرحلہ کے مطابق لوگوں کو مخاطب کرنے کے اسلوب سے واقفیت بھی نہایت اہم امر ہے۔ تنگی اور آزمائش کے مرحلے میں مخاطب ہونے کا انداز اور ہے اور فتوحات کے مرحلے میں مخاطب ہونے کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ حق بات سے تنازل نہیں اختیار کرنا چاہیے اور نہ ہی مداہنت اختیار کرنی چاہیے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں یہی سکھاتی ہے جیسا کہ صلح حدیبیہ کا مرحلہ ظاہری طور پر صحابۂ کرام کو شکست اور تنازل محسوس ہوتا تھا مگر سات آسمانوں کے اوپر سے وحی نازل ہوئی کہ یہ کھلی فتح ہے۔ اور اس موقع کا خطاب یہی تھا کہ وہ کفار جو مجاہدین کو کوئی فریق نہیں سمجھتے تھے انہیں فریق سمجھنے لگے اور مجاہدین نے اپنی حیثیت جزیرہ نما عرب میں منوالی۔ اور اس موقع کو اہل مکہ کی بجائے بدو قبائل اور دور دراز کے علاقوں میں اسلام کی دعوت پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا اور اسی طرح فتح مکہ کے بعد اس دعوت کو اہل روم تک بھی پھیلایا گیا۔

صلح حدیبیہ کا مرحلہ ظاہری طور پر صحابۂ کرام کو شکست اور تنازل محسوس ہوتا تھا مگر سات آسمانوں کے اوپر سے وحی نازل ہوئی کہ یہ کھلی فتح ہے۔ اور اس موقع کا خطاب یہی تھا کہ وہ کفار جو مجاہدین کو کوئی فریق نہیں سمجھتے تھے انہیں فریق سمجھنے لگے اور مجاہدین نے اپنی حیثیت جزیرہ نما عرب میں منوالی۔

مجاہدانہ اخلاق

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ (سورۃ القلم: ۴)

"اور یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہیں۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ

"بعثت لاتمم مكارم الاخلاق۔"

"میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔"

اسی لیے قرآنِ مجید میں توحید کی آیات کے بعد یتیم کی سرپرستی اور اس پر احسان اور مہمان کا اکرام، غم زدہ کی اشک شوئی، مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ کا ذکر ہے۔ لہٰذا نبویؐ اخلاق سے مجاہدین کا متصف ہونا ضروری ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو فتح مکہ کے بعد اُن لوگوں کو بھی معاف کر دیتے ہیں جنہوں نے آپؐ کے چچا کا کلیجہ تک چبا ڈالا تھا اور انواع و اقسام کے مظالم ڈھائے تھے۔ لہٰذا مجاہدین کے لیے مکارمِ اخلاق کا حصول اہم ہے تاکہ فتح کے بعد جب امت کی زمام اِن کے ہاتھ میں آجائے تو لوگوں کے دل پھٹے نہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ مجاہدین صاحبِ عزت کی عزت کرنا نہ جانتے ہوں، نہ لوگوں کے ساتھ ان کے مقام کے مطابق معاملات کرنا جانتے ہوں، نہ حقوق والوں کے حقوق پہچانتے ہوں اور نہ معاشرے کے اہم ستونوں کو اپنے حق میں کرنا جانتے ہوں۔ اسا اگر ہوا تو اس کے نتیجے میں امت کے مصالح ضائع ہو جائیں گے اور نتیجہ عبث کے سوا کچھ نہ رہے گا۔

اسی لیے اللہ سبحان و تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس نے اپنے دین کی سربلندی اور اپنے کلمہ کی سرخروئی کو دین اور اخلاق کے مجموعہ کے ساتھ منتھی کیا ہے۔ لہٰذا مجاہدین کو چاہیے کہ وہ خود کو جہاد جیسی عظیم عبادت کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مجاہدانہ اخلاق سے بھی ہم آہنگ کریں۔ اسی طرح قیادت کا بھی یہ فرض ہے کہ اپنے متبعین کو وہ اعلیٰ اخلاق سکھائیں تاکہ کل امت مسلمہ کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے وہ انہی اعلیٰ اخلاق کے ذریعے سے اُن کے دلوں کو اپنی مٹھی میں کر سکیں۔

عمومی حالات اور معرکہ کے پلڑے سے واقفیت

مجاہدین کے لیے بالخصوص یہ معاملہ نہایت اہمیت کا حامل ہے کہ وہ صورتِ حال کی درست معرفت، جنگ کے مراحل کی درست پہچان اور دشمن کے منصوبوں سے واقفیت کی درست

صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مخصوص سنتوں کے مطابق تخلیق کیا ہے اور اس میں کامیابی کے اسباب بھی پیدا کیے ہیں، لہٰذا جو کوئی بھی ان اسباب سے درست موقع پر درست استفادہ کرے گا کامیابی اسے ہی حاصل ہو گی، اور جو انہیں ضائع کر دے گا وہ درحقیقت ناکامی سے دوچار ہو گا، یہاں تک کہ انبیاء تک کو ان کے دشمن کے ساتھ معرکوں میں مناسب اسباب کی فراہمی کا حکم دیا گیا تاکہ وہ کامیابی حاصل کر سکیں۔ اسی لیے جب غزوۂ احد میں ایک موقع پر اسباب میں تقصیر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے قران میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا کہ:

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (آلِ عمران:۱۶۵)

”جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دگنی تم (دشمن کو) پہنچا چکے تھے تو کیا تم ایسے موقع پر یہ کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آ گئی؟ کہہ دو کہ: یہ خود تمہاری طرف سے آئی ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اس لیے مجاہدین کی جانب سے ایسے کسی بھی موقع سے جہل یا عدمِ فہم سے سب سے زیادہ استفادہ دشمن ہی اٹھاتا ہے، جب بھی مجاہدین اپنی جنگ کا درست تجزیہ نہیں کرتے، دشمن کی چالوں اور مکر سے خود کو غافل رکھتے ہیں تو اس کے نتیجے میں بالآخر نقصان مجاہدین ہی کا ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات مجاہدین کے اس تجاہل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن مجاہدین کی چال کو انہی کے اوپر پلٹ دیتا ہے اور مجاہدین آخر میں خسارہ اٹھاتے ہیں۔

اس لیے مجاہدین کو چاہیے کہ وہ سمجھداری اور ہوشیاری کے ساتھ مقامی اور بین الاقوامی دشمنوں کی چالوں اور ان کے عالمی کفری نظام میں درست حیثیت کا تجزیہ کرتے ہوئے اپنے لیے درست لائحۂ عمل تشکیل دیں کیونکہ دشمن کی درست پہچان ہی اصل قوت ہے، اس لیے کیونکہ مومن جاہل اور غبی نہیں ہوتا بلکہ اپنے ارد گرد کے حالات سے درست واقفیت رکھنے والا ہوتا ہے، بیدار مغز ہوتا ہے اور ہوشیار ہوتا ہے، اور اپنی گم شدہ متاع، حکمت کے ساتھ دشمن کے منصوبوں اور چالوں کو اسی کے اوپر الٹانے والا ہوتا ہے۔

شریعت کے نفاذ کے درست مفہوم سے آگاہی

ایک مجاہد عالم مجاہدین کی ایک مجلس میں ایک شرابی کی مثال پیش کرتے ہیں جو شراب کے نشے سے چور ہو کر سڑک کے مابین دھت پڑا ہے۔ اس کی حالت اس قدر نازک ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے اور وہ پیاس سے تڑپتے ہوئے پانی کی طلب میں چلا رہا ہے۔ اب اس شرابی کو اس حالت میں کوئی مجاہد دیکھ لے تو وہ کیا کرے گا؟ اسے پانی پلائے گا یا اس پر شراب کی حد جاری کرے گا؟ ایسے موقع پر اللہ کا حکم کیا ہے؟ اسے پانی پلانا بھی حکمِ الٰہی ہے اور شراب کی حد نافذ کرنا بھی حکمِ رب ہے۔ لیکن اگر شریعت کے نفاذ کے درست مفہوم سے ناآشنا مجاہد اس شرابی پر اسی حالت میں کوڑے مار کر حد نافذ کرے گا تو امکان ہے کہ وہ اس کی ضرب سے مر جائے اور اس کے نتیجے میں اس مجاہد کو اس شرابی کی دیت ادا کرنا ہو گی کیوں کہ اس نے اپنے ناقص فیصلے اور کمزور فہم کی بنیاد پر ایک مسلمان کا قتل کر دیا ہے جبکہ اِس معاملے میں حد کو معطل کرنا ممکن تھا۔

غرض مجاہدین کو اس مثال سے سمجھنا چاہیے کہ شریعت کا نفاذ صرف اور صرف حدود کا نفاذ نہیں، بلکہ حدود کا نفاذ تو شریعت کا صرف ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو کہ شبہہ یا گواہان کی عدم موجودگی یا ایک گواہ فراہم نہ کر سکنے پر ساقط ہو جاتا ہے۔ شریعت کا نفاذ تو درحقیقت لوگوں کے لیے اللہ کی عبادت کو آسان تر بنانے اور اس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنے کا نام ہے۔ شریعت تو لوگوں کو امن فراہم کرنے کا نام ہے، لوگوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کے مواقع دینے کا نام ہے، شریعت تو غرباء اور مساکین کی سرپرستی کا نام ہے، شریعت تو بیواؤں اور یتیموں کی دست گیری کا نام ہے، شریعت تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نام ہے، شریعت تو اللہ کے باغیوں کو لگام ڈالنے کا نام ہے، شریعت تو مومنین کے ساتھ دوستی اور کفار سے بغض و نفرت پر مبنی خارجہ پالیسی کا نام ہے، شریعت تو مسلمانوں کی سرزمینوں کے دفاع کا نام ہے، شریعت تو مسلمان عوام کے سر پر اس کے محافظ مجاہدین کی جانب سے دستِ شفقت رکھنے کا نام ہے، استعمار اور ان کے آلہ کاروں کی غلامی میں صدیوں سے پسی مسلمان عوام کو اس کا فراموش کردہ دین از سرِ نو سکھانے اور سمجھانے کا نام ہے۔ شریعت تو دین اور شعائرِ دین کی گستاخ زبانوں کو کھینچنے کا نام ہے۔

شریعت تو لوگوں کو امن فراہم کرنے کا نام ہے، لوگوں کو پاکیزہ زندگی گزارنے کے مواقع دینے کا نام ہے، شریعت تو غرباء اور مساکین کی سرپرستی کا نام ہے، شریعت تو بیواؤں اور یتیموں کی دست گیری کا نام ہے، شریعت تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نام ہے، شریعت تو اللہ کے باغیوں کو لگام ڈالنے کا نام ہے، شریعت تو مومنین کے ساتھ دوستی اور کفار سے بغض و نفرت پر مبنی خارجہ پالیسی کا نام ہے، شریعت تو مسلمانوں کی سر زمینوں کے دفاع کا نام ہے، شریعت تو مسلمان عوام کے سر پر اس کے محافظ مجاہدین کی جانب سے دستِ شفقت رکھنے کا نام ہے، استعمار اور ان کے آلہ کاروں کی غلامی میں صدیوں سے پسی مسلمان عوام کو اس کا فراموش کردہ دین از سرِ نو سکھانے اور سمجھانے کا نام ہے۔ شریعت تو دین اور شعائرِ دین کی گستاخ زبانوں کو کھینچنے کا نام ہے۔

اپنی ہی عوام کو دھمکیاں دینے، ان کے مابین قومیت کی بنیاد پر تقسیم رکھتے ہوئے انہیں مخاطب کرنے، ان کے جان و مال کی آبرو کو معصومیت کو اپنے جہادی عمل میں اہم ترجیح نہ دینے جیسے کام بالآخر مجاہدین کو ایک ڈاکو میں تبدیل کر دیتے ہیں اگرچہ ان کے نعرے کتنے ہی خوش نما، پر فریب اور اسلامی کیوں نہ ہوں۔ لہٰذا مجاہدین کے لیے شریعت کا درست فہم حاصل کرنا بے حد ضروری ہے...... (باقی صفحہ نمبر ۷۳ پر)

چراغِ راہ

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

یہ تحریر صوتی دروس کا مجموعہ ہے جو بنیادی طور پر شیخ ابو قتادہ فلسطینی حفظہ اللہ کے کتابچے "درک الهدی في اتباع سبيل الفتی" (نوجوان کے نقش قدم پر حصول ہدایت کا سفر) سامنے رکھ کر دیے گئے ہیں، کتابچے میں شیخ نے اصحاب الاخدود والی حدیث کی شرح کی ہے اور اس میں موجود حکمت کے ان موتیوں کو سمیٹا ہے جو دعوت و جہاد کے راہیوں کے لیے انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ اللہ یہ اسباق سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق دے، آمین۔

جادو جادو گر... حکمرانوں کی ضرورت

بسم الله والحمد لله والصلاة والسلام على رسوله الكريم أمابعد

پچھلی نشست میں ہم نے پڑھا تھا کہ اگر کسی کافر ملک کا کوئی بادشاہ، یا کوئی کافر سلطنت و ریاست مسلمانوں کے خلاف لڑ رہی ہو تو اس کے حکمرانوں اور کافر عوام سب کا حکم ایک ہو گا۔ پھر اس کے تحت یہ بھی ذکر ہوا کہ یہ حکم کافر ممالک کے حوالے سے ہے، مسلم ممالک اور مسلمان عوام کے حوالے سے نہیں ہے۔ آج حدیث کے اگلے حصے کی جانب بڑھتے ہیں اور اس حصے کے تحت موضوعات اہم اور دلچسپ ہیں۔ اس لیے کہ یہ دور حاضر کے کئی کرداروں کو زیر بحث لاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

كَانَ مَلِكٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَكَانَ لَهُ سَاحِرٌ

"تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادو گر تھا"۔

جادو گر کا وجود حکمرانی کی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہوتا ہے، حکومت کے استحکام سے لے کر بادشاہ کے احکامات کی تنفیذ تک تمام امور میں جادو گروں کا بڑا کردار ہے۔ شیخ کہتے ہیں "جادو گر فی الحقیقت تزیّن و تجمّل، دھوکہ و فریب اور خوف و دہشت بٹھانے کے ایک ادارے و صلاحیت کا نام ہے"، یعنی جادو گروں کا کام حکمران کے عیوب چھپانا، اس کی خامیوں کو خوبیاں دکھانا، عوام کے دلوں میں نظامِ حکومت اور حکمران سے متعلق رغبت قائم رکھنا اور ساتھ ساتھ یہ دہشت ڈالنا بھی ہوتا ہے کہ اگر حکمران اور اس کے نظام کے خلاف کسی نے اٹھنے کی سعی کی تو اسے اُس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، وہ ناکام ہو گا اور اسے بدترین انجام کا سامنا بھی کرنا ہو گا۔ نیز، جادو گر عوام کے دلوں میں اس صورت میں بھی خوف ولالچ ڈالتے تھے کہ عام آدمی کو اگر کوئی امن و سکون اور روزگار و معاش حاصل ہے تو یہ بس حکمران اور قائم نظام حکومت کے سبب ہے، اگر یہ دونوں ختم ہو جاتے ہیں تو عام آدمی کی زندگی بھی تباہ ہو جائے گی۔

جادو گر کی طاقت: عوام کا غلط عقیدہ

پھر جادو گر کے یہ مقاصد صرف اس وقت ہی حاصل ہو سکتے ہیں جب عوام جادو گر کے معتقد ہوں۔ اگر لوگ جادو گر پر یقین نہ رکھتے ہوں اور اس کے کام کو وہ فریب سمجھتے ہوں تو پھر جادو کا اثر باقی نہیں رہتا اور ساحروں کی موجودگی بیکار ہو جاتی ہے۔ عوام کے اندر پہلے سے اس قسم کے لوگوں کا اعتقاد اور اعتبار موجود ہوتا ہے تبھی تو لوگ ان کی باتوں، جعل سازیوں اور جو کچھ وہ دکھاتے ہیں، پر یقین کرتے ہیں۔ وہ رلانا چاہتا ہے تو لوگ رو لیتے ہیں اور وہ ہنسانا چاہتا ہے تو ہنس لیتے ہیں۔ وہ اٹھانا چاہے تو لوگ اٹھ کر تحریک شروع کرتے ہیں اور سلانا چاہیں تو لوگ گہری نیند سو جاتے ہیں۔ پس لوگوں کے دلوں میں جادو گر پر یقین و اعتقاد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ گویا یہ ایک طرح عوام ہی کا عقیدہ ہے کہ جو جادو گر کو طاقت فراہم کرتا ہے اور پھر وہ اُسی طاقت سے ان کے اذہان و قلوب کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اگر تو یہ باطل عقیدہ و یقین ختم ہو جائے تو جادو کا طلسم بھی باقی نہیں رہتا اور جادو گر کے سارے کیے پر پانی پھر جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بت تراش خود بت بناتا ہے اور پھر خود ہی اس کی عبادت بھی کرتا ہے۔ اسی طرح عوام بھی خود ہی اس جادو گر پر اعتقاد رکھتے ہیں، اسے ایک مقام عطا کرتے ہیں اور پھر جادو گر جو دکھاتا اور بتاتا ہے، یہ اُس پر عمل کرتے ہیں۔

جادو گر کون ہے؟

کہتے ہیں: "جادو، دراصل ایک اعتقاد اور قوت کا نام ہے، یہ قوت جن کے پاس ہوتی ہے ان میں دوسروں کی زندگیوں پر اثر ڈالنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ یہ میدان جھوٹ و فریب سے بھرا ہے، اس میں صدق و حقیقت نہ ہونے کے برابر ہے... جادو گر بادشاہوں کے لیے انتہائی اہم ہوتے ہیں اور یہ ان کے لیے ان کے لشکر، ہتھیار اور اموال کے برابر حیثیت رکھتے ہیں"۔ فرماتے ہیں، اگرچہ جادو ایک خاص ہنر و شعبے کا نام بھی ہے مگر سچ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دھوکہ و فریب اور خوف و لالچ کا ہتھیار استعمال کر کے عوام کو حکمرانوں کا مطیع بناتا ہے اور ان سے حکمرانوں کی خدائی منواتا ہے، وہ فی الحقیقت جادو گر ہے اور اس کا یہ کام جادو ہی ہے۔ ایسے افراد کا کام چونکہ بادشاہوں کی بادشاہت قوی کرنا اور عوام کو ان کا غلام بنانا ہوتا ہے، اس لیے حکمرانوں کو بھی ان افراد کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ انہیں خاص مقام و مراعات سے نوازتے ہیں۔ تاریخ انسانی میں جب اور جہاں بھی بادشاہتیں اور حکومتیں رہی ہیں اور آج بھی جو نظام حکومت و حکمران موجود ہیں انہیں اس قسم کے کرداروں کی ضرورت رہی ہے۔ اسی طرح، معاشرے کے اندر عوام اگر کسی پر اعتبار و اعتماد شروع کرتی ہے اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی ہے، یعنی وہ کردار جو کچھ عوام کو دکھائیں اس پر عوام بھی یقین رکھتی ہے، تو بادشاہ ایسے لوگوں کو اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بادشاہ کے قریب ہو کر وہ پھر بادشاہ ہی کا

دفاع کرتے ہیں، اسی کی تعریفیں کرتے ہیں اور اس کے خلاف بولنے والی زبانوں کو روکتے ہیں۔ اس سے بادشاہ کا مقصد اپنی حکومت کا استحکام اور اپنی حکمرانی کو تقویت دینا ہوتا ہے۔

آپ جادو اور جادوگر کے ناموں کو ایک طرف رکھ دیجیے۔ یہ دیکھیے کہ حکمران کو اپنا نظام چلانے اور اپنی حکمرانی کو مستحکم کرنے کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو لوگوں کو مسخر کرکے اس کے سامنے جھکائیں، لوگ بغاوت پر آمادہ ہوں تو وہ بڑھیں اور انہیں ٹھنڈا کردیں، لوگ بادشاہ سے ناامید ہونے لگیں تو وہ افراد ہی انہیں امیدیں دلائیں، عوام کو بادشاہ کے طرزِ حکومت میں اگر خامیاں نظر آنے لگیں تو وہ افراد اپنے چکنی چپڑی باتوں سے ان خامیوں کو الٹا خوبیاں دکھائیں...... حکمرانوں کو کل بھی ایسے افراد کی ضرورت تھی، آج بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

علماء کرام اور حکمران

اسلامی دنیا میں چونکہ عام عوام دین سے محبت رکھتی ہے، تو وہ کون ہیں کہ لوگ ان کی بات سنتے ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہیں؟ وہ اگر بادشاہ کی خامی کو خامی کہیں تو لوگ بادشاہ سے متنفر ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات بادشاہ کی چھٹی کراسکتے ہیں، یا کم از کم اس کے لیے مسائل پیدا کرسکتے ہیں......؟ یہ علماء کا طبقہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں علماء ہی کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ عوام کی رہنمائی کرتے ہیں، وہ چاہیں تو ان کو اٹھاتے ہیں اور چاہیں تو ان کو سلاتے بھی ہیں۔ وہی قوم کے اندر زندگی بھی پیدا کرتے ہیں اور اگر وہ غافل ہوں اور عوام کے اندر تحریک پیدا نہ کرتے ہوں تو وہ ہی قوم کی ایمانی و تحریکی موت کا بھی سبب بنتے ہیں۔ پھر عوام کا تعلق علماء و واعظین کے ساتھ اختیاری ہوتا ہے، وہ اپنی مرضی سے علماء کی اطاعت کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر اور سن کر عوام اپنا موقف بناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بادشاہ و حکمران ایسے بااثر علماء کو تلاش کرتے ہیں جن کی بات سنی اور مانی جاتی ہے۔ حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ ان علماء کو اپنے اندر جذب کرلے۔ ترغیب و ترہیب اور تمام جو طریق ممکن ہوں، ان کے ذریعے حکمران ایسے علماء کو اپنی صفوں میں لا کھڑا کرتے ہیں اور اس انداز سے ساتھ کھڑا کرتے ہیں کہ عوام کو بادشاہ اور علماء ایک جیسے نظر آئیں۔ یوں علماء کو وہ اپنے حق میں پھر استعمال کرتے ہیں۔

شیخ کہتے ہیں کہ ایسے دور میں جب اسلامی معاشرہ اخلاقی و روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو، تو اس میں عالم اور واعظ کا کردار اہم بن جاتا ہے۔ ایسا عالم و واعظ جو علم کے تقاضے پورے نہیں کرتا، وہ حکمرانوں کے لیے وہ کردار پھر ادا کرتا ہے جو جادوگروں کا ہوتا ہے۔ ایسے علماء (جنہیں فی الحقیقت علماء بھی نہیں کہنا چاہیے بلکہ 'علم دین سے منسوب افراد' کہنا چاہیے) اپنے غلط ارشادات و خطبات کے ذریعے برے حکمرانوں کو اچھا دکھاتے ہیں، حکمران کی خامیاں خوبیاں ثابت کرتے ہیں اور یوں یہ حضرات عوام کو نشے کے ایسے ٹیکے دیتے ہیں جن سے وہ پھر حکمرانوں کے خلاف نہیں سوچ پاتے۔

علماء کا مطلوب کردار

جب اسلامی معاشرے کے اندر خیر غالب تھی، خاص کر کہ جب علماء کی غالب اکثریت کے اندر اپنے علم کی حقیقت اور عظمت موجود تھی تو ان کی ایک اہم خاصیت یہ بھی تھی کہ وہ حکمرانوں کی قربت اور ان کے مراعات و وظائف سے اپنا دامن بچاتے تھے اور نظام حکومت میں موجود کجی و ظلم سے مکمل طور پر برأت کرتے تھے، حالانکہ اُس وقت کے وہ بادشاہ دور حاضر کے حکمرانوں کی طرح طواغیت نہیں تھے، زیادہ سے زیادہ ان میں فسق و فجور تھا لیکن اُن میں کفر قطعاً نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود بھی چونکہ اُن علماء کرام کو اپنی حساس مسئولیت کا احساس تھا، اس لیے حکومتی عہدوں اور مراعات سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو دیکھیے، انہیں بادشاہِ وقت نے جیل میں ڈالا اور جیل ہی میں آپ فوت ہوئے۔ آپ کا جرم یہ تھا کہ بادشاہ آپ کو قاضی القضاۃ بنانا چاہتا تھا جبکہ آپ اس عہدے کو قبول کرنے سے انکاری تھے۔ جس بادشاہ کے تحت وہ قاضی بننا بھی قبول نہیں کر رہے تھے، وہ مسلمان تھا، اس نے شریعت نافذ کر رکھی تھی۔ اُس بادشاہ اور آج کے دور کے حکمرانوں کے بیچ کوئی نسبت ہی نہیں ہے، اُن کے اور اِن کے بیچ زمین آسمان جتنا فرق بھی کم ہے، مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کی یہ پیشکش اس لیے ٹھکرادی اور جیل میں جانا قبول کیا کہ مبادا اس کے ظلم میں وہ حصہ دار نہ بن جائیں یا بادشاہ کے تحت عہدہ قبول کرکے لوگ بادشاہ کے ظلم کو بھی عدل نہ سمجھ بیٹھیں۔ تو بھلے ادوار میں علماء کرام حکومتی عہدوں اور مراعات سے دور رہتے تھے اور ان کا یہ آزاد و خود مختار کردار بھی لوگوں کی حقیقی رہنمائی اور ہدایت کا سبب بنتا تھا۔ اُن کے اس کردار کے سبب اسلامی معاشرہ اپنی اصل پر قائم تھا اور اس میں خیر و صلاح کا غلبہ تھا۔ تب عوام کے سامنے بس دو مثالیں، دو نمونہ ہائے عمل ہوتے تھے، ایک؛ کتاب و سنت اور سلف صالحین کی صورت میں ماضی کی خیالی مثال اور دوسرا؛ دورِ حاضر کی عملی و موجود مثال جو ان علماء نے تقویٰ، زہد، اخلاق، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربندی کی بدولت قائم کر رکھی تھی۔ یہ علماء اپنی اس حریت اور حق پر قائم ہونے کے سبب اپنے دور میں حق کا معیار سمجھے جاتے تھے۔ ان کے سبب لوگ باطل و حق میں فرق بھی کرتے تھے اور حق کی نصرت کے لیے کھڑے بھی ہوجاتے تھے۔ تو امت کی زندگی و نشاط کے لیے یہ دو عناصر بہت اہم ہیں: ایک، دورِ حاضر میں علماء کا صالح اور مثالی طرز

بھلے ادوار میں علماء کرام حکومتی عہدوں اور مراعات سے دور رہتے تھے اور ان کا یہ آزاد و خود مختار کردار بھی لوگوں کی حقیقی رہنمائی اور ہدایت کا سبب بنتا تھا۔ اُن کے اس کردار کے سبب اسلامی معاشرہ اپنی اصل پر قائم تھا اور اس میں خیر و صلاح کا غلبہ تھا۔

عمل اور دوسرا، ان موجود علماء کے اسلاف کا کردار، وہ اسلاف جو کتاب و سنت کا عملی نمونہ تھے۔

دو اہم سلطان (اتھارٹی)...... جن سے امت کا وجود قائم تھا!

امت مسلمہ میں دو سلطان یا دو مقتدر قوتیں ہوتی تھیں: ایک سلطہ مسلمان حکمران کا تھا اور دوسرا علماء عظام کی صورت میں تھا۔ علماء دلوں پر، اذہان و قلوب پر حکومت کرتے تھے، جبکہ بادشاہوں کی حکومت زیادہ تر جسموں پر ہوتی تھی۔ امت میں سلطنت و قوت ان دو طبقوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی، قوت کے یہ دو محور ہوتے تھے۔ علماء کا کردار محاسب و محتسب کا ہوتا تھا، وہ محتسب اور نگرانی کرنے والے ہوتے تھے، خامیوں کی نشاندہی کرتے تھے اور انہیں دور کرواتے تھے۔ ان کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ تقویٰ کی طرف، اور خلافتِ راشدہ کا نمونہ سامنے رکھ کر اُس طرز حکومت کی طرف حکمرانوں کو بلاتے تھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے کر انہیں رشد و صلاح کی طرف آنے پر مجبور کرتے تھے۔ اگر بادشاہ غلط راستے پر چلتا تو اس کے راستے میں علماء کرام رکاوٹ بنتے تھے، یہ علماء کرام حکمران اور رعایا دونوں پر نظر رکھتے تھے اور انہیں گمراہی سے بچانے اور فوز و فلاح کے رستے پر لانے کے لیے بے لوث کوشش کرتے تھے۔

علماء کرام کی یہ طاقت کس چیز میں مضمر تھی؟

بادشاہ علماء کرام سے مجبور کیوں ہوتے تھے؟ وجہ اس کی یہ تھی کہ عوام کے دلوں پر بادشاہ کی نہیں، ان علماء کرام کی حکمرانی ہوتی تھی، لہٰذا وہ علماء کرام ہی کی مانتے تھے۔ علماء کرام کی اس عقیدت واحترام کا سبب ان علماء کا زہد و تقوی، علم و اخلاق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند رہنا اور بہر صورت حق کا اظہار تھا۔ حق کے اظہار کے بدلے جو قیمت وہ ادا کرتے تھے، وہی ان کی عزت و احترام کا باعث تھی۔ لہٰذا بادشاہ علماء کرام کی اس مقبولیت کے سبب مجبور ہو جاتے تھے۔ بادشاہ نے اگر سکون سے حکومت کرنی ہے تو لازم ہے کہ وہ عالم کے سامنے سر جھکائے۔ عالم اسے کہے کہ تم یہ منکر کرتے ہو، تو وہ فوراً یا تو اس منکر کو چھپائے یا اس سے باز آجائے۔ یہ مجبوری ہوتی تھی ان بادشاہوں کی۔ اگر کوئی بادشاہ علماء کے ساتھ ٹکر لیتا تو عوام میں بادشاہ کی مقبولیت کم ہو جاتی تھی اور یوں اس کی بادشاہت خطرے میں پڑ جاتی تھی۔

تو عرض یہ ہے کہ امت کے اندر یہ دو سلطان تھے، ایک سیاسی سلطہ اور دوسرا علمی و عوامی سلطہ۔ اگر کہیں سیاسی سلطان گر جاتا، حکومت ختم ہو جاتی تھی، تو عوام علماء کے گرد جمع ہو جاتے، ان کی جمعیت قائم رہتی اور پھر یہ علماء ہی ہوتے جو اپنے قول و عمل کے ذریعے عوام میں اٹھنے اور اپنے اور اپنے دین کے دفاع کی روح پھونک دیتے اور یوں پھر بادشاہ کے گرنے کے باوجود بھی امت قیادت سے محروم نہیں ہوتی تھی اور دشمنانِ امت کا مقابلہ ہوتا رہتا۔

قیادتِ امت سے محروم ہونے کا ایک بڑا سبب

شیخ کہتے ہیں کہ ہوا یہ کہ بعد کے ادوار میں جہاں بادشاہوں نے علماء کو رام کرنے کے لیے رغبت، مکر و فریب، اپنی قوت اور دباؤ کو استعمال کیا، وہاں خود علماء کی جانب سے بھی علم کی ناقدری ان کے اعلیٰ مقام سے تنزل کا سبب بنی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ علماء بادشاہوں کے ساتھ انہی کی صف میں کھڑے ہو گئے، الّا من رحم اللہ۔

علماء کے حکمرانوں کی صف میں کھڑے ہونے سے سب سے بڑا اثر یہ برآمد ہوا کہ جہاں معاشرے میں پہلے دو محور ہوتے تھے وہاں ایک محور نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور دوسرے محور میں خود کو ایسے ضم کر دیا کہ اپنی شناخت ہی کھو دی۔ اب جب بادشاہ کوئی غلط کام کرتا تو عوام علماء کی طرف کیونکر دیکھتے کہ علماء تو خود ہی بادشاہ کے ساتھ کھڑے ہیں۔ یوں امت کا زوال ادھر سے شروع ہوا کہ جب سیاسی طور پہ بادشاہت گری یا وہ بادشاہ گرا تو اس کے ساتھ ساتھ اس کی تائید کرنے والے علماء بھی گر گئے۔ پہلے ہوتا یہ تھا کہ اگر بادشاہ گر جاتا تھا تو دوسرا ستون، یعنی علماء کا، جو بذاتِ خود بہت طاقتور تھا، باقی رہتا تھا۔ بادشاہوں کی تبدیلیاں امت پر اثر انداز نہیں ہوتی تھیں، ان کے ادوار آتے جاتے رہتے تھے، اموی چلے گئے، عباسی آ گئے... مگر لوگ علماء کے گرد جمع رہتے تھے اور وہ عالم اٹھ کر امت کو تھام لیتا تھا۔

آپ دیکھیں! امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل، ابن تیمیہ رحمہم اللہ...... تاریخِ اسلام ایسے ستاروں سے جگمگا رہی ہے، ان کے پاس کون سا سرکاری سلطہ تھا؟ کون سی قوت تھی؟ یہ بادشاہ نہیں تھے مگر بادشاہوں سے زیادہ عوام پر اثر ڈالنے والے تھے۔ پوری قوم ان کے پیچھے چلتی تھی اور بادشاہ ان کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے۔ یہی بعد کے ادوار میں بھی علماء حق کا کردار تھا۔ مگر بعد میں علماء نظام حکومت کا حصہ بنے اور بادشاہوں کے ساتھ صف میں کھڑے ہوئے، پھر جس وقت بادشاہ اپنے تخت سے محروم ہوا اور امت نے پلٹ کر دوسری طرف دیکھا تو رہنمائی کے لیے کوئی نہیں ملا۔ اس لیے کہ بادشاہ کے گرنے کے ساتھ ساتھ اس کے حاشیہ بردار بھی نہیں رہے۔ اپنی منزلت و احترام تو وہ علماء پہلے سے ہی کھو چکے تھے، اب جب حکمران گرا تو عوام فتویٰ کس سے لیتے؟ جہاد کی فرضیت کا فتویٰ؟ کافر کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا فتوی؟ ظلم و طغیان کے سامنے ڈٹنے کا فتوی اب انہیں کہاں سے ملتا؟ تو عرض یہ ہے کہ بادشاہوں اور علماء کے ایک ہو جانے سے یہ بہت بڑا نقصان ہوا۔

عوام کے دلوں پر بادشاہ کی نہیں، ان علماء کرام کی حکمرانی ہوتی تھی، لہٰذا وہ علماء کرام ہی کی مانتے تھے۔ علماء کرام کی اس عقیدت واحترام کا سبب ان علماء کا زہد و تقوی، علم و اخلاق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر کاربند رہنا اور بہر صورت حق کا اظہار تھا۔ حق کے اظہار کے بدلے جو قیمت وہ ادا کرتے تھے، وہی ان کی عزت و احترام کا باعث تھی۔ لہٰذا بادشاہ علماء کرام کی اس مقبولیت کے سبب مجبور ہو جاتے تھے۔

حکمرانوں کی قربت کا دوسرا بڑا نقصان

جب بادشاہوں کی صفوں میں، ان کی فراہم کردہ ملازمتوں میں یہ علماء داخل ہوئے تو اس کے سبب امت کے اندر ایک اور بڑے مرض نے بھی جنم لیا۔ یہ مرض، اہلِ دین اور علماء کی طرف سے باطل اور ظالم نظامِ حکومت کی تائید و دفاع ہے۔ یہ وہ نقصان ہے جو پہلے نقصان سے بھی بڑا اور خطرناک ہے۔ ہوا یہ کہ جب تک علماء کی اکثریت سرکاری ملازمتوں اور حکمرانوں کے دروازوں سے دور رہتی تھی، تو ان کے ہاں اصول یہ تھا کہ؛ علمی کسوٹی اور شریعت کے نقطۂ نظر سے آئیڈیل اور مثالی طرزِ حکومت، امت میں اگر کہیں ہوسکتی ہے تو وہ خلافت راشدہ ہے۔ خلافتِ راشدہ کے بعد جو سلاطین گزرے ہیں، چاہے وہ اموی ہوں، عباسی ہوں یا خلافتِ عثمانیہ، وہ سب مسلمان سلاطین تھے، ان میں بہت بڑی خیر بھی تھی لیکن ان میں شر بھی موجود تھا۔ تب، علماء کوئی ایک سلطنت، کوئی ایک طرزِ حکومت بھی ایسا پیش نہیں کرتے تھے جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتے ہوں کہ بس یہ خیر ہی کا منبع ہے اور اس میں کوئی شر نہیں ہے، وہ، خلافت راشدہ کے سوا کسی ایک بھی طرزِ حکومت اور نظام کے دفاع کے لیے اپنا آپ پیش نہیں کرتے تھے۔ وہ کبھی نہیں کہتے تھے کہ بھئی! اس حکومت یا نظام کے خلاف بات نہ کرو، یہ بالکل درست ہے۔ لیکن جیسے ہی یہ علماء حکومت میں شامل ہوگئے، حکومت کی نوکریاں، ان کی سیٹیں اور ان کی مراعات انہوں نے قبول کیں تو ان کے لیے علم اور اقتداء کے لحاظ سے مثال اور آئیڈیل اگر کوئی بنا تو وہ وہی حکومت بنی جس میں وہ خود موجود تھے۔

وہ، جو پہلے خلافت راشدہ کی حکومت بطور مثال پیش کرتے تھے اور بعد میں آنے والوں کو اسی کسوٹی سے پرکھتے اور سیدھا کرتے تھے، اب مسئلہ یہ ہوا کہ چونکہ یہ خود حکومت میں شامل ہوگئے لہٰذا ''پھر وہ اسی حکومت اور اسی نظام کا ویسے ہی دفاع کرنے لگے جیسے عین حق کا کوئی دفاع کرتا ہے۔ پھر معاملہ اس حد تک بھی پہنچ گیا کہ اگر کوئی شرعی بنیاد پر بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا تھا تو اس کے خلاف بھی یہ علماء کھڑے ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اگر شریعت، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بھی اس حکمران، اس کے طرزِ حکمرانی، اس کے نظام اور اس کی ریاست کے خلاف کھڑا ہوجاتا تھا تو یہ علماء کہتے تھے کہ یہ (تمہارا اس نظام کے خلاف کھڑا ہونا) قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ حتیٰ کہ ان علماء نے، جس نظام میں یہ رہتے تھے، جن حکمرانوں کے ساتھ یہ اٹھتے بیٹھتے تھے اور جس سلطنت کا یہ حصہ ہوتے تھے اس کو پھر ''دُوَلِ التّوحید[1]'' کہا اور ''دُوَلِ السُّنّة[2]'' کہا''۔

سعودی مملکت کے بارے میں آج کل یہی اصطلاحات ان کے علماء استعمال کرتے ہیں۔ ان کے علماء جب اپنے حکمرانوں کے بارے میں بولتے ہیں تو ایسے قلابے ملاتے ہیں کہ آپ سمجھیں گے کہ گویا یہ خلافتِ عثمانیہ کی بھی نہیں بلکہ خلافتِ راشدہ ہی کی بات (نعوذ باللہ) کر رہے ہیں۔ پھر شیخ کہتے ہیں کہ ''جتنے بھی جرائم یہ نظام حکومت کرے، جتنے بھی یہ حکمران برے اعمال کریں، یہاں تک کہ مرتد ہوجانے والے اور کفریہ افعال بھی لوگوں کے سامنے کریں تو چونکہ علماء خود اس سلطنت میں شامل ہوتے ہیں لہٰذا وہ ان اعمال و افعال کا بھی دفاع کرتے ہیں، جواز پیش کرتے ہیں اور ان کے حق میں فتویٰ دیتے ہیں''۔ کیوں؟ اس لیے کہ کیا کوئی اپنے خلاف بھی بات کرسکتا ہے؟ اپنا محاسبہ لوگوں کے سامنے خود کیسے کرے!وہ تو ایک ہی وجود کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں بھی دین داروں نے ریاست کے کفر، ظلم، طغیان اور بدکرداری کے خلاف آواز بلند کی تو انہی (درباری) علماء نے انہیں فسادی کہا اور یہ بیانات دینا شروع کیے کہ یہ اسلام پر عمل نہیں کرتے ہیں، یہ لاعلم لوگ ہیں، جاہل ہیں، یہ سرے سے دین ہی نہیں جانتے، انہوں نے کون سا اعلیٰ علوم سے واقفیت حاصل کی ہے! علوم تو ہم نے پڑھے ہیں، ہمارے ہی یہ شاگرد ہیں اور آج ہمارے ہی خلاف یہ باتیں کرتے ہیں!!

جب بادشاہوں کی صفوں میں، ان کی فراہم کردہ ملازمتوں میں یہ علماء داخل ہوئے تو اس کے سبب امت کے اندر ایک اور بڑے مرض نے بھی جنم لیا۔ یہ مرض، اہلِ دین اور علماء کی طرف سے باطل اور ظالم نظامِ حکومت کی تائید و دفاع ہے۔ یہ وہ نقصان ہے جو پہلے نقصان سے بھی بڑا اور خطرناک ہے۔

علماء جب نظام حکومت میں داخل ہوجاتے ہیں...

سعودی مملکت ایک بہترین مثال ہے۔ مثال تو ہر اسلامی ملک ہے کہ ہر جگہ کہانی ایک ہی ہے، بس چہرے اور نام تبدیل ہیں۔ سعودی مملکت کوئی دوڈھائی سو سال پہلے جب قائم ہوئی تو اس وقت شیخ محمد بن عبد الوہاب النجدیؒ کی ایک اصلاحی تحریک تھی جو انہوں نے شرک القبور اور بدعات کے خلاف اٹھائی تھی[3]۔ آل سعود کے بڑے، محمد بن سعود نے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے معاہدہ کیا کہ حکومت تو آل سعود کریں گے جبکہ فتویٰ و ارشاد، یعنی عوام کی رہنمائی کا کام آلِ شیخ یعنی شیخ محمد عبد الوہاب اور ان کی نسل کرے گی۔ اس مقصد کے لیے سعودیہ میں مفتیٔ اعظم کا عہدہ بھی رکھا گیا جو آل شیخ کے پاس ہوتا تھا اور اس عہدے پر فائز مفتی کا عوام پر کافی اثر و رسوخ ہوتا تھا۔

---

[1] توحید پر قائم سلطنتیں

[2] سنت نبوی ﷺ پر قائم نظام ہائے سلطنت

[3] ملاحظہ ہو حضرت مولانا محمد منظور نعمانی قدس سرّہٗ کی تالیف 'شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی تحریک'۔

یہ دو خاندان متوازی چلتے تھے، اور شاہی خاندان کی اسلام مخالف حرکتوں سے قطع نظر، مملکتِ سعودیہ میں معاشرے کی سطح پر دینی حالت بہتر تھی۔ عام لوگوں کے سامنے حکمرانوں کا تاثر بھی اچھا تھا۔ آلِ سعود میں آج سے ساٹھ ستّر سال قبل، سعود بن عبد العزیز کی حکومت آئی تو وہ بہت شرابی آدمی تھا اور اس کی شہرت فسق و فجور کی تھی۔ شاہی خاندان میں بھی اس کے مخالفین موجود تھے، مگر اس کی اعلانیہ بداعمالیوں کی وجہ سے علماء سعودیہ بھی اس کے مخالف ہوگئے۔ علماء نے اپنی ذمہ داری سنبھالی اور اس کے خلاف آواز بلند کی۔ سعود کے خلاف مفتیٔ اعظم نے فتوی دیا اور شاہی خاندان میں موجود اس کے مخالفین نے بھی اس فتویٰ کا ساتھ دیا۔ اس سے دباؤ اتنا بڑھ گیا کہ آلِ سعود کے کرتا دھرتا اکٹھے ہوئے اور انہوں نے سعود کو ہٹانے کا فیصلہ کیا اور اس کی جگہ فیصل بن عبد العزیز کو بادشاہ بنا دیا۔ شاہ فیصل کو خدشہ تھا کہ جس طرح شاہ سعود کے ہٹانے میں مفتیٔ اعظم کے فتویٰ نے کردار ادا کیا، اسی طرح یہ آگے بھی شاہی خاندان کے لیے مشکلات بنائیں گے۔ لہٰذا سب نے مل کر علماء کے لیے دامِ فریب تیار کیا۔ آلِ شیخ سے کہا گیا کہ اس سلطنت کی بنیاد آپ لوگوں کی سرپرستی میں رکھی گئی ہے، آپ اس میں ہمارے شریک ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ لوگوں کی بھی وزارتیں ہوں اور یوں آپ بہتر طور پر دین کی خدمت کر سکیں گے۔ یہ بھی پیشکش کی کہ مذہبی امور کے لیے خاص وزارتیں ہونی چاہییں جو اوقاف اور دعوت و ارشاد وغیرہ کو دیکھیں گی۔ ان وزارتوں کا اپنا بجٹ، اپنے وسائل اور اختیارات ہوں گے... لہٰذا درخواست کی گئی کہ یہ علماء وزارت سنبھال لیں۔ علماء نے یہ "بے ضرر" بلکہ "مفید" پیشکش قبول کر لی۔ 1969ء میں مفتیٔ اعظم کا عہدہ ختم کر دیا گیا اور انصاف و مذہبی امور کے نام سے وزارتیں قائم کی گئیں جن میں سے ایک دو آلِ شیخ کے سپرد کی گئیں۔ یہاں سے علماء کی نگرانی و محتسب کا کردار ختم ہو گیا اور وہ شاہی خاندان کے ہر اچھے برے کا دفاع و حمایت کرنے لگے۔

جس دن سے ان علماء نے حکومتی مراعات حاصل کیں، اس دن سے آپ نہیں دیکھیں گے کہ آلِ شیخ اور آلِ سعود کے مابین کسی ایک مسئلے میں بھی بڑا اختلاف ہوا ہو! اس دوران کون سا کفر و ظلم ہے جو سعودی حکمرانوں نے نہیں کیا! جزیرۂ عرب — جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً فرمایا کہ "أخرجوا المشركين من جزيرة العرب"[1] — میں امریکیوں کو لا بسایا اور انہیں امت کے وسائل کا مالک بنا دیا۔ اس پر مستزاد یہ کہ اس قبیح جرم کو جائز قرار دینے کے لیے ایک بڑے عالم نے فتوی دے کر غاصب امریکیوں کو مہمان اور مستأمن کا درجہ بھی دیا۔ ہر مسئلہ میں امریکہ و اہلِ مغرب کا موقف ہی سعودی حکمرانوں کا موقف رہا، مگر حکومتی مراعات سے مستفید علماء کی طرف سے اس پر تنقید نہیں ہوئی۔

یہ اُس دور کی بات ہے کہ جب حکمرانوں کے یہ جرائم ظاہر تو ہوئے تھے مگر پھر بھی انہوں نے اپنے اوپر اسلام پسندی کی ملمع کاری کی ہوئی تھی اور معاشرے میں اپنے بعض شرعی اقدامات سے عوام کو دھوکہ میں رکھتے تھے۔ گزشتہ آٹھ دس سالوں میں تو یہ دھوکہ و منافقت بھی سعودی حکمرانوں نے چھوڑ دی اور اپنا خبثِ باطن بڑی ڈھٹائی کے ساتھ دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے۔

سعودیہ کے حالیہ حکمران اور مراعات یافتہ علماء کا کردار

محمد بن سلمان، جزیرۂ عرب کو شراب و کباب اور فحاشی عریانی سے بھرنے کے منصوبے کا اعلان کر چکا ہے۔ اس شخص نے، وہ پردہ خود سے چاک کر کے دور پھینک دیا ہے جس سے، پہلے والے اپنی اسلام دشمنی چھپاتے تھے۔ آج، سعودیہ کے حکمران، صرف جہاد و مجاہدین کے ہی دشمن نظر نہیں آتے، یہ نفسِ اسلام کے دشمن ہیں۔ پردہ، عفت، اسلامی معاشرت، اسلامی نظام خاندان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر... تمام وہ امور آج سعودیہ کے ہدف پر ہیں جن سے اسلامی معاشرت اور مغرب کی ننگ دھڑنگ معاشرت میں تفریق کی جاسکتی ہے۔ معاشرے پر پہلے اسلام کا رنگ تھا اور حکومت بھی مجبوراً یہ رنگ قائم رکھنا چاہتی تھی مگر محمد بن سلمان کو یہ رنگ بھی برداشت نہیں۔ وہ اس اسلامیت کو بھی 'ترقی' کی راہ میں رکاوٹ سمجھتا ہے۔ اس کی تمام تر تگ و دو کا مقصد بے حیائی اور فحاشی و بے دینی کو عام کرنا اور مغرب کی مادر پدر آزاد معاشرت یہاں درآمد کرنا ہے، اسے اس نے وژن 2030 کا نام دیا ہے۔ اس کے لیے کئی کلیدی عملی اقدامات اٹھائے گئے ہیں اور انتہائی خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہے۔ پہلے، مسلمانانِ فلسطین کے ساتھ اپنی خیانت پر پردہ ڈالا جاتا تھا، مگر آج یہ خیانت بغیر کسی خوف و حیاء کے علی الاعلان ہو رہی ہے۔ اسرائیل کے ساتھ تعاون و دوستی کا تعلق قائم ہے اور فلسطینی مسلمانوں پر ظلم اور بیت المقدس پر قبضے کو اسرائیل کا داخلی معاملہ کہا جا رہا ہے۔ پہلے، صرف جہادی علماء اور داعیان پر پابندی تھی اور ان سے جیلیں بھر دی گئی تھیں، مگر آج 'غیر سیاسی اسلام' کے بے ضرر مبلغین کو بھی بڑی تعداد میں جیلوں میں ڈالا گیا ہے۔ غرض، آج سعودی حکمرانوں کا اسلام دشمن چہرہ خود سعودی حکام بھی چھپانے کی سعی نہیں کر رہے۔ مگر کیا حکومت سے مراعات لینے والے سعودی علماء کا طبقہ بھی آج ان دشمنانانِ دین کو دین و امت کے خائن کہہ رہا ہے؟ کیا انہوں نے بھی ان خائنین کی تعریف و مدح چھوڑ دی؟ نہیں! آج بھی یہاں کے سرکاری علماء، امریکی غلام محمد بن سلمان کو اسلام کا خادمِ اعلیٰ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ عائض القرنی اور عبد الرحمان السدیس جیسوں کی نظر میں اسلام کا خادم اور امت مسلمہ کا ہیرو اگر کوئی ہے تو وہ محمد بن سلمان ہے۔ محمد بن سلمان کا وژن 2030ء جزیرۂ عرب کو دینِ اسلام سے (نعوذ باللہ، خاکم بدہن) خالی کرنے کا منصوبہ ہے، مگر عائض القرنی اس وژن کا

[1] "مشرکین کو جزیرہء عرب سے نکالو"!

وکیل ہے اور میڈیا پر آکر کھلم کھلا اس کی تعریف و تائید کرتا ہے۔ عبدالرحمان السدیس تو ٹرمپ کو بھی انسانیت کا (نعوذ باللہ) محسن قرار دے چکا ہے کہ ٹرمپ اور شاہ سلمان دونوں پوری دنیا کو امن و سلامتی کی طرف لے جا رہے ہیں! ایک اور سرکاری مفتی کی ویڈیو بھی حکومتِ سعودیہ نے نشر کی ہے۔ اس مفتی نے مسجد کے منبر پر بیٹھ کر کیمروں کے سامنے ارشاد فرمایا ہے کہ 'ولی عہد چاہے روزانہ ٹی وی پر آکر زنا کرے پھر بھی اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس کی برائی عوام کے سامنے بیان کرنا بہرصورت گناہ ہے اور اس کی محبت و عقیدت دلوں میں بٹھانا لازم ہے'۔

علم سے منسوب ان افراد نے جادوگروں کا یہ کردار کیوں ادا کرنا شروع کیا؟ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب انہوں نے حکومتی مراعات قبول کیں اور اسی نظامِ حکومت کا حصہ بن گئے تو یہ طواغیت کے آلۂ کار اور جنود بن گئے۔

کہانی یہاں بھی زیادہ مختلف نہیں!

پاکستان میں دیکھیے، یہاں جمہوری سیاست میں حصہ لینے والے اہلِ دین تو ایک دائرے میں نظام کی حمایت کرتے رہے مگر عام علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ ایسا یہاں بہرحال موجود ہے جس کے لیے خود اس نظام میں بھی کوئی دنیاوی کشش نہیں تھی۔ اہل مدارس کے لیے یہاں صرف سکول ٹیچری اور خطیب مسجد کی پوسٹ تھی۔ فوج میں مدرسہ سے فارغ عالم صرف خطیب مسجد ہی بن سکتا ہے جس کو زیادہ سے زیادہ بھی اگر ترقی ملتی ہے تو وہ صوبیدار سے آگے نہیں جا سکتا، گویا یہ اس ''اسلامی'' ملک میں علمِ دین اور علماء کا مقام تھا۔ یوں اہل مدارس کے دلوں میں اس نظام کے ساتھ اپنائیت کا تعلق اس وجہ سے بھی نہیں بن پا رہا تھا۔ امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد کے حالات سے نظام باطل کے ناخداؤں کو بھی اس کا احساس ہو گیا۔ انہیں نظر آیا کہ مدارس کے طلبہ کو بھی اگر وطنیت کی شراب پلانی ہو اور انہیں سبز ہلالی پرچم ہاتھ میں دے کر ملی نغمے پڑھوانے ہوں تو ضروری ہے کہ نظام میں ان کے لیے بھی گنجائش نکالی جائے۔ اس کے لیے جہاں اور اقدامات اٹھائے گئے، وہیں 'احسان' کرتے ہوئے سٹیٹ بینک آف پاکستان میں 'اسلامی بینکاری' کی ونڈو بھی کھولی گئی۔ آج نبی ﷺ کے ورثاء کو بھی علم دین کے ذریعے گاڑی، بنگلہ اور بینک بیلنس کے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ وہ طلبۂ دین جنہوں نے دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا تھا اور جنہوں نے نظام باطل کو اس کی بنیادوں سے اکھاڑ کر یہاں شرعی نظام کی اساس ڈالنی تھی، انہیں آج نظام باطل ہی کے اندر 'ترقی' اور 'روشن' مستقبل کے خواب دیے جا رہے ہیں۔

نتیجتاً یہاں بھی انجام مختلف نہیں نکلا۔ یہاں بھی علماء کرام کا ایک طبقہ محاسب اور نگران کا فریضہ ادا کرنے سے زیادہ نظام کی وکالت اور دفاع میں لگ رہا ہے۔ یہاں بھی اس نظام کو شرعی ثابت کیا جا رہا ہے اور حکمرانوں کی اطاعت پر ایسا زور دیا جا رہا ہے جیسے یہ حکمران بالکل شرعی ولی الامر ہوں اور ان کی مخالفت گویا امیر المؤمنین کی نافرمانی ہو۔ سوال اسلامی بینکاری کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کا بھی اہم ہے اور اس پر علماء کرام نے الحمدللہ لکھا بھی ہے، مگر انبیاء کے ورثاء کے سامنے بڑا سوال نظام کو شرعی بنیادوں پر کھڑا کرنے کے لیے بے لوث تحریک اٹھانے کا ہے اور یہ کارِ گراں تب ہی ہو سکتا ہے جب وہ خود اس ظلم پر کھڑے نظام سے بچ رہے ہوں اور عوام کے سامنے مثال و نمونۂ عمل پیش کر رہے ہوں۔ یہ کام کس کا تھا اور اب کیسے ہو گا؟ بدبودار غلاظت کی موجودگی میں جن کا کام اس گند کو باہر پھینکنا اور مکان کو پاک وصاف کرنا تھا، اگر وہ اس گندگی کے ڈھیر میں اپنے لیے کسی ایسے کونے کھدرے کا پانا ہی اپنا مقصد سمجھیں کہ جہاں گندگی (اُن کے مطابق) نسبتاً کم ہو تو یہ صفائی کا کام کون کریں گے؟ وہ وقت بھی پھر بہت جلد آجاتا ہے جب بدبو محسوس کرنے کی حس ہی ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہی لوگ گندگی کی موجودگی سے ہی الٹا انکار شروع کرتے ہیں۔ نہی عن المنکر کی جگہ اگر منکرات کے ساتھ مصالحت کی روش اپنائی جائے اور ان کے بیچ اپنے لیے ترقی کی راہیں ڈھونڈنا مقصد بننے لگے تو وہ لمحہ بھی آہی جاتا ہے جب (اس طبقہ میں) منکر کو منکر کہنے والا ڈھونڈنے کو بھی نہیں ملے گا۔ ایک کردار ہمارے اسلاف کا، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا تھا جو اسلامی حکومت میں بھی عہدہ لینے سے انکاری تھے، حالانکہ اس عہدے سے مسلمان عوام کی خدمت بھی کر سکتے تھے، مگر وہ ظلم میں شریک ہونے کے خوف سے اس عہدے سے بچ رہے تھے۔ دوسری طرف، آج امام رحمہ اللہ کے جانشینوں کو نظام کفر کے تحت ایسی خدمت پر لگایا جا رہا ہے جس کے اندر رہ کر اور کچھ ہو یا نہ ہو، نظامِ باطل کے خلاف نفرت و دشمنی ضرور ختم ہو جاتی ہے اور عوام کو عمل سے یہ پیغام دیا جاتا ہے کہ یہ نظام کوئی اتنا بھی برا نہیں ہے، یہ زیادہ تر شریعت کے موافق ہے اور اس کے ساتھ تعلق مخالفت و عداوت کا نہیں، بلکہ حمایت و تعاون کا ہونا ضروری ہے۔ نیت چاہے جو بھی ہو مگر سبب یہاں بھی ایک ہے؛ نظام باطل سے استفادہ اور اس میں شمولیت۔ یہ وہ سبب ہے کہ جو اہل دین و علماء کو نظام باطل کی مخالفت یا اصلاح کرنے والوں کی صف سے نکال کر انہیں نظام کی حفاظت و تائید پر لگا دیتا ہے اور حکمران پھر معاشرے کو جس رخ پر لے جانا چاہیں، علماء بھی پھر اسی رخ میں چلنے لگتے ہیں۔

بدبودار غلاظت کی موجودگی میں جن کا کام اس گند کو باہر پھینکنا اور مکان کو پاک وصاف کرنا تھا، اگر وہ اس گندگی کے ڈھیر میں اپنے لیے کسی ایسے کونے کھدرے کا پانا ہی اپنا مقصد سمجھیں کہ جہاں گندگی (اُن کے مطابق) نسبتاً کم ہو تو یہ صفائی کا کام کون کریں گے؟ وہ وقت بھی پھر بہت جلد آجاتا ہے جب بدبو محسوس کرنے کی حس ہی ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہی لوگ گندگی کی موجودگی سے ہی الٹا انکار شروع کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نظام باطل میں علماء کرام کا شامل ہونا اہل دین کی موت ہے جبکہ نظام باطل کے بے دین اور دین دشمن ناخداؤں کی یہ زندگی ہے۔ پس اسلامی ممالک کے اندر مصائب اور مسائل کی جڑ، ام الامراض جو پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ علماء کرام حکومتی مراعات حاصل کرنے لگے، الّا من رحم اللہ۔

اندھیرا ہی اندھیرا نہیں!!

ایسا نہیں کہ میدانِ جہاد سے باہر بس گھپ اندھیرا ہے اور علماء کرام سب کے سب (نعوذ باللہ) سرکاری بن گئے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے، الحمد للہ، ان اہل مدارس میں آج بھی ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو عوام کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی و اصلاح کو اپنا بنیادی مقصد سمجھتا ہے اور اس کارِ عظیم میں وہ حکومتی مراعات سے بالکل دور رہتا ہے۔ پھر ایسے اصحاب عزیمت بھی یہاں موجود ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ حسبِ استطاعت انجام دیتے ہیں، نظام باطل کے فساد پر نقد کرتے ہیں اور اس کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت بٹھاتے ہیں۔ یہاں الحمد للہ، ایسے علماء کرام بھی بے شمار ہیں جو تحریکِ جہاد کی خفیہ نصرت کرتے ہیں، اس کی تائید و رہنمائی کی ذمہ داری نبھاتے ہیں اور اپنی استطاعت کی حد تک اہل باطل کے مقابل بند باندھنے میں بھی اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ پھر کھل کر حق کا اظہار کرنے والوں کی بھی یہاں اللہ کے فضل سے کمی نہیں ہے۔ اہلِ جہاد میں تو الحمد للہ ایسے علماء موجود ہی ہیں، ہجرت وجہاد کے میدان سے باہر بھی ان اہل حق کی کمی نہیں ہے۔ پاکستان کی جیلیں ایسے علماء سے بھری پڑی ہیں اور اس زمین پر ایسے بے شمار علماء کرام کا گراخون بھی یہ حقیقت یاد دلاتا ہے کہ یہ دین لاوارث نہیں ہے اور اس کے ورثاء ظلم وجبر کی اس تاریک رات میں بھی روشن ستارے بن کر امت مسلمہ کو حق وباطل کی پہچان کراتے رہیں گے۔

ایسا نہیں کہ میدانِ جہاد سے باہر بس گھپ اندھیرا ہے اور علماء کرام سب کے سب (نعوذ باللہ) سرکاری بن گئے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے، الحمد للہ، ان اہل مدارس میں آج بھی ایک بڑا طبقہ ایسا ہے جو عوام کی تعلیم وتربیت اور رہنمائی و اصلاح کو اپنا بنیادی مقصد سمجھتا ہے اور اس کارِ عظیم میں وہ حکومتی مراعات سے بالکل دور رہتا ہے۔

جہاں تک نظام باطل میں داخل ہونے والے علماء کا تعلق ہے تو یہ علماء بھی سب ایک سطح کے نہیں ہیں اور اس وجہ سے سب کا حکم بھی ایک نہیں ہے[1]، سو ہمارا تعامل بھی ان کے ساتھ ایک نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی کسی شرعی تاویل کے ساتھ خدمتِ دین کے نام پر داخل ہے، جو غلاظت کے ڈھیر میں اتر کر اصلاحِ احوال کی کوشش کرتے ہیں اور اس کشمکش میں اپنا دامن اپنے تئیں گند سے بچانے کی سعی بھی کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے بھی ہیں جو ابھی تک نظام باطل کے متعلق کسی غلط فہمی کا شکار ہیں اور قصداً، بہ رضا اور رغبت نظام باطل کو تقویت نہیں دے رہیں۔ پس متعدد امور میں اختلاف کے باجود بھی مذکورہ علماء کی علمی خدمات کا اعتراف ہو گا، ان کے ساتھ تعامل میں ادب واحترام ضروری ہے اور مخصوص میادینِ علم میں ان سے استفادہ بھی کرنا چاہیے۔

مگر جہاں تک علم سے منسوب اُن افراد کا کردار ہے جو سوچ سمجھ کر اپنے مفاد کی خاطر نظام باطل کا دفاع کر رہے ہیں، دنیا کے چند ٹکوں پر اپنی آخرت کا سودا کر چکے ہیں اور انہیں حق و باطل کی سرے سے کوئی پرواہ ہی نہیں ہے، تو شیخ فرماتے ہیں کہ یہ افراد اصل میں خواہشِ نفس کے پیچھے چلتے ہیں اور اس اتباعِ ہویٰ میں یہ اندھے ہو کر رشد و ہدایت کی طرف سرے سے دیکھتے نہیں ہیں۔ یوں واضح طور پر یہ نفس کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ یہ افراد اپنے ان کرتوتوں کے سبب دین اسلام سے ایسے نکل گئے ہیں جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے نکلتا ہے۔ ان کے اوپر شیطان مسلط ہے اور یہ شیطان ہی ہے جو انہیں دھوکہ و فریب کی باتیں سجھاتا ہے۔ ان کے بارے میں اللہ فرماتا ہے: ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾[2] یعنی یہ شیطان کے پیچھے چلے اور وہ ان کا دوست بنا اور یہ اس کے دوست بنے، اور پھر یہ شیطان اور اس کے اولیاء ایک دوسرے کو دھوکہ وفریب کی باتیں سجھاتے ہیں (الزخرف)۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں دل کی وہ آنکھیں عطا فرمائے کہ جس سے صحیح وغلط کے بیچ فرق ہم کر سکیں، آمین یارب العالمین۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

[1] علماء سے تعامل کے موضوع پر ہمارے محترم و محبوب بھائی مولانا محمد مثنیٰ حسان حفظہ اللہ نے ایک کتابچہ "علماء کرام سے تعامل کے اصول" تحریر کیا ہے جو قارئین اور داعیانِ جہاد کے لیے ان شاء اللہ نافع ہو گا، یہ کتابچہ پڑھنے کی یہاں گزارش کروں گا۔

[2] "ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں دھوکے کے لئے"، سورۃ الزخرف۔

ہمیں شیطان کے داؤ پیچ پر نظر رکھنا ہے!

(خطوط از ارضِ رباط)

مولانا قاری عبد العزیز شہید رحمۃ اللہ علیہ

خطوط کا انسانی زندگی، زبان و ادب اور تاریخ پر گہرا اثر ہے۔ یہ سلسلہ ہائے خطوط اپنے انداز میں جدا اور نرالے ہیں۔ ان کو لکھنے والے القاعدہ برِّصغیر کی لجنۂ مالیہ کے ایک رکن، عالم و مجاہد بزرگ مولانا قاری ابو حفصہ عبد الحلیم رحمہ اللہ ہیں، جنہیں میادینِ جہاد 'قاری عبد العزیز' کے نام سے جانتے ہیں۔ قاری صاحب سفید داڑھی کے ساتھ کبر سنی میں مصروفِ جہاد رہے اور سنہ ۲۰۱۵ء میں ایک صلیبی امریکی چھاپے کے نتیجے میں مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ قاری صاحب نے میدانِ جہاد سے وقتاً فوقتاً اپنے بہت سے محبین و متعلقین (بشمول اولاد و خاندان) کو خطوط لکھے اور آپ رحمہ اللہ نے خود ہی ان کو مرتب بھی فرمایا۔ ادارہ 'نوائے افغان جہاد' ان خطوط کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ پاک ان خطوط کو لکھنے والے، پڑھنے والوں اور شائع کرنے والوں کے لیے توشۂ آخرت بنائے، آمین۔ (ادارہ)

پیارے بچو!......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ سب کی خیر وعافیت جان کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ آپ سب کو اللہ تعالیٰ سدا خوش رکھے اور ہمیشہ خیر وعافیت کی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

یہ ماہِ رمضان ہے، یہ ایک بابرکت مہینہ ہے، جس میں نفل عبادت کا ثواب غیر رمضان کی فرض عبادت کے برابر ہے اور اس ماہِ مبارک کی فرض عبادت کا ثواب غیر رمضان کے ستّر فرض کے برابر ہے۔ اس لیے اس ماہِ مبارک سے خوب خوب فائدہ اٹھائیں، روزوں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ فرض نماز وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کریں۔ تلاوت قرآن پاک، نفل عبادات، تراویح، دعا و اذکار کا خوب اہتمام کریں۔

میرے بچو! آپ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو کیوں پیدا کیا؟ اس سوال کا جواب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس طرح دیا ہے کہ انسان کو پتہ چل سکے کہ اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۝ (سورۃ الذاریات:۵۶)

ترجمہ: ''میں نے جن وانسان کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔''

سو ہم اس کی عبادت نماز، روزہ، ذکر و اذکار اور جہاد کے ذریعے... پیدائش کا مقصد پورا کر سکتے ہیں مگر شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ اس نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بہکانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا اور سب فرشتوں کو ان کی تعظیم کے لیے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تو تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا کہنا مان کر آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ اس نے جواب میں کہا کہ میں آگ سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم کو مٹّی سے پیدا کیا گیا۔ آگ سے مٹّی کمتر ہے۔ گویا اس نے تکبر سے کام لیا اور ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ٹھہرا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو ''تکبر'' بالکل پسند نہیں ہے۔ جب شیطان نے دیکھا کہ میں ساری عمر اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے کے باوجود آدم کی وجہ سے دھتکارا گیا ہوں۔ تو اس نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کے بجائے قیامت تک کے لیے آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم سے دشمنی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو اسلام میں پورے کا پورا داخل ہونے کا حکم دیا...

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۝ (سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

ترجمہ: ''اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اور شیطان مردود کی پیروی سے منع فرمایا اور کہا کہ شیطان تمہارا ازلی اور کھلا دشمن ہے۔ شیطان نے اپنی قسم پوری کرنے کے لیے اور انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے بہکانے کے لیے دنیا میں ہر طرح کا جال پھیلایا اور اپنے کروڑوں چیلوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا راستہ روکنے کے لیے کوشش کر رہا ہے۔ انسان کہیں بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی اس کے لیے خالص کرنا چاہے تو شیطان انسان کے لیے اُسے مشکل بنا دیتا ہے۔ تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی صحیح طرح نہ کر سکے۔

اے میرے بچو! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابّو شہر کی آسائش کی زندگی چھوڑ کر تمام رشتہ داروں سے ناطہ توڑ کر ان پہاڑی علاقوں میں کیوں آپ سب کو لے کر آئے؟ اس کی یہی وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اس کی صحیح طرح بندگی کر سکیں۔ اگر ہم یہاں آکر بھی اس کی صحیح طرح بندگی نہ کر سکیں جو ہماری پیدائش کا مقصد بھی ہے تو ہجرت کر کے ہمارا یہاں آنا اور تمام رشتہ داروں کو چھوڑنا رائیگاں جائے گا۔

اے میرے بچو! خوب خوب سمجھ لیں کہ شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے۔ اگر ہم شیطان سے ہوشیار نہ رہے اور اس کے داؤ پیچ سے نہ بچ سکے تو ہم سراسر ناکام و نامراد رہیں گے۔ اللہ ہمیں شیطان کے تمام حربوں سے ہمیشہ محفوظ فرمائیں، آمین! شیطان کا حربہ ہر انسان کے لیے ایک جیسا نہیں ہوتا ہے۔ وہ نیک انسان کو نیکی کے راستے ہی میں بہکاتا ہے اور برے انسان کو برے راستے ہی میں بہکاتا رہتا ہے۔ اس لیے نیک انسان کو زیادہ اس سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ شیطان نیک انسان کو کہتا ہے کہ تم تو نیک راستے ہی میں ہو...... (باقی صفحہ نمبر ۶۸ پر)

سپر پاور ہو یا زیرو پاور…افغانستان کسی کے احکام کا تابع نہیں ہو گا!

(امارت اسلامیہ افغانستان کے سیاسی دفتر کے ترجمان، جناب محمد سہیل شاہین کا الجزیرہ ٹی وی کو انٹرویو)

محترم جناب محمد سہیل شاہین حفظہ اللہ

الجزیرہ: اھلاً وسھلاً اور خوش آمدید۔ آج ہمارے ساتھ سٹوڈیو میں ہمارے مہمان، محمد سہیل شاہین صاحب موجود ہیں، جو کہ طالبان کے سیاسی دفتر کے ترجمان ہیں اور دوحہ میں موجود ان کی مذاکراتی ٹیم کے ایک رکن بھی۔ ہمارا ساتھ دینے کے لیے شکریہ۔

سہیل شاہین: آپ کا بھی شکریہ۔

الجزیرہ: مذاکرات سے ہی ابتدا کرتے ہیں جن کے بارے میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اعلان کیا ہے کہ وہ ختم ہو چکے ہیں، کیا یہ بات آپ کے لیے باعثِ حیرت تھی؟

سہیل شاہین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جی ہاں! یہ بات ہمارے لیے باعثِ حیرت و تعجب تھی، کیونکہ ہم امریکہ کی مذاکراتی ٹیم کے ساتھ صلح کا معاہدہ طے کر چکے تھے۔ مذاکرات کا یہ سلسلہ تقریباً ایک سال سے جاری تھا اور اب صلح کا معاہدہ طے پا چکا تھا۔ بلکہ صلح کے معاہدے کے ضمیمہ جات اور اس کے نفاذ کا طریقۂ کار بھی طے پا چکا تھا۔ مذاکراتی ٹیموں کے سربراہوں کو معاہدے کی کاپیاں مل چکی تھیں۔ ایک کاپی قطر کو دی گئی، ایک ہم نے وصول کی اور ایک کاپی امریکہ کو دی گئی۔ اس کے بعد ملا صاحب برادر، جو کہ سیاسی دفتر کے سربراہ ہیں اور امارتِ اسلامی افغانستان کے امورِ سیاسیہ کے نائب امیر ہیں، انہوں نے اپنے وفد کے ساتھ ڈاکٹر خلیل زاد اور جنرل سکاٹ ملّر سے ملاقات کی۔ وہ صلح کے معاہدے (کے طے پا جانے) سے خوش تھے اور معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے۔ اس سب کے دوران، صدر ٹرمپ کی ٹویٹ ہمارے لیے نہایت حیرت اور تعجب کا باعث تھی۔

الجزیرہ: یعنی آپ کی زلمئے خلیل زاد اور جنرل سکاٹ ملر، جو کہ افغانستان میں موجود امریکی دستوں کے چیف کمانڈر ہیں، سے جو آخری بات ہوئی وہ معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب سے متعلق تھی نہ کہ مذاکرات کے خاتمہ کی؟ کیا یہ درست ہے؟

سہیل شاہین: نہیں اس بارے میں کوئی ہلکا سا اشارہ یا کوئی علامت…کچھ بھی نہیں تھا۔ اس ملاقات میں وہ صرف معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب کے حوالے سے ہی باتیں کرتے رہے۔ اس تقریب کے دعوت نامے دنیا کے ۲۴ ممالک کے وزرائے خارجہ کو بھیجے جائیں گے۔ اس کے علاوہ انہوں نے رابطے کے ذرائع پر بھی گفتگو کی جو کہ معاہدے کا ہی ایک حصّہ ہیں۔ ہم نے اپنی جانب سے چند افراد کو رابطے کے لیے متعین کیا تھا تاکہ معاہدے کے نفاذ میں سہولت رہے۔ اس ملاقات میں اس موضوع پر بھی گفتگو ہوئی۔ یہ ہمارے سیاسی دفتر کے سربراہ کی ڈاکٹر زلمئے خلیل زاد اور جنرل سکاٹ ملر سے آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد ایک ملاقات اور بھی ہوئی لیکن اس ملاقات میں بھی اس حوالے سے کوئی اشارہ یا کنایہ موجود نہیں تھا، جو کچھ ٹویٹس میں کہا گیا ہے۔ سو یہ معاملہ ہمارے لیے نہایت حیران کن تھا۔

الجزیرہ: یہ ملاقات کب ہوئی؟

سہیل شاہین: مجھے اس کی صحیح (قطعی) تاریخ تو یاد نہیں، مگر یہ ملاقات اس ملاقات کے بعد ہوئی جس میں انہوں نے رابطہ کے ذرائع اور دستخط کی تقریب کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس کے بعد ان کی ایک اور ملاقات بھی ہوئی۔ اس ملاقات کا موضوع بھی پچھلی ملاقاتوں سے ملتا جلتا ہی تھا۔ بعض باتوں کا اضافہ تھا لیکن مجموعی موضوع وہی تھا۔

> (کیمپ ڈیوڈ میں) ملاقات کی تاریخ مقرر نہیں کی گئی (تھی)۔ اس پر ہماری اپنی ایک رائے تھی۔ انہوں نے ہمیں ایک تاریخ دی تھی لیکن ہماری رائے یہ تھی کہ یہ ملاقات معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد کرنی چاہیے کیونکہ اس سے پہلے جنگ بندی ممکن نہیں ہے۔ جنگ بندی نہ ہونے کا مطلب ہے کے دونوں طرف سے ایک دوسرے پر حملے جاری رہیں گے، اگر وہ ہمارے علاقے پر حملہ کریں گے تو بدلے میں ہم بھی ان کے بعض حصّوں پر حملہ کریں گے۔

الجزیرہ: ان دو ملاقاتوں میں، کیا آپ نے کبھی اس بات کی تصدیق کی کہ آپ صدر ڈونلڈ ٹرمپ سے اتوار کے روز کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات کرنے والے تھے؟ جیسا کہ صدر ٹرمپ نے اپنی ٹویٹس میں کہا ہے کہ اتوار کے روز آپ کی ان سے ملاقات طے تھے؟

سہیل شاہین: جی ہاں، ڈاکٹر خلیل زاد نے ہمیں امریکہ کی جانب سے کیمپ ڈیوڈ میں ملاقات کرنے کی دعوت دی تھی اور ہم نے اس موضوع پر اپنے سیاسی دفتر میں مشورہ کیا، اور ایک فیصلے پر متفق ہو گئے۔ ہم نے ڈاکٹر خلیل زاد کو یہ پیغام بھجوا دیا تھا کہ ہمیں ان کی دعوت قبول ہے اور ہم امریکہ کا دورہ کرنے جائیں گے لیکن معاہدے پر دستخط کی تقریب رونما ہو جانے کے بعد۔ کیونکہ اس تقریب سے جبر اور جارحیت کی فضا میں کمی آئے گی اور افغانستان میں ایک اچھی فضا قائم ہو گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تقریب کے بعد معاہدہ کا حقیقت میں نفاذ شروع ہو جائے گا جس سے امریکہ جانے کے لیے ایک مساعد فضا پیدا ہو گی۔ ہم نے ان تک یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ امریکہ میں ملاقات کے لیے وہ وقت مناسب ہو گا۔

الجزیرہ: اپنی ٹویٹ میں صدر ٹرمپ نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے اور آپ کے درمیان ملاقات کے لیے اتوار کا دن طے ہوا تھا۔ صلح کے معاہدے پر دستخط کرنے کی تقریب، جو کہ

یہاں دوحہ میں منعقد ہونی تھی، کیا اس کے لیے بھی اسی اتوار کا دن مقرر کیا گیا تھا، یا پھر کوئی اور دن؟ یا اس بارے میں ابھی متفقہ فیصلہ نہیں ہوا تھا؟

سہیل شاہین: تقریب کی متوقع تاریخ تمام فریقین کے مشورے سے طے کی جانی تھی۔ البتہ اس بات کا فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ تقریب دوحہ میں ہی منعقد کی جائے گی۔ یہ بات بھی طے کی جا چکی تھی کہ تقریب بین الاقوامی گواہوں اور میڈیا کی موجودگی میں منعقد کی جائے گی۔ معاہدۂ صلح پر دستخط کیمپ ڈیوڈ یا کسی دوسرے مقام پر نہیں کیے جانے تھے۔ اس تقریب کے انعقاد کا مقام دوحہ ہی طے ہوا تھا۔ تاریخ مقرر نہیں کی گئی تھی لیکن مجموعی طور پر یہ طے ہوا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر تقریب منعقد کی جائے گی۔

الجزیرہ: تو پھر اس معاملے میں آپ صدر ٹرمپ کی ٹویٹس کو غلط سمجھتے ہیں جن میں وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کی ملاقات کے لیے اتوار کا دن مقرر کیا گیا تھا؟

سہیل شاہین: جی ہاں۔ اس میں دو باتیں ہیں۔ پہلی چیز ان کی دعوت ہے جو ہم نے قبول کی۔ اور دوسری چیز ملاقات کی تاریخ ہے جو مقرر نہیں کی گئی۔ اس پر ہماری اپنی ایک رائے تھی۔ انہوں نے ہمیں ایک تاریخ دی تھی لیکن ہماری رائے یہ تھی کہ یہ ملاقات معاہدہ پر دستخط ہونے کے بعد کرنی چاہیے کیونکہ اس سے پہلے جنگ بندی ممکن نہیں ہے۔ جنگ بندی نہ ہونے کا مطلب ہے کہ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر حملے جاری رہیں گے، اگر وہ ہمارے علاقے پر حملہ کریں گے تو بدلے میں ہم بھی ان کے بعض حصّوں پر حملہ کریں گے۔ لیکن صلح کے معاہدے کے نفاذ سے یہ صورتحال ختم ہو جائے گی اور ایک مساعد فضا قائم ہو گی جس میں امریکہ کا دورہ کرنا مناسب ہو گا۔ یہ ہماری رائے تھی جو ہم نے ڈاکٹر خلیل زاد تک پہنچا دی تھی۔

الجزیرہ: آپ کے اور ڈاکٹر خلیل زاد کے بیان کے مطابق صلح کا معاہدہ تیار ہو چکا ہے اور صدرِ امریکہ کے دستخط اور دیگر فریقوں کے دستخط کی تقریب کا منتظر ہے لیکن ہم معاہدے کے مندرجات کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔ کیا آپ ہمیں معاہدے کے حوالے سے بتا سکتے ہیں، کہ کن باتوں پر آپ کا اتفاق ہوا؟

سہیل شاہین: معاہدۂ صلح کے چند بنیادی نکات تھے

1. پہلا یہ کہ افغانستان سے تمام (غیر ملکی) افواج کا نخلاء،
2. دوسرا یہ کہ افغانستان کی سرزمین کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہ ہونے دینا،
3. تیسرا یہ کہ بین الافغان مذاکرات کا آغاز کرنا
4. اور چوتھا یہ کہ بین الافغان مذاکرات میں جنگ بندی کو بحث کا موضوع بنایا جائے گا۔

معاہدۂ صلح کے یہ چار بنیادی نکات تھے۔

الجزیرہ: اپنی اس بات سے کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جنگ بندی کبھی بھی اس معاہدے کا حصّہ ہی نہ تھی؟

سہیل شاہین: نہیں، وہ امریکہ کے ساتھ مذاکرات کا حصّہ نہیں تھی۔ امریکہ کے ساتھ مذاکرات کے لیے ہمارے پاس دو نکات تھے۔

1. پہلی بات یہ کہ امریکہ سے افغانستان پر قبضے کے خاتمہ کی بابت بات کی جائے یعنی تمام (غیر ملکی) افواج کے افغانستان سے انخلاء کی۔
2. دوسرا نکتہ، جو ہمارا فرض بنتا ہے، وہ یہ کہ افغانستان کی زمین کو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خلاف استعمال نہ ہونے دینا۔ امریکیوں کے ساتھ ڈسکشن کے یہ دو موضوع تھے۔ بقیہ دو نکات ہم نے افغانوں کے ساتھ مذاکرات میں ڈسکس کرنے ہیں۔

الجزیرہ: اور کیا واقعی امریکی جنگ بندی کے بغیر افغانستان سے نکلنے پر راضی ہو گئے تھے؟

سہیل شاہین: امریکی انخلاء کے لیے تیار ہو گئے تھے اور ہمارے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ ہم ان کے انخلاء کے دوران انہیں نشانہ نہیں بنائیں گے۔ یہ اس (معاہدہ) کا حصّہ تھا۔ وہ ہم پر حملہ نہیں کریں گے اور ہم ان پر حملہ نہیں کریں گے۔ ہم انہیں افغانستان سے نکلنے کے لیے ایک محفوظ راستہ فراہم کریں گے۔ سو اس میں کسی قسم کی تشویش کا کوئی سوال نہیں تھا۔

الجزیرہ: کیا یہ بات باعثِ تعجب نہیں ہے... کم از کم افغانیوں کے لیے... کہ آپ امریکیوں کے ساتھ جنگ بندی پر تو متفق ہو گئے، اور اس بات پر تیار ہیں کہ امریکیوں پر حملے روک دیے جائیں، لیکن افغان قوم، جو کہ آپ کے اپنے لوگ ہیں، ان کے ساتھ اسی قسم کا کوئی معاملہ کرنے پر تیار نہیں۔ آپ اس کی کیسے وضاحت کرتے ہیں؟

سہیل شاہین: یہ باتیں بین الافغان مذاکرات کا حصّہ ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، مکمل اور ہمہ گیر جنگ بندی افغانوں کے ساتھ بات چیت کا اہم موضوع ہے تا کہ باہم گفت و شنید کے بعد کسی متفقہ فیصلہ تک پہنچا جا سکے۔ فی الحال امریکیوں کے ساتھ ہم نے ان کی افواج کے انخلاء کی بات کی ہے کہ وہ کب تک افغانستان سے اپنی افواج کو نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اور جب وہ اپنی افواج نکال رہے ہوں تو ہم کیوں ان پر حملہ کریں؟ معقول بات تو یہی ہے کہ انہیں ایک محفوظ راستہ فراہم کیا جائے۔ لیکن جہاں تک افغانوں کا معاملہ ہے، تو ہم ان سے بات کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر ان کے ساتھ جنگ بندی ہو جاتی ہے، تو پھر کوئی حملے نہیں کیے جائیں گے۔ لیکن یہ اس معاملے کا ایک دوسرا رخ ہے۔ سب سے پہلے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ

افغانستان پر سے امریکی قبضے کا خاتمہ کیا جائے، اس کے بعد ہم ایک نئی اسلامی حکومت کے قیام کے لیے دیگر افغانیوں سے بات چیت کریں گے۔ سو یہ دو مختلف باتیں ہیں۔

الجزیرہ: اب جبکہ امریکہ نے مذاکرات روک دیے ہیں اور صدر ٹرمپ نے کہا ہے کہ 'مذاکرات ختم ہو چکے ہیں، مردہ ہو چکے ہیں'، تو کیا اب آپ افغانستان میں موجود امریکی دستوں کو دوبارہ نشانہ بنانا شروع کر دیں گے؟

سہیل شاہین: اگر امریکی یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہم سے تعارض نہ کریں اور اپنی افواج کو افغانستان سے نکال لیں، اور وہ معاہدۂ صلح پر دستخط کرتے ہیں، تو ہم انہیں نشانہ نہیں بنائیں گے۔ اور انہیں نکلنے کے لیے محفوظ راستہ فراہم کریں گے۔ لیکن اگر وہ ہم پر حملہ کرتے ہیں، اپنی بمباری جاری رکھتے ہیں، اپنے چھاپے جاری رکھتے ہیں، تو ہماری جانب سے بھی وہی سب جاری رہے گا جو پچھلے اٹھارہ سال سے جاری ہے۔

الجزیرہ: مجھے یقین ہے کہ آپ امریکی میڈیا پر نظر رکھتے ہیں...اس میں کچھ ایسی آراء سامنے آ رہی تھیں...ٹرمپ کے بعض معاونین نے اسے بتایا ہے کہ وہ آپ سے...یعنی طالبان سے...کسی قسم کے معاہدے کے بغیر بھی اپنی افواج نکال سکتا ہے۔ اگر امریکی آپ سے کوئی بھی معاہدہ کیے بغیر اپنی افواج کو نکالنا شروع کر دیتے ہیں تو کیا آپ پھر بھی ان پر حملہ کریں گے؟ یا آپ ان کو جانے دیں گے کہ اصل میں آپ کی مرضی ومنشاء تو یہی ہے؟

سہیل شاہین: اگر ہم ان کے ساتھ کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو ہم اس بات کے پابند ہوں گے کہ ہم ان کو نشانہ نہ بنائیں اور نکلنے کے لیے محفوظ راستہ فراہم کریں۔ اگر وہ کوئی بھی معاہدہ کیے بغیر انخلاء کرتے ہیں، تو پھر یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم انہیں اپنے حملوں کا نشانہ بناتے ہیں یا نہیں۔ اگر کوئی معاہدہ نہیں کیا گیا، تو ممکن ہے کہ ہم ان پر حملہ کریں، اگر ہم محسوس کریں کہ حملہ کرنا ہمارے مفاد میں ہے، ہمارے قومی مفاد میں یا ہمارے دینی مفاد میں۔ اور اگر ہمیں محسوس ہو کہ حملہ کرنا ہمارے مفاد کے خلاف ہے، تو ہم حملہ نہیں کریں گے۔ لیکن اگر کوئی معاہدہ طے پا جاتا ہے، تو پھر ہم پابند ہوں گے کہ ہم انہیں نشانہ نہ بنائیں۔ یہ ان دو باتوں میں فرق ہے۔

الجزیرہ: لیکن اگر امریکی افواج انخلاء کر رہی ہوں تو پھر ان پر حملہ کرنے کا آپ کو کیا فائدہ ہو گا؟

سہیل شاہین: جی ہاں، آپ درست کہہ رہے ہیں، اگر وہ انخلاء کر رہے ہوں تو زیادہ معقول اور مناسب بات یہی ہے کہ انہیں محفوظ راستہ فراہم کیا جائے۔ گو کہ ہم کسی معاہدے کے تحت اس امر کے پابند نہیں ہوں گے، لیکن پھر بھی یہ زیادہ معقول بات ہے۔

الجزیرہ: اور اگر وہ کسی معاہدے کے بغیر انخلاء شروع کرتے ہیں، مگر آپ پر حملے کرنا بند کر دیتے ہیں، تو پھر آپ کا کیا ردِ عمل ہو گا؟

سہیل شاہین: اگر وہ ہم پر حملہ کرتے ہیں تو ہم اپنے دفاع کا حق رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہم پر حملہ نہیں کرتے اور افغانستان سے نکلنا چاہتے ہیں، تو پھر یہ ایک دوسری کہانی ہے۔ پھر جو سب سے معقول اور مناسب قدم ہو گا، ہم وہی قدم اٹھائیں گے۔

الجزیرہ: صدیق صدیقی صاحب، جو کہ صدرِ افغانستان اشرف غنی کے دفتر کے ترجمان ہیں، صدر ٹرمپ کے مذاکرات ختم کر دینے کے فیصلے پر ان کا کہنا ہے کہ دوحہ میں آپ کا 'ہنی مون' ختم ہو چکا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، کیا وہ درست کہہ رہے ہیں کہ آپ کا 'ہنی مون' اختتام پذیر ہو چکا ہے اور اب مذاکرات کی طرف واپسی کا دروازہ بند ہو چکا ہے؟

سہیل شاہین: افغانستان کا ۷۰ فیصد علاقہ ہمارے قبضے میں ہے۔ جب یہ (افغان حکومت کے اہلکار) کابل ائیر پورٹ جاتے ہیں جو کہ صدارتی محل سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، تو ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم کابل شہر میں بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ تو کس کا 'ہنی مون' ختم ہو چکا ہے؟ کابل میں موجود تمام این جی اوز اور دیگر افراد کو ہماری اجازت درکار ہوتی ہے۔ انہیں ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک اور حتی کہ کابل کے اندر بھی، نقل و حرکت کرنے کی سہولیات ہم میسر کرتے ہیں۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس کا 'ہنی مون' ختم ہو چکا ہے۔ اس ملک کے اصل باشندے اور اس ملک کے اصل مالک و مختار کون ہیں۔

جب یہ (افغان حکومت کے اہلکار) کابل ائیر پورٹ جاتے ہیں جو کہ صدارتی محل سے چند کلو میٹر کے فاصلے پر ہے، تو ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر جاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم کابل شہر میں بھی اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ تو کس کا 'ہنی مون' ختم ہو چکا ہے؟ کابل میں موجود تمام این جی اوز اور دیگر افراد کو ہماری اجازت درکار ہوتی ہے۔ انہیں ایک صوبے سے دوسرے صوبے تک اور حتی کہ کابل کے اندر بھی، نقل و حرکت کرنے کی سہولیات ہم میسر کرتے ہیں۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ کس کا 'ہنی مون' ختم ہو چکا ہے۔ اس ملک کے اصل باشندے اور اس ملک کے اصل مالک و مختار کون ہیں۔

الجزیرہ: جس معاہدہ کا آپ نے ہم سے تذکرہ کیا ہے اس میں افغان حکومت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ امریکہ نے انہیں دغا دیا ہے اور انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ بھی تمام بیرونی افواج کے افغانستان سے انخلاء تک حکومت سے مذاکرات کرنے سے انکاری ہیں۔ کیا آپ انہیں افغان نہیں سمجھتے، اس قابل نہیں سمجھتے کہ ان سے بات چیت کی جائے؟

سہیل شاہین: پہلی بات تو یہ کہ وہ دستاویز جو میڈیا تک پہنچی، وہ اصل معاہدہ نہیں تھا۔ وہ ایک جعلی دستاویز تھی جو کسی نے میڈیا تک پہنچا دی تھی۔ یہ پہلی بات ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ... جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں... بین الافغان مذاکرات صلح کے معاہدے کا حصّہ ہیں۔ ہم تمام فریقین سے بات چیت کریں گے اور اس میں کابل انتظامیہ بھی شامل ہے، اور پھر ہم افغانستان کے مستقبل کو ڈسکس کریں گے۔

الجزیرہ: تو کیا آپ افغان حکومت سے مذاکرات کا ارادہ رکھتے ہیں یا آپ افغانستان سے تمام بیرونی افواج کے انخلاء تک انہیں نظر انداز کرنے کی پالیسی جاری رکھیں گے؟

سہیل شاہین: ظاہر ہے کہ پہلے تو امریکہ کے ساتھ ہی صلح کا معاہدہ کیا جائے گا، اس کے بعد ہم بین الافغان مذاکرات کا آغاز کریں گے۔ اور اس میں کابل انتظامیہ بھی شامل ہو گی۔ وہ مذاکرات کا حصّہ ہوں گے۔ اور ان کے علاوہ بھی دیگر افغان گروپ شامل ہوں گے۔

الجزیرہ: تو معاہدہ کے مطابق امریکہ اپنی افواج نکالے گا، اس بات پر تو اتفاقِ رائے ہو گیا۔ دوسری افواج... جو دوسرے ممالک کے دستے افغانستان میں موجود ہیں، ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا؟ کیا وہ افغانستان میں ہی رہیں گے یا وہ بھی امریکہ کے ساتھ ہی انخلاء کریں گے؟

سہیل شاہین: یہ بات ہم نے امریکہ کے ساتھ طے کر لی ہے۔ وہ تمام غیر ملکی افواج... بشمول نیٹو افواج... کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ بات معاہدے میں شامل ہے کہ امریکی اور نیٹو افواج، دونوں افغانستان سے انخلاء کریں گے۔ یہ معاہدے کا حصّہ ہے۔

افغانستان ایک خود مختار ملک ہو گا۔ ایک خوشحال اور پھلتا پھولتا ملک ہو گا، جس میں قومی وحدت ہو گی، جو اپنے سیاسی، معاشی اور دیگر تمام فیصلے خود کرنے کا اختیار رکھتا ہو گا۔ کسی دوسری طاقت... چاہے وہ سپر پاور ہو یا زیرو پاور... کے احکام کا تابع نہیں ہو گا۔

الجزیرہ: فرض کیجیے کہ افغانستان سے تمام بیرونی افواج نکل جاتی ہیں اور افغانستان میں ایک بھی غیر ملکی فوجی باقی نہیں رہتا۔ آپ کا افغانستان کے مستقبل اور نظامِ حکومت کے بارے میں کیا تصور ہے؟

سہیل شاہین: افغانستان ایک خود مختار ملک ہو گا۔ ایک خوشحال اور پھلتا پھولتا ملک ہو گا، جس میں قومی وحدت ہو گی، جو اپنے سیاسی، معاشی اور دیگر تمام فیصلے خود کرنے کا اختیار رکھتا ہو گا۔ کسی دوسری طاقت... چاہے وہ سپر پاور ہو یا زیرو پاور... کے احکام کا تابع نہیں ہو گا۔ یہاں کے لوگ خود مختار ہوں گے، اور تمام افغانی ملک کے مستقبل کی حکومت کا حصّہ ہوں گے۔ وہ سب مل کر، ایک خاندان کے افراد کی طرح، ملک کی تعمیرِ نو، بحالی اور ترقی کے لیے کوشاں ہوں گے۔

الجزیرہ: کیا آپ اس بارے میں کچھ وضاحت کر سکتے ہیں کہ کیا آپ دیگر افغانیوں پر بزور ایک اسلامی حکومت مسلط کریں گے یا پھر اب آپ کے نظریہ میں کچھ تبدیلی آ گئی ہے اور آپ بات چیت، جمہوریت، الیکشن اور اس قسم کی چیزوں کے لیے کچھ گنجائش نکال سکتے ہیں؟

سہیل شاہین: یہ باتیں بین الافغان مذاکرات کا حصّہ ہیں۔ ہم یہ باتیں بین الافغان مذاکرات میں طے کریں گے۔ لیکن ایک چیز جو ہم چاہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مستقبل کی حکومت ایک اسلامی حکومت ہو گی۔ وہ کیسی ہو گی؟ کس شکل میں ہو گی؟ یہ سب بین الافغان مذاکرات میں طے کیا جائے گا اور افغانیوں سے اس پر صلاح مشورہ کیا جائے گا۔ مگر مستقبل کی حکومت ایک اسلامی حکومت ہی ہونی چاہیے کیونکہ پچھلے چالیس سال سے افغانستان کے مسلمان اور مجاہدین، ایک اسلامی حکومت کے قیام کے لیے اپنی جانوں کی قربانیاں دے رہے ہیں۔

الجزیرہ: اگر آپ اپنی قوم کو ووٹ کا حق دیتے ہیں، اپنے مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق دیتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ نہیں ہمیں اسلامی نظام نہیں چاہیے بلکہ ہم ایک سِوِل اور سیکولر حکومت چاہتے ہیں، تو پھر آپ کیا کریں گے؟ کیا آپ ان پر زبردستی اسلامی حکومت نافذ کریں گے؟

سہیل شاہین: ہم بین الافغان مذاکرات کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم افغانستان کے تمام گروہوں سے بات چیت کریں گے۔ تمام سیاسی رہنماؤں اور اثر ورسوخ رکھنے والی پارٹیوں، بشمول حالیہ کابل انتظامیہ، سے افغانستان کی مستقبل کی حکومت کے بارے میں مذاکرات کریں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم بات چیت، مذاکرات اور صلاح مشورے سے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں۔

الجزیرہ: محمد سہیل شاہین صاحب، ہمارا ساتھ دینے کے لیے شکریہ!

سہیل شاہین: آپ کا بھی بہت شکریہ!

★★★★★

امیر المومنین ملا اختر محمد منصور شہید رحمۃ اللہ علیہ

ملا اختر صاحب کی شخصیت پر ان کے ایک قریبی ساتھی کی تحریر

ع۔ عزیزی
اردو استفادہ: جلال الدین حسن یوسف زئی

تین سال قبل ۲۱ مئی ۲۰۱۷ء کو امریکیوں نے ایک بزدلانہ اور ذلیل اقدام کو اٹھاتے ہوئے بعض شیطانی ہاتھوں اور استخباراتی اداروں کی مدد سے امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور رحمہ اللہ...... امارت اسلامیہ کے زعیم اور حملہ آور دشمن کے خلاف مقدس جہاد کو آگے بڑھانے والے رہبر و رہنما کو افغانستان اور پاکستان کے سرحدی علاقے 'نوشکی' کے قریب ڈرون حملے میں شہید کر دیا اور یوں امت مسلمہ ایک مہربان، شفیق اور شجاع امیر سے محروم ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید ملا اختر محمد منصور نور اللہ مرقدہٗ کو مرحوم عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی طرف سے اس وقت امارت اسلامیہ کی مسئولیت سونپی گئی جس وقت امارت کے دو مسئولین اور امیر المؤمنین کے معاونین ملا عبید اللہ اخوند اور ملا برادر اخوند حفظہ اللہ امریکی اور پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، وہ ناسازگار حالات نہایت غم اور مایوسی سے بھرے ہوئے تھے کیونکہ اس بات کا اندیشہ تھا کہ کیا ملا اختر محمد منصور ملا عبید اللہ اخوند اور ملا برادر اخوند کی مسئولیت کے بوجھ کو اُٹھا سکیں گے اور اُن کی غیر موجودگی میں خلا کو پُر کر سکیں گے؟

شہید ملا اختر محمد منصور خود فرماتے تھے کہ مجھے سونپی گئی مسئولیت نہایت بھاری ہے ملا عبید اللہ اخوند اور ملا برادر اخوند دونوں حضرات امارت کے دور میں اہم عسکری عہدوں پر فائز تھے، فوج اور اس سے منسلک مسائل کے ساتھ آشنا تھے، صلاحیت کے مطابق لوگوں کو مسئولیت دینے میں تجربہ رکھتے تھے اور سخت حالات کے باوجود ان دونوں حضرات نے امارت اسلامیہ کو اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔

جیسا کہ شہید ملا اختر محمد منصور، مرحوم ملا صاحب کے قریبی اور وفادار ساتھیوں میں سے تھے ان کی ساری خصوصیات، جہاد فی سبیل اللہ میں قربانی، دینی جذبہ اور اخلاص مرحوم ملا صاحب کے سامنے تھا اس لیے انہوں نے امارت کی ساری مسئولیت چاہے فوجی ہو یا انتظامی آپ کے سپرد کر دی تھیں۔ شہید ملا اختر محمد منصور نے جس کمال، تدبیر، شجاعت اور اخلاص کے ساتھ امارت اسلامیہ کی رہبری اور سرپرستی کے لیے اپنے کاندھوں کو پیش کیا اور جس حکمت و بصیرت کے ساتھ حملہ آور دشمن اور ان کی کٹھ پتلی افواج کے خلاف جہادی قیادت کی بنیاد ڈالی ان کی یہ نہ بھولنے والی کوشش امارت اسلامیہ کی تاریخ میں سنہرے ابواب ثابت ہوں گے، ان شاء اللہ۔

عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی رحلت:

جب امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کے وفات کی غم بھری خبر سامنے آئی تو امارت اسلامیہ کی مرکزی شوریٰ نے شہید ملا اختر محمد منصور کو نئے زعیم کے طور پر منتخب کیا، افغانستان کے اکثر علمائے کرام، امارت اسلامیہ کے مسئولین اور مجاہدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اللہ تعالیٰ نے شہید ملا اختر محمد منصور کے انتخاب سے مسلمانوں اور جہادی محاذوں کے غازیوں کے دلوں کو تقویت بخشی اور سب مسلمان بشمول مجاہدین کے لیے ملا صاحب کی رحلت کی غم بھری خبر کو سہنا آسان کر دیا۔ مرحوم ملا صاحب جن کے مقامِ ولایت میں کوئی شک نہیں تھا اس بات کو سمجھتے تھے کہ ان کی غیر موجودگی میں شہید ملا اختر محمد منصور اُن کے لگائے گئے پودے کو جو ابھی ایک پھل دار درخت بن چکا ہے...امارت اسلامیہ کی احسن طریقے سے حفاظت کریں گے اور امارت اسلامیہ کے خلاف داخلی و خارجی دشمنوں کے ہر قسم فریب اور سازشوں کا راستہ روکیں گے۔

شہید ملا اختر محمد منصور نے امارت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے سہارے صفِ واحد کی طرح متحد رکھا، جتنے منصوبے اور سازشیں امریکی، کابل انتظامیہ اور بعض خود غرض جہتوں کی طرف سے تشکیل دیے گئے جنہوں نے مختلف ناموں اور نعروں کے تحت یہ منصوبہ بنایا تھا کہ امارت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے قومی، لسانی اور فرقہ پرستی جیسے تعصبات کو اجاگر کر کے فتنے کا ایسا بیج بھویا جائے جس سے اختلافات جنم لیں اور امارت کے اندر خانہ جنگی کی فضا گرم ہو اور قدرت و اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلا جائے جن کا کابل انتظامیہ کی طرح سب کچھ ہوس اور خود غرضی پر منتج ہو۔ لیکن اللہ رب العزت نے شہید ملا اختر محمد منصور کے قول و عمل، حرکات و سکنات میں اس قدر اثر اور قوت ڈالی جس کے ذریعے آپ نے دشمن کے چیلنجوں اور فریب کاری کو انتہائی مہارت کے ساتھ شکستِ فاش دی۔ جن افراد نے آپ کا ساتھ چھوڑا تھا ان کو دوبارہ اپنا بنایا، جو سچے دل کے ساتھ اصلاح کی فکر رکھتے تھے ان کی بات سنی گئی اور جو چاہتے تھے کہ دشمن کی زبان بن کر امارت کو نقصان پہنچائیں ان کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کے بعد مجبوراً ایسا اقدام اٹھایا گیا جس کے ذریعے ان کے شرور اور فتنوں سے امارت کو بچا لیا۔

شہید ملا اختر محمد منصور کے جہادی اور انتظامی امور:

شہید ملا اختر محمد منصور چاہتے تھے کہ جہادی صف کو پہلے سے زیادہ اصل لائحہ و اصول کے دائرے کے تحت ایسا منظم کیا جائے کہ مجاہدین کو اپنی جہادی سمت معلوم ہو، مجاہدین کو اپنی

عوام کے ساتھ شفقت و نرمی سے سنبھالا جائے، عوام کی مشکلات اور ضرورتوں کی طرف غور کریں، ترقیاتی کاموں کو آگے بڑھائیں اور جو ان کاموں کے درمیان رکاوٹ بنیں ان کی اصلاح کی جائے۔ اصلاح کے باوجود وہ اگر اپنے غلط فعل پر کھڑے ہوں تو ان کو راستے سے ہٹایا جائے۔ اداریاتی اور انتظامی کاموں کو الگ الگ کمیسیون کی شکل میں منظم کیا جائے۔ اہم امور کے شعبے میں رہبری شوریٰ کی اہمیت کو بڑھا کر باصلاحیت شخصیات کا اضافہ کیا جائے۔

شہید ملا اختر محمد منصور نے امارت کے لیے اپنے دو معاونین محترم شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب اور محترم ملا سراج الدین حقانی صاحب کو منتخب کیا، اسی انتخاب نے امارت اسلامیہ کو مستحکم کیا اور تنظیمی اور جہادی امور میں تیزی اور تقویت بخشی۔

شہید ملا اختر محمد منصور کی بصیرت کی سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ آپ کی شہادت کے بعد امارت کی زعامت کے انتخاب میں انتہائی آسانی پیش آئی۔ مجاہدین، مسئولین اور خصوصاً مرکزی شوریٰ کے مسئولین کے دلوں اور ذہنوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ اور عزم ڈال دیا کہ آپ نے جن شخصیات کو اپنے معاونین منتخب کیا ہیں، اس مسئولیت کے لیے ان شخصیات سے بہتر کوئی نہیں۔ وہی ہوا کہ آپ کی شہادت کے بعد بحیثیت امیر شیخ ہبۃ اللہ اخندزادہ کو منتخب کیا گیا، ملا سراج الدین حقانی اور مولوی محمد یعقوب کو معاونین کے طور پر منتخب کر کے ان کے ساتھ بیعت کی گئی۔

شہید ملا اختر محمد منصور نے نظامی اور جہادی امور سمیت باقی دنیا کے ساتھ بھی اپنے روابط کے دروازے کھول دیے، اپنے پڑوسی ممالک اور دنیا بھر میں قطر دفتر اور باقی قاصدوں کے ذریعے یہ پیغام بھجوا دیا کہ امارت اسلامیہ جن دلائل کے تحت وجود میں آئی ہے ان میں سب سے بڑا مقصد بھاری قربانیوں کی قیمت چکا کر امریکی طاغوت کے مقابل لڑا جائے۔ اسی مقصد کے تحت مرحوم ملا (عمر) صاحب کی خواہش پر قطر دفتر کھولا گیا، زیادہ تر ممالک میں اپنے روابط کو تیز کیا گیا، عوام کی مشکلات کو حل کرنے کی خاطر دنیا بھر میں حقوقِ انسانی کے اداروں کے ساتھ روابط میں آسانی اور نرمی رکھی گئی۔

عوام کے ساتھ شہید ملا اختر محمد منصور کی شفقت و نرمی:

جہاں تک مجھے معلوم ہے شہید ملا اختر محمد منصور عوام کو پہنچنے والی تکالیف اور سختیوں پر غمزدہ رہتے تھے خود اس طرح کے واقعات کی تحقیق کرتے تھے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک کہ اصل مسئلے کی وجہ معلوم نہ ہو جائے۔

اسی سلسلے میں امارت کی سطح پر انتظامی نقصانات کو ختم کرنے اور عوام کی شکایات کو سننے کے لیے مستقل ایک ادارہ بنا دیا گیا اور مخالفت کرنے والوں کے لیے ایک محکمہ تشکیل دیا گیا جس سے بہت مثبت نتائج سامنے آئے۔ اسی طرح عوام کے لیے یہ آسانی بھی پیدا کی گئی کہ اگر کسی مسئول یا مجاہد نے عام فرد کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو تو وہ متاثر شدہ فرد انتہائی جرأت کے ساتھ اپنے مسائل و شکایات کو امارت اسلامیہ سے مربوط ادارے کے سامنے رکھے۔ عوام کی مشکلات کے حل کے لیے مسئول کو اس بات کا پابند بنایا کہ ہر فرد کے مسائل کو اُسی کے علاقے میں سنیں گے اور اس کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ شہید ملا اختر محمد منصور نے ولایت اور کمیسیون کے مسئولین کو بلایا تھا اور ان کے ساتھ مجلس منعقد ہوئی، آپ نے انتہائی صراحت کے ساتھ ملکی اور نظامی مسئولین کو فرمایا:

”افغانستان کے لوگ انتہائی سختیوں اور تکالیف سے گزرے ہیں، اسی لیے، اس قوم میں اتنی سکت نہیں کہ اور تکالیف و سختیوں کو برداشت کر سکیں۔ میری سب سے بڑی گزارش یہ ہے کہ عوام کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے اور اگر کوئی زیادتی کرے، آخرت کے دن کی مسئولیت تو اس کے اپنے ذمہ لیکن میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اگر میرے سامنے یہ ثابت ہو گیا کہ ایک مسئول نے قصداً عوام کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی ہے، کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے یا کسی سے زبردستی پیسے لیے ہیں تو اس مسئول کو میں اسی کے برابر سزا دوں گا اور وہ اس معاملے میں جواب دہ ہو گا۔“

”افغانستان کے لوگ انتہائی سختیوں اور تکالیف سے گزرے ہیں، اسی لیے، اس قوم میں اتنی سکت نہیں کہ اور تکالیف و سختیوں کو برداشت کر سکیں۔ میری سب سے بڑی گزارش یہ ہے کہ عوام کے ساتھ زیادتی نہ کی جائے اور اگر کوئی زیادتی کرے، آخرت کے دن کی مسئولیت تو اس کے اپنے ذمہ لیکن میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ اگر میرے سامنے یہ ثابت ہو گیا کہ ایک مسئول نے قصداً عوام کے ساتھ ظلم اور زیادتی کی ہے، کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے یا کسی سے زبردستی پیسے لیے ہیں تو اس مسئول کو میں اسی کے برابر سزا دوں گا اور وہ اس معاملے میں جواب دہ ہو گا۔“

آپ نے فرمایا:

”آپ سب حضرات اس بات پر سوچیں کہ کون آپ کو جگہ دیتے ہیں؟ کون آپ کا خیال رکھتے ہیں، اگر یہ عوام ایک رات یا ایک دن کے لیے بھی آپ کی مدد سے پیچھے ہٹ جائے تو کیا امارت میں اتنی مالی سکت ہے کہ آپ سب تک صرف کھانا پینا پہنچائیں؟“

اسی طرح ایک مجلس میں، مَیں نے شہید ملا اختر محمد منصور کے سامنے عوام کی ضرورت کے تحت ایک صوبے کے اندر ترقیاتی کاموں کا منصوبہ رکھا لیکن بعض مسئولین اس منصوبے کی بوجوہ مخالفت کر رہے تھے، جب آپ سارا معاملہ سمجھ گئے، تو یقین جانیے! آپ نے جگہ جگہ اس وقت کے نظامی کمیسیون کو حکم جاری کیا کہ وہ اس منصوبے کو فوراً عملی جامہ پہنائیں اور جو اس منصوبے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، ان کی اصلاح کر کے راستے سے ہٹایا جائے۔ اس کے بعد آپ نے مجھے کہا کہ آپ اپنے ذمے ایک اور کام لے لیجیے اور وہ یہ کہ ان بائیس ۲۲ ولایتوں پر نظر رکھیں اور عوام سے پوچھ کر معلوم کیجیے کہ وہ کون سے ترقیاتی کام ہیں جن کی ان ولایتوں کے عوام کو اشد ضرورت ہے اور مجاہدین کی خطا کے سبب مشکلات بن رہی ہیں، اسی طرح مجھے یہ مسئولیت سونپی گئی کہ جس ولایت میں عوام کو کوئی نقصان پہنچا اور اس میں مجاہدین کی غفلت

نظر آئی تو اپنے حصے کے مطابق ساری معلومات اکھٹی کر کے مجھے بھجوا دیا کریں، آپ نے اس مقصد کے لیے مجھے اپنے معتمد قریبی ساتھی کا رابطہ بھی دیا۔ اگرچہ یہ مسئولیت میری نہیں تھی لیکن آپ نے اسی مقصد کی خاطر مجھے حوالہ کی کیونکہ آپ اپنی عوام کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت رکھتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ یہ کوشش بھی عوام کی مشکلات کے حل میں کارگر ثابت ہو۔

تعلیم و تربیت کے تحصیلاتی کمیسیون کو فعال کیا اور اپنی کوشش کے مطابق کام کو آگے بڑھانے کے لیے راستے فراہم کیے، تاکہ نوجوان نسل تعلیم و تربیت سے محروم نہ ہو جائے اور حصولِ علم کے مراکز کے ساتھ امارت کا رابطہ بحال رہے۔

شہید ملا اختر محمد منصور کا عزم مصمم اور مضبوط موقف:

ایسے میں جب شہید ملا اختر محمد منصور اپنی عوام، مجاہد ساتھیوں اور عام مسلمانوں کے ساتھ نرم مزاج، شفقت و محبت کے بلند مینار تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند حوصلہ اور بہترین اخلاق سے نوازا تھا۔ اس لیے آپ جہاد فی سبیل اللہ اور امت کے مسائل کے معاملے میں اس حد تک حساس اور پر عزم تھے کہ اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنا شہداء کے خون کے ساتھ جفا اور غداری سمجھتے تھے۔

آپ سے کئی بار میں نے یہ بات سنی کہ:

"یہ امارت کسی کا ذاتی گھر نہیں، کوئی بھی اس امارت کو اپنے ذاتی مقاصد اور مصالح کے لیے استعمال نہ کرے۔ یہ ہمارے کاندھوں پر ایک عظیم امانت ہے جس کی آبیاری مبارک خون سے ہوئی ہے اور ابھی تک ہو رہی ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اس امارت کا دفاع اپنے سروں کے عوض کریں۔"

آپ نے فرمایا:

"ہر ایک فدائی اور مجاہد جو روزانہ حملہ آور دشمن کے مقابل اپنی قربانیوں کی یادگار چھوڑ رہا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا گو ہوں کہ یا اللہ! ان شہداء اور فدائیوں کے خون اور قربانیوں کی وجہ سے ہمیں دنیا و آخرت میں سرخرو فرما۔"

سچ میں شہید ملا اختر محمد منصور کی وہ التجا اور دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوئی، جہاد اور شجاعت کا یہ بلند مینار زندگی کے آخری لمحات تک کسی بھی معاملے میں مداہنت کا شکار نہ ہوا اور نہ ہی دشمن کے سامنے جھکا!

امریکہ اور اس کے غلاموں نے ہر جانب سے آپ کے خلاف سازشیں کیں اور مختلف طریقوں کو اختیار کرتے ہوئے آپ پر دباؤ ڈالا تاکہ آپ کو اس برائے نام صلح اور مذاکرات کے لیے مجبور کیا جائے جس میں اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سو فیصد نقصان ہے، لیکن اسلام اور اسلامی خطوں کی حفاظت کرنے والے اس بطلِ عظیم نے اپنا جسم ٹکڑے ٹکڑے کروانے کو ترجیح دی لیکن جہاد، امارتِ اسلامیہ، فدائیوں اور سربکف مجاہدین کے ساتھ ایک لمحے کے لیے بھی بے وفائی اور غداری کے لیے تیار نہ ہوئے۔

امریکیوں نے جب آپ کے عزمِ مصمم اور پیچھے نہ ہٹنے والے موقف کا مشاہدہ کیا تو مایوس ہوئے اور انتہائی وحشت کے ساتھ شجاعت و بہادری کے اس مینار کو ڈھانے کے لیے اپنے ناپاک ہاتھوں کو آگے بڑھایا۔ ایسے میں طواغیت اور ان کے آلۂ کاروں نے سربکف لشکر، عظیم ملت کے بہادر امیر کو اپنی وحشت کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

شہید ملا اختر محمد منصور نے اپنے مضبوط عزائم، کٹے ہوئے جسم اور اپنی شہادت کے ذریعے حضرت خبیبؓ کی قربانی اور وفاداری کی وہ یاد تازہ کر دی جب انہیں مکہ کے مشرکین اور منافقین نے تختۂ دار پر چڑھایا، تو آپؓ کی زبان مبارک سے یہ اشعار جاری ہوئے:

ولست أبالي حين أقتل مسلماً
على أي شق كان الله مصرعي
وذلك في ذات الاله وان يشأ
يبارك على أوصال شلو ممزع

یعنی، 'مجھے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہیں، جب اللہ کے لیے اور ایمان کی حالت میں قتل ہو جاؤں... کہیں بھی، کسی طریقے سے قتل ہو جاؤں، مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہے، اگر میرا رب چاہے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے گوشت اور ہڈیوں کو مقبول بنا دے گا'۔

شہید ملا اختر محمد منصور اپنی شہادت سے قبل جب دشمن کی دھمکیوں اور سازشوں کا سامنا کر رہے تھے اور اس بات سے باخبر تھے کہ دنیا بھر کے طواغیت اور ان کے نوکروں کو جب بھی موقع ملا تو یہ میرے خلاف اقدام کریں گے۔ اپنے ساتھیوں کو بار بار یہی بات کہتے تھے کہ میں امارت اور اسلام کے بلند مقاصد کی خاطر اپنے سر کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن مسلمانوں اور شہداء کی اس مبارک صف کے ساتھ کسی بھی قسم کا سمجھوتہ نہیں کروں گا۔

شہید امیر المؤمنین ملا اختر محمد منصور کی پاک روح کے لیے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے اٹھاتے ہیں کہ یا اللہ امیر المؤمنین کی لازوال قربانی اور جاری جہاد میں سب شہداء اور معصومین کے خون کی برکت سے ہماری اس جہادی سرزمین پر حملہ آور دشمن اور ان کے غلاموں کو نیست و نابود کر دے اور ہماری سرزمین پر اسلامی نظام کو حاکم بنا!

یا اللہ! ہمیں یہ توفیق دے کہ ہم امیر المؤمنین کی ڈالی گئی مبارک بنیادوں کی حفاظت کریں، اور اللہ آپ کی روح کو اسلامی شریعت کے نفاذ کے ذریعے فرحت بخشیں، آمین یارب العالمین۔

صوتی سلسلۂ دروس

انفال
دروسِ سورۂ

17
کل تعدادِ
دروس

عنقریب اِن شاء اللّٰہ

شہید عالمِ ربّانی

استاد احمد فاروق

رحمۃ اللّٰہ علیہ

خیالات کا ماہنامچہ

ذہن میں گزرنے والے چند خیالات: اکتوبر ۲۰۱۹ء

معین الدین شامی

اللہ پاک کا کرمِ خصوصی ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان بنایا اور پھر مسلمانوں میں بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف و اعزاز بخشا۔ پس اے مالک! جس نے ہمیں رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا… تُو ہمیں انؐ کے راستے کا راہی اور طریقے کا سالک بنا لے، نفاذِ شریعت کی مبارک محنت ہمارے ہاتھوں لے لے، ہمیں اپنی راہ میں اپنی عنایت سے قتل ہونا نصیب فرمادے اور انبیاء و صدیقین، شہداء و صالحین کا رفیق بنادے، و حسن اولئک رفیقا، آمین یاربّ العالمین۔

دین و وطن کا دشمن ٹرمپ اور ٹرمپ کا دوست عمران

ٹرمپ کے کارہائے نمایاں اور کردار دیکھیے:

- مذہباً evangelist ہے، صہیونی صلیبی ہے یعنی اسرائیل کا حامی
- کہتا ہے کہ اسرائیل کا سب سے بڑا حامی امریکہ میں، وائٹ ہاؤس میں رہتا ہے
- بیت المقدس ریروشلم کو اسرائیل کا دار الحکومت قرار دیتا ہے
- اسرائیل اور یہود کا پکا دوست ہے حتیٰ کہ بیٹی بھی یہودی کو دے رکھی ہے
- بنیامین نیتن یاہو اور نریندر مودی کا یار ہے
- کہتا ہے کہ ہمیں مل کر "Radical… Islamic… Terrorism" یعنی "بنیاد پرست… اسلامی… دہشت گردی" کو شکست دینا ہے!
- ٹیکساس میں بھارتی–امریکی کمیونٹی کے جلسے میں کہتا ہے کہ 'اپنے لوگوں (یعنی بھارتیوں اور امریکیوں) کی حفاظت کی خاطر ہمیں اپنے بارڈر کی حفاظت کرنا ہو گی!'
- اسی مذکورہ بالا جلسے میں مودی بولا 'امریکہ میں 11/9 اور ممبئی میں 26/11 کے سازشی کہاں بیٹھے ہیں…؟ (یعنی پاکستان میں بیٹھے ہیں!)'
- اسی جلسے میں ٹرمپ نے مودی جیسے سفاک مجرم کو Father Of India "بابائے ہند" کا خطاب دیا۔ لطیف سی بات ہے کہ بابائے ہند کس کو کہا ہے، اس آر ایس ایس سے وابستہ بدمعاش کو، جس آر ایس ایس نے باپو (گاندھی) کو قتل کیا تھا!

یہ ہیں ٹرمپ کے کردار و افعال کی چند جھلکیاں اور یقین کیجیے یہ عشرِ عشیر بھی نہیں۔ اس سب کے ساتھ عمران خاں کہتا ہے کہ ٹرمپ صاحب بڑے عظیم آدمی ہیں، صاف گو ہیں کھرے ہیں، میں ان کا دوست ہوں!… اور ٹرمپ بھی عمران کو ان جیسے ملتے جلتے القابات سے یاد کرتا ہے۔ ملاقات میں تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر اگلے انتخابات میں، میں وائٹ ہاؤس میں ہوا تو تمہاری الیکشن مہم چلاؤں گا!!!

اگر ہمیں 4=2+2 جتنی ریاضی آتی ہے تو آگے لکھنے کی کچھ ضرورت نہیں!

پاک چین دوستی… مسلمان موئے!

الجزیرہ ٹی وی کے ساتھ انٹرویو کے دوران صحافی نے جب صدرِ پاکستان عارف علوی سے پوچھا کہ آپ کی چین کے ساتھ تجارت (CPEC) کا منصوبہ اب ۴۳ ارب ڈالر یعنی تقریباً ۶ کھرب، ستّر ارب روپے سے شروع ہوا تھا اور اب یہ ۶۲ ارب ڈالر یعنی تقریباً ۹ کھرب ستّر ارب روپے کا منصوبہ بنتا جا رہا ہے… یہی چین ہے جس میں دس لاکھ[1] ایغور (ترکستانی یا سنکیانگ کے) مسلمانوں کو شمالی چین میں کیمپوں میں رکھا جا رہا ہے اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی کا رویہ رکھے ہوئے ہے، اس پر آپ کیا کہیں گے؟

عارف علوی نے جواباً فرمایا کہ "پاکستان حکومتِ چین کے ساتھ کھڑا ہے۔ پاکستان سمجھتا ہے کہ اس قسم کے دیوتب نکالے جاتے ہیں جب بھی کسی ملک کو دباؤ میں لانا ہوتا ہے۔ ہماری حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ اگر کچھ ایسا چین میں ہو رہا ہے تو یہ چین کا داخلی معاملہ ہے اور ہم چینی حکومت پر اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ اپنے لوگوں کو بہترین طریقے سے رکھیں گے"۔

یہ سوال جب عمران خاں سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ "میں پاکستان کے بائیس کروڑ لوگوں کا وزیر اعظم ہوں، مجھے ان کے حوالے سے سوچنا ہے" (یعنی چینی مسلمان میری ذمہ داری نہیں)!

اب اگر یہ چین کا اندرونی معاملہ ہے تو پھر جب حکومتِ پاکستان (ناٹک کرتے ہوئے) کشمیر کا مسئلہ اٹھاتی ہے اور (اسلامی دنیا میں سے چار ممالک بھی ساتھ دینے کے لیے آگے نہیں بڑھتے

[1] یہ کیمپوں میں موجود مسلمانوں کی تعداد ہے ورنہ سنکیانگ میں کل مسلمانوں کی تعداد مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔

ہیں، سعودی عرب اور عرب امارات عین اس موقع پر مودی کو ایوارڈوں سے نوازتے ہیں......

تو پھر یہ ہندوستان کا اندرونی معاملہ ہوا ناں، آپ کو تکلیف کاہے کی؟ پھر یہ بھی ہے کہ ان بیانات سے آپ حکومتِ چین کے شانہ بشانہ، مسلمانوں کی نسل کشی میں شریک ہو گئے۔

ع وفا جس سے نبھاؤ گے، اسی کے ساتھ جاؤ گے

نیٹو کنٹینرز...روز گار کا ذریعہ

وائس آف امریکہ ریڈیو کی ایک نیوز رپورٹ میں کہا گیا کہ امریکہ اور اس کی اتحادی افواج جب افغانستان پر حملہ آور ہوئیں تو پاکستان میں بہت سے لوگوں کے لیے روز گار کے مواقع مہیا ہوئے۔ انہیں مواقع میں سے ایک نیٹو کنٹینرز بھی تھے۔ یومیہ کم از کم چار سو کنٹینرز پاکستان سے گزر کر افغانستان میں داخل ہوتے اور اتحادی و امریکی فوجوں کے کیمپوں میں پہنچتے۔ آپ یقیناً جانتے ہوں گے ان کنٹینروں میں گولا گنڈا، لالی پاپ، قلفیاں اور بچوں کے کھلونے نہیں جاتے تھے۔ سرِ فہرست چیزوں میں unassembled یعنی کھلے پرزوں کی شکل میں جنگی ہیلی کاپٹر، ڈرون طیارے، بکتر بند ہموی گاڑیاں، اسلحہ، بارود، فوجیوں کی ضرورت (عیاشی) کا سامان اور ایندھن شامل ہوتا تھا۔ یہ بتانا بھی شاید ضروری نہ ہو کہ یہ غاصب فوجی افغانستان میں پکڑن پکڑائی اور چھپن چھپائی کھیلنے نہیں آئے تھے بلکہ افغان مسلمانوں کے قتلِ عام میں مصروف تھے۔

اب رذالت کی 'معراج' دیکھیے، کہ کہا جارہاہے کہ یہ کنٹینر روز گار کا ایک موقع تھے۔ یہ خبر سن کر سیّد قطب شہید کی بات یاد آگئی...جب انہیں پھانسی کے پھندے پر لٹکایا جارہا تھا تو سید قطب کو قتل کرنے کی ڈیوٹی پر موجود 'کلمہ گو' شخص نے کہا 'سیّد! کلمہ پڑھ لو!'۔ اس پر سیّد قطب رحمہ اللہ نے فرمایا 'کون سا کلمہ؟ جس کلمے کی وجہ سے مجھے قتل کیا جارہاہے، وہ کلمہ یا وہ کلمہ جس کی وجہ سے تمہارا روز گار لگا ہوا ہے؟'۔

روز گار تو خیر تھا۔ 'ہمارے' جرنیل فی کنٹینر کے حساب سے کمیشن وصول کرتے تھے، قومی خزانے کے لیے نہیں، ذاتی جیب کے لیے اور اس میں بھی سرِ فہرست جنرل کیانی۔ سو اوپر سے لے کر نیچے تک سب ہی کا روز گار لگا ہوا تھا......!

مسلمانوں نہیں علمانوں کا اڈہ!

وژن ۲۰۳۰ء پیش کرنے والے محمد بن علمان[1] نے چند دن پہلے سعودی عرب میں خواتین کے محرم کے ساتھ داخلے کی شرط کو ختم کر دیا ہے۔ اب خواتین (خصوصاً مغربی ممالک سے تعلق رکھنے والی) بنا محرم کے سعودی عرب میں آسکیں گی اور سیر سپاٹا و عیاشی کر سکیں گی۔ یوں تو ہم کئی بار وژن ۲۰۳۰ء پر ماضی میں بات کر چکے ہیں لیکن مکرر عرض ہے کہ یہ وژن فحاشی و عریانی کا وژن ہے۔ اس میں برہنہ ساحل، نائٹ کلب، شرابیں، میوزیکل کانسرٹ، اور مجرے ہیں۔

اے اللہ! اس بد بخت بد زادے کی گردن پر ہمیں مسلط فرما دے جس نے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جزیرے پر اس گند کی داغ بیل ڈالی ہے!

استحصال

قصور و فیصل آباد میں معصوم پھولوں کو روندا گیا[2]۔ اس کے بعد ان کی بے چاری ماؤں... غم کی ماریوں کو لا بٹھایا گیا ٹی وی چینلوں پر، جہاں وہ رو رو کر اپنے بچوں کی لاشوں اور کچھ نہ ہو تو ہڈیوں کا مطالبہ کرتی رہیں۔

یہ ہے بے حسی اور ساتھ میں دعویٰ ہے کہ سیکس ایجوکیشن اور فلاں اور ڈھمکاں قسم کی آگاہی سے حالات بہتر ہوں گے۔ یہ اخلاقیات اور معاشرتی آداب سے عاری لوگ ٹھیک کریں گے معاشرے کے مسائل؟

اس کو کہتے ہیں استحصال...exploitation!

خود کشی... حرام موت!

اپنی جان کو اللہ کے دین کے لیے پیش کرتے ہوئے قتل ہو جانا فدائی یا استشہادی حملہ کہلاتا ہے۔ چونکہ اس طریقۂ جنگ سے اہلِ کفر خوف زدہ ہیں اور اس انداز کے حملے کے سامنے ان کی ہر ٹیکنالوجی بے کار اور لاچار ہے اس لیے اس فداکاری کو انہوں نے خود کش حملہ قرار دے دیا، حالانکہ تادمِ تحریر غرب سے شرق تک کے میڈیا اور لٹریچر میں ایسی کہانیاں پیش کی جارہی ہیں جن میں کوئی ایک فداکار دشمن کو نقصان پہنچانے اور اپنے لوگوں کو بچانے کی خاطر اپنی جان خود اپنے ہاتھوں جانتے بوجھتے تلف کر دیتا ہے۔ پھر پاکستان میں تو سنہ ۶۵ء کی جنگ میں چونڈہ کے محاذ پر پاکستانی فوجیوں کا بارودی سرنگیں سینے سے باندھ کر ہندوستانی ٹینکوں کے نیچے لیٹ کر خود کو اڑا دینا اور راشد منہاس کا جہاز گرا دینا وغیرہ پہلے ہی معروف ہے۔ اب جو مجاہدین کریں تو اس کو خود کش قرار دینے کا مقصد اہلِ اسلام کی پیش قدمی روکنا ہے۔ اس کے لیے اہلِ باطل نے ہر قسم کا ہتھکنڈہ استعمال کیا، حتیٰ کے بعض درباری علماء کو بھی ڈیوٹی پر رکھا اور ان استشہادی حملوں کو خود کش اور حرام قرار دیا (اگر یہ بحثِ شرعی ہوتی تو اس پر ہم بات نہ کرتے کہ یہ ہمارا مقام نہیں، لیکن یہ حملے ۶۵ء کے فوجیوں کے لیے جائز اور کشمیر و فلسطین کے مظلوموں کے لیے حرام؟ ہاں جہاں تک ایسے بعض حملوں میں عام مسلمانوں کا ہدف بننا ہے، تو ایسے بے گناہوں کو جس بھی طریقے سے مارا جائے یہ ناجائز ہے)۔

---

[1] علمان = سیکولر

[2] جنسی زیادتی کے بعد قتل کر کے کوڑے کے ڈھیروں پر پھینک دیا گیا۔

اب دیکھیے اس سب کے بارے میں ہر کوئی بات کرتا ہے، حتیٰ کہ بی بی سی جیسا دین دشمن ادارہ بھی۔ لیکن بی بی سی کی ایک رپورٹ زیرِ ساعت آئی۔ اس میں ایک ماہرِ نفسیات عورت کہتی ہے کہ اس کے بیٹے نے ایک نفسیاتی بیماری کے سبب خودکشی کی۔ لوگوں نے انہیں کہا کہ یہ بات عام مت کرو، 'مولوی' جنازہ نہیں پڑھائیں گے۔ تو لڑکے کے باپ نے کہا کہ دکھاؤ کہاں لکھا ہے کہ مولوی نے جنازہ پڑھانا ہے، میں اپنے بیٹے کا جنازہ خود پڑھا دوں گا۔

اس قسم کی جو بھی نفسیاتی بیماری پائی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں کوئی نوجوان خودکشی کرتا ہے تو اس کا علاج لازمی ہے، بلکہ اگر ایک اسلامی حکومت قائم ہو تو اس کے حکمران پر لازم ہو گا کہ عوام کی فلاح میں اس مسئلے پر بھی توجہ دے (جیسا کہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ بیماری پھیل رہی ہے)۔ لیکن یہ کہاں کی تک ہے کہ خودکشی تمہارا بیٹا کرے اور تم اس میں بھی رگڑا 'مولوی' کو لگا دو کہ مولوی کی نسبت اسلام سے ہے۔ پھر اس رپورٹ میں اس خودکشی کو یوں پیش کیا گیا کہ یہ بڑی ہی نارمل قسم کی چیز ہے۔

اس رپورٹ سے کچھ اسباق ملتے ہیں:

1. جس مولوی کو یہی ادارے اور میڈیا حمایتِ اسلام کی خاطر 'خودکش' حملوں کے خلاف (دراصل سربلندیٔ اسلام کے خلاف) استعمال کرتے ہیں، اس کی اوقات ان کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی موقع اس کو بدنام کرنے کا نہیں گنواتے!
2. خودکشی نفسیاتی بیماری کے سبب ہو تو یہ نارمل ہے لیکن جان کو اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے پیش کیا جائے تو یہ ایب نارمل ہے!
3. اسلام کے سوا جو بھی دعوت ہو، سیکولرازم کی، لبرل ازم کی، فحاشی کی، بدکاری کی، خودکشی کی... یہ سب جائز ہے اور لائقِ نشر ہے... سوائے دعوتِ اسلام کے!

عدمِ تشدد کے نظریے کے ہیروز

کراچی کی ایک کارٹونسٹ اور ادیب خاتون نے بچوں کے لیے ایک سپر ہیرو (comics) سیریز شروع کی ہے جس کا نام ہے 'ایدھی بابا'۔ یہ خاتون کہتی ہے کہ ضرورت تھی کہ سپر ہیرو سیریز پر کام کیا جائے۔ میں نے سوچا کہ comics میں ایک ہیرو، وِلَن کو مار رہا ہوتا ہے تو بچوں کو کیوں یہ نظریہ دیا جائے کہ حق کی خاطر مارا جائے۔ بلکہ بچوں کو یہ نظریہ دیا جائے کہ حق کی خاطر بچایا جائے۔ اس لیے میں نے ایدھی کی شخصیت کا انتخاب کیا۔

انتخاب کو ایک طرف۔ لیکن یہ کیسی بودی سوچ ہے کہ حق کی خاطر مارا نہ جائے بس بچایا جائے۔ ذرا خود ہی ایک لمحے کو سوچیے کہ باطل آپ کے لوگوں کو مارے جائے اور آپ کہیں کہ میں لوگوں کو بچاؤں گا۔ وہ گردنیں کاٹ رہا ہے اور آپ اپنے لوگوں کے مرہم پٹی کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ میں nonviolence کا قائل ہوں۔ پوچھیے کہ کیوں نان وائلنس یا عدم تشدد کے قائل ہو تو جواب ملتا ہے تاکہ وائلنس نہ پھیلے۔ بھئی ایک برا آدمی سولوگوں کو قتل کر سکتا ہے، اور کر رہا ہے، اب اگر اس ایک فسادی کو مار دیا جائے یا دو چار مکے گھونسے لگا کر پکڑ کر باندھ لیا جائے تو کیا اس تھوڑے سے وائلنس سے سولوگوں کے قتل کا وائلنس رک نہیں جائے گا؟ دیکھیے اس نظریے کا پرچار کون کر رہا ہے؟ ایک ایسی خاتون جو سیکولر ہے۔ اس کا ابلاغ کون کر رہا ہے، بی بی سی اور اس قسم کے مغربی نشریاتی ادارے۔ جنگِ عظیم اول و دوئم میں لاکھوں کروڑوں انسان سیکولر نظریے پر ہی کٹے تھے، یہ جمہوریت ہی کی خاطر مرے تھے۔ یہ مغربی نشریاتی ادارے جن کا کھاتے ہیں وہ سیکولرازم ہی کے نام پر صرف مسلمانوں کے نہیں انسانیت کے قتلِ عام کے مجرم ہیں۔

اگر تو نان وائلنٹ ہیروز (nonviolent heroes) کا نظریہ محض وائلنس روکنا ہے تو یہ بے کار و بودی بات ہے اور اگر اس نظریے کا فروغ انسدادِ جہاد ہے تو جہاد اس سے رکنے والا نہیں!

ڈاؤ میڈیکل کالج میں 'پیغامِ پاکستان' کے اثرات کی رونمائی!

پہلے کہہ دوں... پڑھنے کا یارا نہیں ہے تو نہ پڑھیے۔

ڈاؤ میڈیکل کالج کراچی کا معروف اور پاکستان کا ممتاز میڈیکل کالج ہے۔ ماہِ رواں[1] کے شروع میں وہاں ایک سٹال 'سجایا' گیا۔ سٹال تھا کونڈم / condom کے فروغ کے متعلق۔ اس سٹال کے 'خوانچہ فروش' کونڈم کی طرح کے 'لباس' میں ملبوس تھے اور 'فضائلِ' کونڈم پر پریزنٹیشن دے رہے تھے۔ کالج کے تمام طلباء و طالبات پر لازمی قرار دیا گیا تھا کہ وہ اس سٹال کو رونق بخشیں۔ اس سٹال سے تمام حاضرین میں مفت کونڈم تقسیم کیے گئے!

اب بتائیے کونڈم کے استعمال میں کیا غلط ہے، کتابوں میں شرعی حکم بھی لکھا ہوا ہے۔ سو awareness کے لیے اس میں کیا حرج ہے؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، یہاں کا سب سیاہ سفید اچھا ہے۔

مسئلہ کونڈم کے استعمال کا نہیں بلکہ اس کے ذریعے حرام کاری کی عام دعوت و ترغیب کا ہے۔ کہاں پر اس کی یہ تشہیر ہو رہی ہے؟ یہ وہاں مفت تقسیم ہو رہا ہے جہاں نامحرم نوجوان اور غیر شادی شدہ مرد و خواتین مخلوط طور پر ساتھ رہ رہے ہیں۔ ایسے میں اس قسم کی تشہیر و سہولت کاری کس چیز پر منتج ہوتی ہے؟ جنسیت اور جنسی ہیجان پر!

پہلے اگر معاشرتی بدنامی کی دائمی کالک منہ پر مل جانے کا خدشہ رکاوٹ بنتا تھا تو اب انتظامیہ اس کا 'محفوظ' راستہ خود سے دکھا رہی ہے۔

---

[1] اکتوبر ۲۰۱۹ء

جس ملک کی پچیس فیصد[1] آبادی غربت کی لکیر سے نیچے رہتی ہے، جہاں لاکھوں روٹی کو ترستے ہیں، وہاں روٹی نہیں کونڈم تقسیم کیجیے۔

حکومتی وسائل کے ذریعے منکرات کا فروغ ہو رہا ہے اور معروف کے آگے رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔ پھر اس جہالت، فحاشی اور بے غیرتی پر جو بولے، جو لکھے اور اسلامی نظام کے نفاذ کی بات کرے تو وہ باغی، خارجی اور کیا کیا؟!

اسے کہتے ہیں 'پیغامِ پاکستان' کی فتح!

جی ایچ کیو میں لاپتہ افراد کے لیے سیل

بات یوں تو پرانی ہو گئی ہے، لیکن تبصرہ لازمی ہے۔ ۵ جولائی ۲۰۱۹ء کو جب دکھوں کی ماری آمنہ مسعود جنجوعہ صاحبہ کی ڈی جی آئی ایس پی آر آصف غفور سے ملاقات ہوئی تو وہاں اس نے انکشاف کیا اور پھر ٹویٹ بھی کیا کہ 'چیف آف آرمی سٹاف کے حکم پر جی ایچ کیو کے اندر لاپتہ افراد کے لیے ایک سیل بنایا گیا ہے'۔ بہت سے لوگ اس پر خوش ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ یہ لاپتہ افراد کی بازیابی کی جانب ایک قدم ہے۔ لیکن وہ شاید اس ٹویٹ کا اصلی پیغام نہیں سمجھ سکے۔

دراصل یہ لاپتہ افراد والا معاملہ پہلے صرف آبپارہ والے دیکھتے تھے، کبھی کبھی ایم آئی، آئی بی اور ایف آئی اے بھی involve ہو جاتی تھی، تو یہ 'سیل' کلیتاً انہی کے پاس تھا۔ دو چار سال سے لوگوں کو لاپتہ کرنے والے چھاپوں میں دیکھا جا رہا ہے کہ باوردی 'جوان'، وطن کے بانکے سپاہی خود بنفسِ 'نفیس' بھی موجود ہوتے ہیں۔ تو دراصل جس 'سیل' کی بات آصف غفور نے کی ہے اور جس سیل کا قیام باجوہ کے کہنے پر وجود میں آیا ہے وہ یہی ہے۔ یعنی اب جی ایچ کیو عرف پنڈی والے براہِ راست بھی لوگوں کو لاپتہ کرتے ہیں۔

پھر سیل کا ایک معنیٰ اور بھی ہوتا ہے۔ سیل حراستی کمرے کو بھی کہتے ہیں۔ فوج کا دھڑلا ہے بھائی کہ وہ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ لاپتہ افراد کے لیے ایک سیل اب جی ایچ کیو میں بھی ہے۔

ریلوے چلا بھائی... ایٹم بم نہیں!

کوئی اور خطاب شاید بچا نہیں تھا، شادی اس نے کی نہیں، اس لیے بابائے قوم و وطن ہو نہیں سکتا تھا، اس لیے کہلایا 'فرزندِ پاکستان'۔ جی شیخ رشید کا ذکر ہے۔ ہندوستان کو للکارتے ہوئے کہتا ہے کہ ''ہمارے پاس پاؤ، پاؤ، آدھا آدھا پاؤ کے بھی ایٹم بم ہیں۔ ہمارے پاس انچ انچ، آدھا انچ، پونی انچ اور دو انچ کے بھی بم ہیں...''۔

شیخ رشید بھابڑا بازار میں پیدا ہوا، پھر وہیں لنگوٹی باندھ کر کنچے کھیلتا رہا۔ بچپن میں پاؤ پاؤ، آدھا آدھا پاؤ دودھ دہی قریبی گوالے سے لیتا تھا۔ سرکاری نلکے کا سائز آدھا انچ، پونا انچ، انچ اور دو انچ دیکھا۔ اس کی دنیا بس اتنی ہی ہے۔ اس لیے ایٹم بم کو بھی سیروں اور انچوں میں ناپ تول کر دھمکی لگا رہا ہے۔

بھائی تُو ریلوے چلا لے بڑی بات ہے، ایٹم بم رہن دے!

جہادِ فی سبیل اللہ ہمارا مقصدِ ہستی!

بقولِ شاعرِ جہاد، شہیدِ راہِ خدا، مقصود الزماں شہید رحمۃ اللہ علیہ... ''جہادِ فی سبیل اللہ ہمارا مقصدِ ہستی!''

پس جن کو ربّ نے اس راہ کی چاشنی اور معرفت عطا کر دی، وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر راہیِ جہاد کے لیے، جہاد فی سبیل اللہ مقصدِ ہستی ہی کی مانند ہوتا ہے۔ اس راہِ جہاد سے ان کا چھٹنا یا اس راہ کا ان سے چھوٹنا ان کے لیے ایسا ہی ہوتا ہے جیسے موت۔ اسی لیے تو یہ دیوانے گولیاں، پارچے، آگ، ڈرل مشینوں کے سوراخ، کھانے میں پِسا شیشہ... اور اس سب سے بڑھ کر اپنی ماؤں، باپوں، بھائیوں، بہنوں، بیویوں، سہاگوں اور اولادوں تک کے اس راہ میں قتل ہو جانے یا پابندِ سلاسل ہو جانے پر اس راہ کو ترک نہیں کرتے۔ اس راہ کی چاشنی میں مظلوموں کو ظلم سے نجات دلا کر عدل و انصاف کی ٹھنڈی چھاؤں میں لانا شامل ہے۔ اسی طرح اس کی مٹھاس ظالموں، اللہ کے کافروں کے سروں اور مونہوں پر تلواریں مارنا ہے جیسے بدر و احد میں اور پینٹاگون و جی ایچ کیو میں کیا گیا۔

بقولِ علماء، جہادِ فی سبیل اللہ کی ایک نہایت اعلیٰ صورت یہ بھی ہے کہ اللہ کے دشمنوں کو غصہ دلایا جائے۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

﴿...وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ...﴾ (سورۃ التوبۃ: ۱۲۰)

''...یا وہ کوئی ایسا قدم اٹھاتے ہیں جو کافروں کو غصے میں ڈالے...''

اس کی تفسیر و تشریح تو علمائے کرام نے فرمائی ہے۔ بس راقم کو تجربے و مشاہدے سے جن جن اقدام سے معلوم ہوا کہ کفار کو غصہ آتا ہے تو وہ درج کرتا ہے۔

- اہلِ ایمان و جہاد کا وجودِ مسعود، خود کفار و منافقین اور ان کے مددگاروں کے لیے باعثِ غصہ ہے۔
- مجاہدین کا ان کے خلاف منصوبہ بندی کرنا۔
- مجاہدین کا ان پر حملے کرنا۔
- مجاہدین کا ان کو گرفتار کرنا۔

[1] CIA World Factbook

- مجاہدین کا ان کے خلاف اور اہلِ حق کے حق میں بولنا۔
- مجاہدین کا ان کے خلاف اور اہلِ حق کے حق میں لکھنا۔
- مجاہدین کا کسی ایسے مقام پر ہونا جہاں یہ کفار و منافقین خدائی کے دعوے دار ہوں اور سمجھتے ہوں کہ ان کی 'ریاستی رِٹ' میں کوئی ان کی مرضی کے بغیر پر بھی نہیں مار سکتا۔
- مجاہدین کا محض نصرتِ الٰہی کے سبب ایسے مقامات سے بحفاظت نکل جانا جہاں سے چیونٹی بھی ان کی آہنی دیواروں کو پار کرنے کے لیے ان کی اجازت کی منتظر ہو۔

طریقے تو بہت سے ہیں۔ بس یہ چند اس لیے لکھے کہ اہلِ ایمان کے دلوں کو ٹھنڈک پہنچے اور اہلِ کفر اور ان کے حواریوں کی جلن، کڑھن، غصے، غضب اور سینے کی آگ میں جہنم کا ایک چولہا اور جل جائے۔

بلاشبہ وہ اللہ پاک ہے جس نے قیامت سے پہلے ہی اہلِ ایمان کے دلوں کو مثلِ جنت اور اہلِ کفر و نفاق کے دلوں کو مثلِ جہنم بنا رکھا ہے۔ یا اللہ اس دل کی ٹھنڈک اور تیرے دشمنوں کے دل کی اس آگ پر ہم تیرے شکر گزار ہیں۔

★★★★★

بقیہ: ہمیں شیطان کے داؤ پیچ پر نظر رکھنا ہے!

تم تو اللہ کے لیے ہجرت کر چکے ہو، دنیا کی تمام آسائشوں کو چھوڑ چکے ہو، اچھے بھلے رشتہ داروں کو چھوڑ کر آئے ہو۔ اب تم لوگوں کو چنداں کوئی فکر کی ضرورت نہیں! اس طرح وہ شیطانِ مردود اچھے انسانوں کے دلوں میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے اور اس کے ذریعے صالح انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی پیاری پیاری عبادتوں سے غافل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ان کے اندر سستی پیدا کرتا ہے کہ جہاں ایک آدمی ایک ماہ میں پانچ چھ مرتبہ قرآن مجید ناظرہ پڑھ سکتا ہے وہاں وہ ایک ماہ میں ایک مرتبہ بھی قرآنِ پاک پڑھنے نہیں دیتا اسی طرح وہ ہر عبادت میں اچھے انسان کو سست بنا کر اللہ تعالیٰ کی پیاری پیاری عبادت و بندگی سے محروم کرتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ انسان جتنی مرتبہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرے گا اتنی ہی دفعہ جنت میں تلاوت کرنے والے کے لیے محل بنایا جائے گا۔ ایک آدمی ایک دفعہ "سبحان اللہ" کہے گا اس کے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔ تو یہ کتنی اچھی بات ہے لیکن شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ آدمی دن میں ایک دفعہ بھی سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر نہ کہنے پائے۔

اے میرے بچو! ہماری اور شیطانِ لعین کی اس لڑائی میں ہمیں چاہیے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر اور اس جیسے پیارے پیارے کلمات کے ذریعے اپنی زبان تر رکھیں اور شیطان مردود کو خوب شکست دیں۔ ویسے بھی یہ ماہِ رمضان ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود کو قید کر کے ہمارے لیے آسانی پیدا کر دی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی خوب خوب عبادت اور تسبیح و تہلیل کریں۔ یہ چند باتیں آپ سب کی تذکیر کے لیے لکھی ہیں خوب ذہن نشین کر لیں اور ہمیشہ کے لیے شیطانِ لعین کو کھلا دشمن سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے داؤ پیچ سے بچائے رکھے اور اپنی عبادت کی خوب خوب توفیق عنایت فرمائے آمین! میرے لیے دعا کرتے رہنا۔

والسلام

آپ کا ابّو

★★★★★

انڈیا میں اس وقت کیا ہو رہا ہے؟!

"ذات پات وہ قوت ہے جو اس ملک کو چلاتی ہے۔ ہزاروں لوگ آج جیلوں میں پڑے ہیں۔ گجرات کے قاتل... وہ لوگ جو ۲۰۰۲ء میں گجرات میں لوگوں کے قتل عام کے مجرم (عدالت سے) قرار پائے جا چکے ہیں مثلاً 'نارو ڈاپاٹیا' کو رہا کیا جا چکا ہے۔ 'بابو بجرنگی' جس نے ویڈیو میں فخریہ انداز سے کہا کہ اس نے ایک حاملہ مسلم خاتون کا پیٹ چاک کیا تھا... اس قسم کے لوگوں کو حال ہی میں ضمانت پر رہا کیا گیا ہے۔

جبکہ حقوقِ انسانی کے وکلاء، مظاہرین، پروفیسر اور عام لوگوں سمیت ہزاروں اس وقت جیلوں میں ہیں۔"

(انڈین صحافی و ادیب 'اروندھتی رائے')

قُصور کس کا؟

قاضی ابو احمد

پاکستان کے ضلع قَصور کا نام آتے ہی زینب اور دیگر معصوم بچیوں اور بچوں کے ساتھ زیادتی اور پھر ان کے بہیمانہ قتل کی لرزہ خیز داستان کھل جاتی ہے۔ یہ ظلم کچھ آج کی بات نہیں بلکہ یہ پورے ملک کے علاوہ عین اسی علاقے میں بھی سالہاسال سے جاری ہے۔ زینب کیس کے مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچے ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک بار پھر اسی ضلع کی تحصیل چونیاں، مزید تین معصوم بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور ان کے سفاکانہ قتل کی واردات سے لرز اٹھی۔ اور یہ خبر میڈیا پر عام ہونے کے بعد بھی بچوں کے اغوا کی کوشش کے مزید واقعات اسی علاقے میں سامنے آئے۔ آخر کیوں یہ مجرم اتنے دیدہ دلیر اور بے خوف ہیں؟ وہ کون سی بے قابو حیوانیت ہے جسے اللہ کا خوف تو ایک طرف، دنیا میں بدنامی، رسوائی اور سزا کا خوف بھی قابو میں نہ کر سکا؟ کیا وجہ ہے کہ زینب کیس کے مجرم کی سزائے موت بھی ظالموں کو مزید ظلم سے نہ روک سکی؟

چند برس قبل ہندوستان میں ایک طب کے کالج کی طالبہ کے ساتھ ہونے والے اجتماعی زیادتی اور قتل کے ہولناک واقعے کے بعد ہندوستان میں خوب شور شرابہ اور ہنگامے ہوئے جس کے نتیجے میں ایسے واقعات کے سدّباب کے لیے قانون بنا دیا گیا۔ مگر کیا قانون بنا دینے سے یہ واقعات رک گئے؟ نہیں! اب بھی ہندوستان میں روزانہ کی بنیاد پر اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں۔ مذکورہ طالبہ کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ غیر ساتر لباس پہن کر فلم دیکھنے گئی اور واپسی کے لیے جب بس میں سوار ہوئی تو بالی ووڈ کی بھڑکائی شہوت کو مزید بڑھاوا طالبہ کے رات کے اس پہر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ ہونے نے دیا اور وہی کچھ ہوا جس کی توقع تھی۔ بس میں سوار لڑکوں نے لڑکی کے بوائے فرینڈ کو تو مار پیٹ بس سے باہر پھینک دیا اور لڑکی کو نہ صرف اجتماعی زیادتی کا نشانہ بنایا گیا بلکہ ہوس کے ان پجاریوں نے اسی پر بس نہ کی اور لڑکی کے اندر لوہے کی سلاخ گھسیڑ کر اسے اذیتیں دے دے کر نیم مردہ حالت میں بس سے باہر پھینک دیا اور یہ بدقسمت لڑکی چند روز بعد مر گئی۔

اسلام آباد کے ایف نائن پارک، جہاں روزانہ کئی لوگ ٹہلنے اور دوڑ لگانے کے لیے آتے ہیں، کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک بے پردہ خاتون روزانہ چست لباس میں ٹہلنے آتی اور روزانہ ہی اوباش لڑکوں کے ایک گروہ کے ہاتھوں 'ہراساں' کی جاتی۔ جب صرف 'ہراساں' کیے جانے سے اسے 'ہدایت' نہ ملی تو ایک روز لڑکوں کے اسی گروہ نے اسے گھیر لیا اور وہ کہتے جاتے کہ تم کیوں روزانہ ہماری شہوت بھڑکانے آجاتی ہو؟ کیا تمہیں اس لباس سے بہتر لباس نہیں ملتا؟ کیا تم ٹہلنے کے لیے باپردہ ہو کر نہیں آسکتی؟... اور اس پر دست درازی کرتے جاتے۔ بھرے پارک میں ان لڑکوں نے خاتون کے لباس کو تار تار کر دیا اور کوئی اس کی مدد کو آگے نہ بڑھا۔

مغرب میں خواتین کے ایک سیریل کلر کو جب بالآخر گرفتار کیا گیا تو اس نے یہ انکشاف کیا کہ ہر جگہ ہی خواتین عریانیت کے مظاہرے کرتی رواں دواں ہوتی ہیں اور ان میں سے کوئی میری دسترس میں نہیں ہوتی۔ جب میرے جذبات قابو سے باہر ہوگئے تو میں نے ان سے اس طرح اپنا سکون برباد کرنے کا انتقام لینا شروع کیا کہ اب میں جس عورت کو بھی نامناسب لباس میں دیکھتا ہوں تو قتل کر دیتا ہوں۔

قاتل کو سزائے موت دینے، جرم کے سدباب کے لیے قوانین تشکیل دینے، مجرمین کو گرفتار کرنے کے باوجود ان واقعات کے نہ تھمنے کی وجہ کیا ہے؟ سبب یہ ہے کہ یہ معاملہ ان سطحی اقدامات سے رکنے والا نہیں ہے۔ یہ تو اسی طرح ہے کہ جیسے ایڈز کے مریض کے مرض کا علاج کرنے کی بجائے اس کو اس کی ظاہری علامات، زکام، بخار، خراش اور گلٹیوں وغیرہ کی دوا دے دی جائے اور اصل مرض کو پھلنے پھولنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ ممکن ہے کہ دوا کے استعمال سے وقتی طور پر کچھ عرصے کے لیے گلٹیاں معدوم ہو جائیں مگر وہ دوبارہ پوری شدت سے ابھریں گی۔ علاج، مرض کی علامات کا نہیں بلکہ جڑ کا مطلوب ہے۔ جب تک مرض کی جڑیں موجود رہیں گی، علامات ظاہر ہوتی رہیں گی۔ پورے ملک میں پھیلی فحاشی، عریانی اور اشاعت فحش جیسے جرائم کا علاج جب تک نہ ہو گا، ان برائیوں کے ثمرات اسی طرح کسی زینب اور کسی فیضان کی صورت میں سامنے آتے رہیں گے۔

انسداد فحش کے حوالے سے معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انسداد فواحش کا قرآنی نظام اور ایک اہم تدبیر، جس کے نظر انداز کرنے کا نتیجہ آج کل فواحش کی کثرت ہے۔ قرآن حکیم نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اول تو اس قسم کی خبر کہیں مشہور نہ ہونے پائے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہو تا کہ اس شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حد زنا اس پر جاری کر کے اس شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے، اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کی خبروں کو نشر کر دینا اور شہرت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں، طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے اور جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتا ہے، جس کا مشاہدہ آج کل کے اخبارات میں روزانہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی خبریں ہر روز ہر اخبار میں نشر ہوتی رہتی ہیں۔ نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں، روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے... کاش مسلمان اس پر غور کریں''۔

یہ اور ان جیسے دیگر کئی واقعات احکام الٰہی کو پس پشت ڈالنے کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں۔ عورت، جسے اللہ نے نہایت قیمتی متاع کی طرح چادر اور چار دیواری میں رہنے کا حکم دیا تھا اور مرد کو اس پر قوام بنایا تھا کہ وہ اس کے لیے کما کر لائے اور اس کی تمام ضروریات پوری کرے تاکہ عورت کو اس سب کی خاطر مارے مارے پھرنے کی ضرورت نہ پڑے اور وہ اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کر سکے۔ اسی عورت کو آج جنسِ بازار بنا دیا گیا۔ یہ بل بورڈز پر بک رہی ہے، ریمپ پر بک رہی ہے، سینما میں بک رہی ہے، اخبارات و رسالوں کے سٹالوں پر بک رہی ہے... اور جیسے گوشت اور مرغی کے پارچہ جات ملتے ہیں، یہ گردن، اور یہ ٹانگ، اور یہ بازو اور یہ سینہ... اور ہر جزو کی اپنی قیمت، بالکل اسی طرح اس عورت کو بھی بکاؤ مال بنا دیا گیا کہ یہ دکھاؤ تو اتنے ملیں گے اور یہ دکھاؤ تو اتنے ملیں گے اور بہت سی تو وہ ہیں جو 'آزادیٔ نسواں' کے نام پر کسی حقیر ترین قیمت کے بھی بغیر ہی اپنا سب کچھ داؤ پر لگانے کو تیار ہیں۔

آج جو میڈیا زینب، فیضان اور دیگر بچوں کے ساتھ زیادتی اور قتل کے مجرموں پر طوفان اٹھا رہا ہے، یہی میڈیا ان واقعات کا اصل ذمہ دار ہے۔ تقریباً تمام کے تمام ریڈیو اور ٹی وی چینل عورت کو چوک میں لا کھڑا کرنے کی مہم سر کرنے کے درپے ہیں۔ کبھی مقابلۂ حسن کے نام پر تو کبھی سٹائل ایوارڈز کے نام پر، کبھی کیٹ واک کے نام پر تو کبھی ڈریس سے بے نیاز ڈریس شوز کے نام پر... یہ کئی صنعتیں ہیں جو چلتی ہی عورت کے نام پر ہیں۔ کتنے کاروبار ہیں جو عورت کے نام کے ساتھ منسلک ہیں۔ میک اپ انڈسٹری، شوبز انڈسٹری، گارمنٹس انڈسٹری، بیوٹی پارلرز کا کاروبار یہ سب عورت کو سربازار برہنہ دکھانے کی اس میڈیائی مہم میں شریک اور اس سے مستفید ہونے والے ہیں۔ یہ پورا سرمایہ دار طبقہ جو ان ٹی وی چینلوں، اخبارات اور فیشن انڈسٹری کا مالک ہے یہ زینب اور فیضان کی خبریں تو بڑی بڑی کر کے لگائے گا، لوگوں کو ان کے تڑپتے بلکتے والدین کی سسکیاں بھی سنائے گا مگر یہ کبھی بھی کسی زینب اور فیضان کی خاطر اپنے مفادات پر آنچ نہیں آنے دے گا۔

اس کی ایک مثال ملک کے معروف نجی ٹی وی چینل، جیو کی ہے۔ جیو نے اپنے لیے کچھ اصول و ضوابط بنائے اور 'جیو اصول' کے نام سے ان کو نشر کیا۔ ملک کے تمام ہی اہم اداروں کے اہم افراد کو اس نامے کی نقل دی گئی اور جیو سے وابستہ مشہور صحافی حامد میر نے اپنے پروگرام کیپیٹل ٹاک میں جیو نیوز کے مینجنگ ڈائیریکٹر اظہر عباس کو مدعو کیا اور ایک بڑی آڈیئنس کے سوالات کے سامنے کے لیے بٹھایا۔ اسی نشست میں ایک صحافی نے اظہر عباس سے کہا کہ "جیو نے اپنے لیے اصول تو بنائے ہیں لیکن کیا اس کے لیے کوئی اصول ہے کہ دبئی و ہندوستان میں ہونے والے فلم ایوارڈز اور کیٹ واکس کے فحش مناظر جیو پر دکھائے جاتے ہیں اور کوئی شریف آدمی اپنی ماں، بہن، بیٹی کے ساتھ ٹی وی دیکھنے کے قابل نہیں ہوتا؟!" اس کے جواب میں اظہر عباس نے کہا کہ "ہم نے آخر کیوں یہ سمجھ لیا ہے کہ عورت صرف ماں، بہن یا بیٹی ہو سکتی ہے؟ کیا وہ آپ کی دوست یا ساتھی نہیں ہو سکتی؟" یہ ہے وہ ثقافت، معاشرت اور اخلاقیات جسے میڈیا پروان چڑھا رہا ہے اور ان کو اس پر فخر بھی ہے!

عریانی اور فحاشی کے سیلاب پر بند باندھنے کے لیے جب پردے کی بات ہو تو پورے ملک میں بھونچال آ جاتا ہے۔ باپردہ لڑکیاں سکولوں کالجوں میں جا کر تضحیک کا نشانہ بن بن کر پردہ چھوڑ ڈالتی ہیں۔ ایک خاتون ڈاکٹر نے بتایا کہ میں نے میڈیکل کالج میں داخلے کے بعد جب پردہ شروع کیا تو میری ایک باپردہ سینئر نے مجھ سے کہا کہ 'ایسا مت کرو۔ تمہیں اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں اتنے مسائل کا سامنا اس پردے کی وجہ سے کرنا پڑے گا کہ تم دل برداشتہ ہو جاؤ گی۔ میں جب تک اس ادارے سے منسلک ہوں مجبوراً اپنے پردے کو نبھا رہی ہوں، جب یہ ادارہ چھوڑوں گی تو پردہ بھی چھوڑ دوں گی کہ مجھ میں لوگوں کی نگاہوں اور الفاظ کے تیر سہنے کی مزید تاب نہیں'۔

جب خیبر پختونخواہ کے سکول کی طالبات کو سکول کے رستے میں نازیبا چھیڑ چھاڑ سے محفوظ رکھنے کی خاطر انہیں پردے کا حکم دیا جاتا ہے تو ایوانِ حکومت بھڑک اٹھتے ہیں اور حکم جاری کرنے والے کی مجال پر وہ آتش فشانیاں فرماتے ہیں کہ اگلے ہی روز گھگیا کر وہ حکم واپس لے لیا جاتا ہے۔ ایسا ہی زہر ہم حدود آرڈیننس اور درپردہ ان حدود کے نازل کرنے والے کے خلاف بھی اگلتے ہیں (نعوذ باللہ)، یہ سوچے جانے سمجھے غور کیے بغیر کہ آج کفر، معصیت اور نافرمانی کی آگ کو خوشی خوشی گلے لگانے کے نتیجے میں کل جہنم کی آگ ہی استقبال کرے گی۔

نظامِ شریعت، جو کہ خالق کائنات کا عطا کردہ نظام ہے، عین انسانی فطرت کو مخاطب ہے۔ "کیا وہ اپنی مخلوق ہی کو نہ جانے گا؟"[1]۔ جس نے اس انسان کو پیدا کیا ہے وہ اس کے ہر ہر نظام اور ہر اچھائی اور برائی سے بخوبی واقف ہے۔ وہ تمام عوامل کے تحت آنے والے اس کے ہر قسم کے رد عمل سے بھی واقف ہے اور وہی جانتا ہے کہ اس کی کس بیماری کا علاج کہاں سے کرنا ہے۔ جب آپ امریکہ سے ایف سولہ طیارے خریدتے ہیں تو ان کی دیکھ بھال اور مرمت بھی امریکی ماہرین ہی سے کرواتے ہیں۔ جاپان سے مستعار لی ٹیکنالوجی کی حفاظت و دیکھ بھال کے لیے اپنے ماہرین کو جاپان بھیج کر کورس کرواتے ہیں یا کم از کم مشینوں کے ساتھ آنے والے کتابچے پڑھ پڑھ کر الٹکل پچو لڑاتے ہیں... مگر انسان جیسی مخلوق، جسے اللہ رب العزت نے اشرف المخلوقات کا درجہ عطا کیا (مگر وہ خود کو اسفل المخلوقات ثابت کرنے پر مصر ہے) کی تمام کھول جوڑ، درستگی و مرمت، اصلاح یا بگاڑ کا اہم اور نازک ترین کام ہم نے اپنے اناڑی ہاتھوں میں لے رکھا ہے اور

[1] الملک: ۱۴؛ ﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ "بھلا وہ نہ جانے گا جس نے (سب کو) پیدا کیا ہے؟ وہ تو باریک بین اور ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے۔"

اسے کسی شرعی رہنمائی، خالق کی عطا کردہ رہنما کتاب (قرآن کریم) اور اس کی شرح (حدیث شریف) سے پوچھے، جانے بغیر اپنی مرضی اور اندازوں پر کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں کوئی فکر ہی نہیں کہ ہمارا غلط عمل اس مٹی کے پتلے کو کیا سے کیا بنا ڈالے گا۔

نکاح کے حلال، جائز اور پسندیدہ طریقے کو مشکل سے مشکل تر بنا دینے کے بعد، سڑکوں پر آویزاں دعوتِ نظارہ دیتے بڑے بڑے بل بورڈز پر چڑھی بیٹھی فاحشائیں، بے پردگی، مخلوط ادارے، مخلوط محفلیں، گھر گھر ٹی وی پر ناچتی تھرکتی طوائفیں، انٹرنیٹ پر ہر کس و ناکس کی دسترس میں موجود ہر درجے کی بے راہ روی اور اس پر مستزاد اشاعتِ فحش کی مہم پر کمربستہ اخبارات، رسالے، سرکاری و غیر سرکاری ادارے، ریڈیو اور ٹی وی چینل شہوات کی آگ کو کسی طور ٹھنڈا نہیں پڑنے دیتے۔ تو پھر جابجا شہوتوں سے بھڑکتے ان سٹیم انجنوں کی بھاپ انہی معصوموں پر نکلے گی، پھر یہی ننھی کلیاں یا غریب کی بیٹیاں مسلی جائیں گی، اور ان واقعات کو بنیاد بنا کر مزید اشاعت فحش کا سامان کیا جائے گا اور اس سے متاثر ہو کر کوئی اور بھی پھر تسکین ہوس کی خاطر اپنے دامن میں اسی آگ کو بھر لے گا۔ یہ سلسلہ تب تک جاری و ساری رہے گا بلکہ شدید سے شدید تر ہوتا چلا جائے گا جب تک ہم اسلام کی اصل کی طرف نہیں لوٹ جاتے۔

صاحبِ تیسیر القرآن، مولانا عبدالرحمان کیلانی صاحب رحمہ اللہ سورۃ النور کی آیت[1] کے تحت فرماتے ہیں:

"یعنی یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ان فحاشی کے کاموں کا دائرۂ اثر کتنا وسیع اور ان کی زد کہاں کہاں تک پہنچتی ہے۔ کس طرح چند لوگوں کی فحاشی سے یا فحاشی کی افواہیں پھیلانے سے پوری قوم کا اخلاق تباہ و برباد ہوتا ہے، بدکار لوگوں کو بدکاری کے نئے نئے مراکز کیسے مہیا ہوتے ہیں۔ نیز نئی نسل کے ذہنوں میں جب ابتداً فحاشی بھر دی جائے تو پوری قوم کس طرح اللہ اور روز آخرت سے غافل ہو کر اللہ کی نافرمان بن جاتی ہے۔ یہ باتیں تم نہیں جان سکتے"۔

یہ اسلام ہی کی بابرکت تعلیمات اور حدود کا نتیجہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد ازاں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پورے مبارک دور میں محض گنتی کے چند واقعات ہی ملتے ہیں جن میں حدود نافذ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یہ اس لیے کہ اسلام صرف فحش کو نہیں بلکہ فحش کی طرف جانے والے تمام ذرائع کو بند کرتا ہے۔ فحش کہتے ہی اس چیز کو ہیں جو شہوات کو بھڑکانے والی ہو۔ شراب، مرد و زن کا اختلاط، عورت کی غیر مرد سے لوچ دار آواز میں گفتگو، بے پردگی، گانے باجے، بلا اجازت گھروں میں داخلہ، فحش ادب و گفتگو، اشاعت فحش... غرض کہ ان سب راستوں پر پابندی لگانے کے بعد ہی اسلام پھر بھی حد سے گزرنے والے پر شرعی حد نافذ کرتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ ایسا پرامن معاشرہ چاہتے ہیں جہاں آپ کی اور آپ کے بچوں کی جان اور عزت محفوظ ہو، جہاں آپ کو اپنے بچوں کی تربیت کے بگڑنے کا خوف نہ ہو، جہاں مزید کوئی زینب اور فیضان نہ روندے جائیں تو ہمیں اور آپ کو اصل میں اسلام کی طرف لوٹنا ہو گا۔ یہ میڈیا، جس کے کبھی ایک چینل کا نمائندہ متاثرہ گھرانوں کا رخ کرتا ہے تو کبھی دوسرے کا، یہی آپ کے بچوں کی بربادی کا اصل ذمہ دار ہے۔ ان کے مگرمچھ کے آنسوؤں پر نہ جائیں، اپنی زندگیوں کو امن اور سکون کا گہوارا بنانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور اس میڈیا اور اس کے مشن کو اسی طرح برباد کریں جس طرح اس نے آپ کی زندگیوں کو اجاڑا ہے۔ اس مجرم میڈیا کے خلاف اپنی آواز سے اپنے الفاظ سے اپنے عمل سے بھرپور مہم شروع کریں، اس کی پھیلائی فحاشی، عریانی اور بے حیائی کے خلاف عملی اقدام کریں۔ اس کے خلاف انفرادی اور اجتماعی سطح پر آگاہی مہم چلائیں اور ایک دوسرے کو، اپنی اولاد کو اپنے معاشرے کو، اس کی فریب کاریوں اور تباہ کاریوں سے آگاہ کریں۔ دین کی تعلیم کو عام کریں۔ اپنے اور اپنی اولادوں کے دلوں میں خدا خوفی پیدا کریں، قرآن پر عمل کرنے والے بنیں، اسلام کے عملی نفاذ کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو ہٹانے والے بنیں تاکہ اسلام گھر گھر تک پہنچے اور اسے اپنے پاکیزہ نور سے منور کر دے۔

★★★★★

انگریز اور اسلام

"تم یہاں پر اسلام کی بے بسی پر روتے ہو! فرنگی اس خطے پر اسلام نہیں دیکھنا چاہتا۔ یہاں صرف وہی کچھ باقی بچے گا جو انگریز چاہتا ہے۔ اور جو انگریز چاہتا ہے وہ لکھ لو۔

وہ اسلام کو اتنا سربلند بھی نہیں دیکھنا چاہتا کہ تمہیں کفر برداشت نہ ہو۔ اور اسلام کو مٹانا بھی نہیں چاہتا کہ تمہیں اسلام کے نام پر لڑایا نہ جا سکے...... لعنت بر پدرِ فرنگ!"

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

[1] النور: ۱۹؛ "یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا رہے، ان کے لئے دردناک سزا ہے دنیا میں (بھی) اور آخرت میں (بھی)، اللہ علم رکھتا ہے اور تم علم نہیں رکھتے"۔

سانحاتِ قصور...جائزہ و حل

معین الدین شامی

(چونیاں) قصور و فیصل آباد میں معصوم بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی اور پھر بہیمانہ قتل کے واقعات کی خبر ہر جگہ عام ہے۔ جیسے یہ خبر عام ہے ویسے ہی اس طرح کے واقعات کے تدارک کے طریقے بھی عام ہوئے۔ لیکن تدارک کے طریقے خود ایسے ہیں جو اس جلتی پر تیل کا کام دے رہے ہیں۔ بفضل اللہ راقم اس موضوع پر پہلے بھی لکھ چکا ہے۔ زیرِ نظر مضمون پرانی تحاریر سے نکات کو جمع کر کے مزید اضافوں کے ساتھ لکھا جارہا ہے۔

جائزہ

سال ۲۰۱۸ء کے اختتام پر ایک نجی ادارے 'ساحل' کی رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں ۲۰۱۸ء میں بچوں سے جنسی زیادتی کے تین ہزار چار سو پینتالیس (3445) واقعات رپورٹ ہوئے۔ یومیہ بنیاد پر اوسطاً رپورٹ ہونے والے واقعات بارہ (12) تھے۔ رپورٹ کیے جانے والے واقعات سے مراد، وہ واقعات ہیں جو اخباروں میں چھپے نہ کہ کسی اور ادارے کو رپورٹ کیے گئے۔

ذرا غور کیجیے، یہ پاکستانی معاشرہ ہے اور اس میں معصوم بچوں سے جنسی تشدد کے یومیہ بارہ واقعات رپورٹ ہورہے ہیں۔ نجانے کتنے ہیں جو رپورٹ نہیں ہورہے۔ صرف رپورٹ ہونے والے واقعات ہی کے بارے میں ذرا سا سوچیں تو دِل دہل جاتا ہے۔ ذرا اپنی معصوم بیٹی اور اپنے معصوم بیٹے کے حوالے سے سوچیے۔

سوچیے کہ عمران علی[1] جیسے ہوس کے پجاری کو تیز ترین عدالتی کارروائی اور 'انصاف' کے کٹہرے سے موت کی سزا کے باوجود آخر کیوں معصوم بچوں کے ساتھ اس جرم کے ارتکاب کا سلسلہ رکنے کے بجائے بڑھ گیا؟

بھلے تیز تر 'انصاف' سے بچوں سے زیادتی کرنے والوں کو سُولی پر لٹکا دیا جائے لیکن جب تک جرم پر صحیح سزا (یعنی شرعی سزا) کا نفاذ نہ کیا جائے گا تب تک یہ جرائم نہ رکیں گے۔

کچھ مزید عرض کرنے سے پہلے کچھ اعداد و شمار پیش کرنا صائب ہوگا۔

دنیا بھر میں، سنہ ۲۰۱۱ء کے ایک تجزیے کے مطابق اس زیادتی کا شکار ہونے والے بچوں نے خود جو اس جرم کو رپورٹ کیا تو اس کی فیصد تعداد (نابالغ) بچیوں میں 12.7 فیصد سے 18 فیصد ہے اور (نابالغ) بچوں میں اس جرم کی شرح 7.6 فیصد ہے۔ یعنی دنیا بھر کے بچوں میں (لڑکوں اور لڑکیوں کو ملا کر) ہر سو میں سے تقریباً بارہ بچے جنسی وحشیوں کی ہوس کا شکار ہوتے ہیں۔

چھ برِّ اعظموں[2] کی شرحِ تقسیم دیکھیں تو...... افریقہ: 19.75 فیصد، ایشیا: 7.7 فیصد، آسٹریلیا: 14.5 فیصد، یورپ: 9.55 فیصد، جنوبی امریکہ: 13.6 فیصد، امریکہ و کینیڈا (یعنی شمالی امریکہ): 14.05 فیصد ہے۔
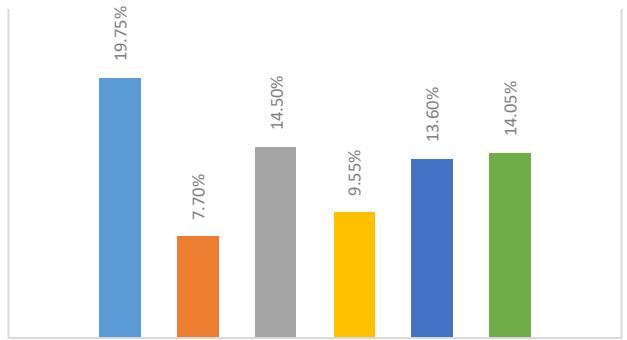
جنسی وحشیوں کی ہوس کا شکار ہونے والے بچوں کی فیصدی شرح، براعظموں کے اعتبار سے

سنا تھا کہ سانپ اپنے بچے کھا جایا کرتا ہے لیکن یہ کیسا انسانی معاشرہ ہے جس میں اپنے ہی ہر سو میں سے بارہ بچوں کو جیتے جی قتل کر دیا جاتا ہے؟

اوپر بیان کی گئی فیصدی شرح میں سب سے کم جرائم کی تعداد ایشیا میں پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ بھی بظاہر یہ ہے کہ یہاں کی ایک چوتھائی (23.8 فیصد) آبادی مسلمان ہے۔

آیئے چند بڑے مسائل پر نظر ڈالتے ہیں کہ یہ جرم کیوں جنم لیتا ہے:

- اس جرم کی بنیادی وجہ زمین پر خالقِ زمین کے نظام کے قائم کرنے کے بجائے نظامِ کفر کا نفاذ ہے۔ نظامِ کفر:
  - نکاح کو مشکل بناتا ہے۔ اس کے ساتھ معاشرتی، خاندانی، ثقافتی، روایتی، وطنی، مالی، قوم و لسانی ظالمانہ شرائط عائد کرتا ہے۔
  - ڈراموں، فلموں، میڈیا، سوشل میڈیا، اخبارات اور جوان سب سے بچ جائے تو اس کے لیے جگہ جگہ فحش بل بورڈز جو بنا کسی شرم کے زنا کی دعوت دیتے ہوں، کے ذریعے لوگوں کو زنا کی ترغیب دیتا ہے۔ زنا کو بہادری اور معاشرے میں حوصلہ مند لوگوں کا فعل قرار دیتا ہے۔

---

[1] زینب انصاری پر ظلم ڈھانے والا اور قاتل

[2] چھ اس لیے کہ ساتویں برِّ اعظم انٹارکٹیکا میں انسانی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔

- گناہوں کی رغبت، فحاشی و عریانی کو فیشن، برائی کو عام چلن قرار دے کر بے راہ روی پھیلاتا ہے۔
- کوئی ٹھوس سزا اس قسم کی درندہ صفتی کے لیے نہیں۔ الٹا نکاح کے فروغ اور ابلاغ کرنے والوں کے لیے ایسی رکاوٹیں ہیں کہ اصحابِ عزم ہی اپنی دعوت پر قائم رہ پاتے ہیں ورنہ لوگ کسی کونے میں اپنی عزت بچانے کے لیے پناہ لے لیتے ہیں۔

- فطری خواہشاتِ نفس کو فطری طریقے (نکاح) کے ذریعے پورا نہ کرنا ہے۔
- نکاح مشکل اور زناکاری آسان ہو (لڑکے کے لیے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لیے سولہ سال سے پہلے نکاح قانوناً جائز/legal نہیں جبکہ زنا کی اجازت ہے۔ امریکہ میں تو باقاعدہ اس بدکاری کے لیے قانون موجود ہے جسے غالباًRomeo Juliet Act کہتے ہیں)۔
- شہوات کو بڑھانے کے لیے LGBT[1] تحریکات جو بدکاری کو مطلوب کہتی ہیں۔ بلکہ ان کو چاہیے کہ یہ بچوں اور محرم رشتوں سے بدکاری کو بھی قانونی قرار دینے کا مطالبہ کریں، اگر ہم جنس پرستی 'فطری' ہو سکتی ہے تو یہ قبیح جرائم 'فطری' کیوں نہیں؟
- پورنو گرافی اور نیم پورنو گرافی ('جائز'، فلمی صنعت) کا فروغ۔ جا بجا جنسی ہیجان کو بڑھاتے پوسٹرز، بل بورڈز اور اشتہارات، شہوت انگیز ہالی ووڈ، بالی ووڈ اور لالی ووڈ کی فلمیں جو تاثیر اور زہر فشانی میں عریاں فلموں سے بدتر ہیں، جدید سینما گھر، 3G اور 4G انٹرنیٹ پیکجز کے ساتھ ساری ساری رات نہایت ارزاں انٹرنیٹ کی سہولیات اور انٹرنیٹ پر (virtual) فلم بینی کے portals/ پورٹلز۔ اس ہیجان انگیزی کے ساتھ غامدی جیسے 'عالم' 'شیخ' کے بدکاری کے لیے سہولت انگیز 'فتاویٰ'[2]۔ بدکاری کے اڈوں کی حکومتی وریاستی سہولت کاری اور سرپرستی۔
- پھر اس سب کے ساتھ اگر کوئی عفت و عصمت بچانے، جوانی کو صحیح راہ پر لگانے کی کوشش کرے، ربّ کا عطا کردہ اور نبی کی سنت کا بتایا نکاح چاہے تو 'شادی' کو ناقابلِ حاصل ہدف بنا دینا (نوکری، سٹیٹس، گاڑی، برادری، گھر و مکان، پیسہ وغیرہ وغیرہ اور پھر شادی کی فضولیات پر لاکھوں اور کروڑوں تک کا خرچ)۔ ایک نکاح کے بعد عصمت کو حد میں رکھنے کے لیے نکاحِ ثانی چاہے تو صرف بیوی ہی کی نہیں، یونین ناظم کی اجازت کی سند...

- ایسے واقعات کے بعد فوراً جن موضوعات کو اُٹھایا جاتا ہے، وہ مزید شیطنت پھیلانے کا ذریعہ ہیں۔ بے حیثیت و بدکرداری کے سہولت کار، جبران ناصر، شہزاد رائے، ماہرہ خان اور شرمین عبید چنائے جیسے لادین و لادانش اس کا حل بتاتے ہیں کہ جنسی تعلیم (Sex education) کو پہلی جماعت کے معصوم بچوں جن کی عمر پانچ سے سات سال اور خیالات پاکیزہ و فطرت کے قریب ہوتے ہیں، پر لازمی کر دیا جائے۔ یہ لادین و لادانش بھول جاتے ہیں کہ جب یہی جنسی تعلیم امریکہ و یورپ میں اس عمر کے بچوں میں عام کی گئی تو آج وہاں کوئی لڑکی ساڑھے سولہ برس کی عمر گزار نہیں پاتی کہ وہ اپنی بکارت، بدکرداری کے نتیجے میں کھو بیٹھتی ہے۔ چاہے وہ زبردستی ہو یا رضا مندی سے۔ لڑکے اور لڑکی کی فیصد تناسب ملا کر سترہ سال سے تجاوز کرتی ہی نہیں۔
- ایک اور حل جس کو شیریں مزاری[3] نے پیش کیا، وہ تھا 'زینب الرٹ بل'۔ اصلاً تو ایسے بل عموماً کسی بِل (زمینی سوراخ) میں ہی رہتے ہیں۔ بہر کیف چند لمحے کو مان لیتے ہیں کہ 'زینب الرٹ بِل' ہی حل ہے تو یہ بِل نجانے کتنے ماہ سے قومی اسمبلی کی قائمہ

[1] Lesbians Gays Bisexuals Transgenders۔
Lesbian یعنی ہم جنس پرست عورتیں، Gay یعنی ہم جنس پرست مرد، Bisexual وہ مرد یا عورت جو ہم جنس اور مخالف جنس دونوں کے ساتھ جنسی تعلقات رکھتے ہیں، Transgender یعنی وہ مرد جو جنس تبدیل کروا کر عورت ہونے کا دعویٰ کرے یا وہ عورت جو جنس تبدیل کروا کر مرد ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ تحریکات مغرب میں عموماً پائی جاتی ہیں اور یورپ کے تقریباً تمام ممالک اس جنسی میلان (جو اصلاً ہیجان ہے) کو قبول کرتے ہیں اور قانونی حیثیت بھی عطا کرتے ہیں۔ یہی تحریک ہمارے پڑوسی ملک انڈیا میں بھی موجود ہے اور دن بہ دن ترقی پا رہی ہے اور عدالتیں بھی اب اس کو جواز دے رہی ہیں۔
سویڈن کا حاضر سروس وزیرِ اعظم ہے جس نے ایک مرد سے شادی کر رکھی ہے اور اس 'جوڑے' نے ایک بچہ بھی ایڈاپٹ کر رکھا ہے (گود لے رکھا ہے)، جسے وہ لے کر وہاں کی پارلیمنٹ بھی آتا ہے، لعنت اللہ علیہم!
آسٹریلیا کے پرائمری نصاب میں بچوں کے سامنے جہاں خاندانوں اور ان کی ہیئت کا ذکر ہے تو ایک خاکہ بمع تصاویر کے کچھ یوں بنایا گیا ہے (ساتھ والا کالم دیکھیے، یہاں بغیر تصاویر کے صرف عبارتیں درج کی جا رہی ہیں):

دنیا میں کس قسم کی Families/ خاندان ہوتے ہیں	
1. بچوں، والدین اور دادا، دادی پر مشتمل	2. بچوں اور دادا، دادی پر مشتمل
3. بچے اور ماں پر مشتمل	4. بچے اور باپ پر مشتمل
5. بچے، ماں اور ماں (یعنی Lesbian عورتیں)	6. بچے، باپ اور باپ (یعنی Gay مرد)

[2] غامدی کی 'شریعت' میں 'استمناء بالید کا جواز' اور 'مغربی ممالک میں گرل فرینڈز/ بوائے فرینڈز کا نظام اس لیے آیا کہ وہاں نکاح مشکل کر دیا گیا اور لوگوں نے اس نظام کو مساوی و متوازی بنا لیا، اس لیے یہ نظام اب مثلِ نکاح ہی ہے'، 'غضِ بصر سے انکار (جنسِ مخالف کو دیکھنے میں حرج نہیں بس آنکھیں حیا والی ہوں جسموں کو ٹٹولنے والی نہ ہوں)' وغیرہ جیسے 'فتاویٰ' موجود ہیں۔ اس قسم کے 'فتاویٰ'، بے لگام شہوت کو جنم دیتے ہیں، ہم نے خود معاشرے میں دیکھا ہے کہ اس قسم کے افعال میں مبتلا افراد کی بریک نکاح کے بعد بھی نہیں لگتی اور اس قسم کے لوگ مختلف قسم کی منڈیوں میں گھومتے پائے جاتے ہیں۔
[3] ڈاکٹر شیریں مزاری، پاکستان تحریکِ انصاف کی دیرینہ کارکن ہے اور اس وقت وفاقی وزیر برائے حقوقِ انسانی ہے۔ موصوفہ خود ایک کٹر سیکولر عورت اور مغربی بنیادوں پر حقوقِ نسواں کی قائل اور وکیل ہے۔

کمیٹی برائے حقوقِ انسانی میں پڑا ہے اور اس کمیٹی کا سربراہ ہے بلاول بھٹو زرداری۔ بِل یہیں سے نہیں نکل پا رہا۔ اور اگر یہ بِل یہاں سے نکل کر قومی اسمبلی میں پاس ہونے کو آجائے اور یہاں سے پاس ہو کر سینٹ (senate) میں پہنچے اور سینٹ سے پاس ہو کر صدرِ مملکت کے پاس اور وہ اس کو منظور کر کے قانون کا حصہ بنا دے تو یہ قانون جانتے ہیں کہاں کے لیے قابلِ عمل ہو گا؟ صرف وفاق میں! یعنی اسلام آباد میں، سو باقی ساڑھے اکیس کروڑ کی آبادی کے لیے کیا ہے؟

صوبے خود مختار ہیں اس لیے وہ خود اپنی اپنی قانون سازی کریں گے یعنی اور کچھ نہیں تو ایک سال مزید کہیں نہیں گیا کہ کچھ قانون سازی ہی ہو سکے۔ بالفرض اگر ایک سال بعد قانون سازی ہو گئی تو کل ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہو گا یعنی تب تک موجودہ اعداد و شمار پر قیاس کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے پانچ ہزار ایک سو اڑسٹھ (5168) بچے اس زیادتی کا آن ریکارڈ شکار ہو چکے ہوں گے۔

لیکن کون نہیں جانتا کہ ہمارے ملک کے موجودہ آئین و قانون میں ہزاروں قوانین اور لاکھوں اصول ہیں اور نظام میں کروڑوں چور دروازے ہیں جن کے ذریعے سے مجرم نکل جاتے ہیں اور معصوم زیرِ عتاب آتے ہیں۔

- پھر اگر ایک اور پہلو دیکھا جائے تو وہ ہے حقوقِ نسواں بل اور اس قسم کی غلیظ و فحش دفعات کی قانونی حیثیت۔ پرویز مشرف کے دور میں 'زنا' کو زنا بالجبر اور زنا بالرضا کے عنوانات کے تحت تقسیم کر دیا گیا، زنا بالجبر پر سزائیں رکھی گئیں اور بالرضا تو جو مرضی کرے، جتنا مرضی کرے کوئی قید نہیں۔ ایک لمحے کو سوچیں کہ ایک آدمی جو حیوانی شہوت سے مغلوب ہو اور ہو بھی مالی اور معاشرتی لحاظ سے مفلس تو اس کے کے ساتھ کون زنا بالرضا کے لیے راضی ہو گا، پھر جب وہ پیسے والوں کو کھلے عام زنا کرتا دیکھے اور زنا کے لیے قانون سازیوں کو دیکھے تو کیا وہ خود بخود اس طرف نہیں آئے گا جو اس کے لیے نسبتاً آسان ہو؟

- نظامِ شریعت سے انکار و جنگ اور اس نظامِ باطلہ کے نفاذ سے انسانوں میں جانوروں سے بدتر جذباتِ شہوانی ابھرتے ہیں جن کو صحیح انداز سے بجھانا تو درکنار ان کو بجھانے کا کوئی راستہ ہوتا ہی نہیں۔ نتیجے میں ایسے درندے نشو نما پاتے ہیں جن کی قریب قریب مثال شاید خنزیر سے ملتی ہو ورنہ خنزیر بھی کہیں جا کر حیا کرتا ہو گا، وہ بدکار ہوتا ہے لیکن بدکاری کے بعد بہیمانہ قتل کر کے پھینک نہیں دیتا۔

دِلی کی جیوتی سنگھ کے بہیمانہ قتل سے قصور کے فیضان و زینب انصاری پر ظلم ڈھانے اور قتل تک، بلکہ دنیا کے ہر سو میں سے بارہ بچوں کے ساتھ اس درندگی کا سبب مخلوق میں خالق کے نظام کا عدمِ نفاذ اور فساد کا نفاذ ہے۔

اصل حل: نظامِ شریعت کا نفاذ!

زمین پر خالقِ زمین کے نظام کا قائم کرنا۔ وہ نظام جو انسانی ضروریات اور جبلت سے واقف ہے اور خواہشات کو پورا کرنے کا جائز طریقہ بتاتا ہے۔ ربّ کا مبارک نظام:

- سب سے پہلے نکاح کے تمام راستے آسان کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بشری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے صحیح نظام اور صحیح مقام کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ نظامِ شریعت ان نکاح کے خواہش مندوں کی کفالت بھی کرتا ہے جو نکاح تو کرنا چاہتے ہیں لیکن اسبابِ معاش وغیرہ نہیں پاتے۔
- جن لوگوں کو بتقاضائے بشریت ایک نکاح کفایت نہیں کرتا، نظامِ شریعت بشرطِ عدلِ ازواج بیک وقت چار نکاح کرنے کی اجازت دیتا ہے۔
- گناہ کے راستوں کو مسدود کرتا ہے کہ جو لوگ برے ماحول کی وجہ سے گناہ کر بیٹھتے ہیں ان کے سامنے نہ راہِ گناہ ہو گی اور نہ گناہ۔
- تزکیہ اور نیکی کا ماحول جو لوگوں کو شہوت رانی، ہوس پرستی سے ہٹا کر، للّٰہیت، فکرِ آخرت اور صبر و ایثار پر ابھارتا ہو۔
- جہاں شریعت سا پاکیزہ نظام نافذ ہو، شرم و حیاء اور عفت و پردہ کا رواج ہو، نکاح آسان ہو، بے روزگار ضرورت مندوں کی کفالت ہو، چار چار نکاحوں کی اجازت ہو، تزکیہ و نیکی کا ماحول ہو، گناہوں کی راہ مسدود ہو پھر بھی کوئی شخص ناپاکی میں منہ مارے تو حدود کی سخت سزائیں جو اس شخص کے لیے آخرت میں پکڑ میں نرمی کا سبب بنیں اور دنیا والوں کے لیے عبرت کہ کوئی اور ایسا جرم کرنے کی جرأت نہ کرے۔
- درندہ صفت فسادی، جو صرف زنا و بدکاری کے مرتکب نہیں بلکہ معصوم کلیوں کے اغوا و بہیمانہ قتل جیسے جرائم میں بھی ملوث ہوں تو ان فساد فی الارض کے تحت سخت ترین تعزیری سزائیں۔
- خلاصہ یہ کہ شریعت سراسر رحمت ہے۔ اس کا نفاذ بھی، اس کی سہولتیں بھی، اس کی سزا بھی۔

الغرض، جس بات کو جتنا بھی دہرایا جائے کم ہے... وہ یہ ہے کہ ربّ کی زمین پر ربّ کا نظام نافذ کیا جائے۔

جب تک نفاذِ شریعت نہیں ہوتا... تب تک کیا حل ہے؟

- جب تک نفاذِ شریعت نہیں ہو جاتا تب تک درج ذیل اقدامات کرنے کی ضرورت ہے (حضراتِ علمائے کرام، معاشرے کے بااثر افراد، خاندانی سربراہان اور والدین سے گزارشات):

○ نفاذِ شریعت کی کوشش۔ ان جرائم اور نظامِ بد کی سرکوبی کے لیے اس سے زیادہ اہم اور مؤثر حل کوئی نہیں ہے۔ اس لیے کہ نفاذِ شریعت، شیطان کی دعوت، جو کہ تشبیہاً

سانپ کی طرح ہے، کے سر کو کچلتا ہے۔ یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ سانپ کا سر کچل دیا جائے تو بھلے یہ سانپ چھ گز لمبا ہی کیوں نہ ہو، موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے اور اگر اس کی دم کاٹیں یا پیٹ سے کاٹ دیں تو اس موذی درندے کے یہ اعضاء پھر سے اُگ آتے ہیں۔ سو اس موذی درندے (نظامِ کفر و بغاوت) کے خلاف نفاذِ شریعت کی دعوت دینا اور نفاذِ شریعت کی محنت کرنے والوں کی حمایت دامے، درمے، قدمے، سخنے کرنا مطلوب ہے۔

- علمائے کرام کا مساجد میں جمعے کے خطبات، خاندانوں کے سربراہان اور معاشرے کے با اثر افراد کا اپنی اپنی مجالس میں ان گناہوں اور جرائم کی قباحت بیان کرنا، نکاح کی ترغیب دینا، نکاح کو آسان بنانا (مہر میں بھاری بھاری رقوم سے اجتناب کی ترغیب دینا، جہیز سے جان چھڑوانا، ہندوانہ و مغربانہ رسومات کو ترک کرنے کی دعوت دینا، تقویٰ اور دین کو نکاح کا معیار بنانا) اور نفاذِ دین کی دعوت دینا۔
- اپنے بچوں خاص کر بالغ اور قریب از بلوغ بچوں پر نظر رکھنا، ان کے معاشرتی اکٹھ (social gathering) پر نظر رکھنا، اور یہ دیکھنا کہ ان کا بچہ ذرائع ابلاغ میں کس قسم کی اشیاء دیکھ رہا ہے۔
- گھروں میں کمپیوٹر اور اس قسم کے ذرائع ابلاغ تک رسائی والے آلہ جات کو گھروں میں ایسی مرکزی جگہوں پر رکھنا جہاں سکرین پر گھر میں ہر ایک کی نظر پڑتی ہو۔
- جس قدر ہو سکے، ذرائع ابلاغ کا استعمال کرتے ہوئے درج بالا باتوں کا ابلاغ کرنا۔ یہ کام پمفلٹ، رسالوں، صوتی پیغاموں، پوسٹروں، وال چاکنگ اور سوشل میڈیا کے مؤثر استعمال سے کیا جا سکتا ہے۔
- ماہرینِ قانون سے رابطہ کر کے موجودہ قوانین کے اندر جن شقوں کے ذریعے اس سیلابِ فحاشی و عریانی کو روکا جا سکتا ہے، کے بارے میں جانا جائے اور اس ظلم کو روکا جائے۔[1]
- معاشرے / سوسائٹی کی سطح پر اپنا اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے فحاشی کے اداروں کی سرکوبی کرنا۔
  - مثلاً فلم بینی کے خلاف مہمات چلانا۔
  - فحش (پورنوگرافی وغیرہ) ویب سائٹوں کو انٹرنیٹ سروس پرووائڈر کمپنیوں (Internet Service Provider Companies) اور پی ٹی اے[2] کے ذریعے بند کروانا۔
  - اجتماعی فحاشی بینی کے اڈوں (تھیٹر اور سینماگھروں) کو بند کروانا۔
  - سڑکوں، چوکوں چوراہوں پر لگے بل بورڈز پر عورتوں کی تصویروں (خصوصاً فحش تصویروں) کو اتارنا اور اتروانا۔
  - دکانوں اور دیگر جگہوں پر لگے عورتوں کی تصویروں (خصوصاً فحش تصویروں) والے پوسٹروں کو ترغیب و ترہیب، دعوت الی اللہ اور نرمی سے اتروانا، اگر یہ فعل کرنے والا یوں راضی نہ ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے بزورِ بازو ان منکرات کو روکنا (اس سے مراد پہلی ہی بار میں مار کٹائی نہیں، خدا نخواستہ اس فعلِ قبیح کا کرنے والا اس حد کو جائے تو دفاع تو بہر صورت جائز ہے)۔
  - بینروں اور پوسٹروں کو کالی سیاہی سے خراب کرنا کہ فحش تصویر دیکھنے کے قابل نہ رہے۔
- معاشرے کی سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے نوجوانوں کے گروہ تشکیل دینا۔ ایسے نوجوان جن کی تربیت دعوت و اصلاح اور باطل سے بیزاری پر کی جائے۔

- معاشرے کی صالح قوتوں کا اجتماع و اتحاد تا کہ نظامِ باطل کا رد اور نظامِ اسلامی کا احیاء کیا جائے۔ تا کہ جس طرح باطل کی سب قوتیں باطل اور شیطان کی خاطر مجتمع ہیں حق اور اصلاح کی قوتیں بھی ان کے سامنے جمع ہو کر ڈٹ جائیں۔

اوپر پیش کیے گئے حل کچھ مشکل بھی نہیں ہیں۔ موجودہ نظام میں رہتے ہوئے کچھ اہلِ دین نے اقدامات اٹھائے (اس تڑپ کے ساتھ کہ وہ جانتے تھے کہ ان خامیوں کا اصل حل نفاذِ شریعت ہے) جن کا کافی حد تک فائدہ ہوا۔ ذیل میں تین مثالیں پیش ہیں:

- ایک نفاذِ شریعت کی محنت کے لیے کوشاں صاحب نے اپنے معاشرتی سٹیٹس اور صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے پی ٹی اے (Pakistan Telecommunications Authority) سے وابستہ افراد کے ذریعے چند سروے کروائے اور پھر پی ٹی اے کے ذریعے پاکستان میں ایک لاکھ سے زائد

[1] اس کا مطلب ہر گز بھی یہ نہیں کہ اس قانون سے کسی خیر کی امید ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بدکاری و بے حیائی کی نمائش روکنے کے لیے کہیں کوئی قانونی چارہ جوئی بھی کارگر ہو سکتی ہو، تو ضرور کرنی چاہیے اور ایسا کرنا اس ذہن کے ساتھ ہو کہ یہ علاج نہیں، اصل علاج تو نظامِ باطل کا خاتمہ اور خالص و پاک شریعت کا نفاذ ہے، جبکہ رائج نظام میں منکر روکنے کی کوشش کرنا، (اگر یہ ممکن ہو تو) دستیاب وسائل سے منکرات کی سطح کم کرنا ہے۔

[2] یہاں ہم ان کمپنیوں اور حکومتی ادارے پی ٹی اے کا ذکر صرف اس لیے کر رہے ہیں تا کہ اس جرم کی ہنگامی بنیادوں پر روک تھام کی جا سکے۔ ورنہ یہ ادارے (خصوصاً حکومتی ادارے) خود ان جرائم کے سہولت کار ہیں اور اسی نظام کا حصہ ہیں جس کے خلاف جدوجہد کر کے نفاذِ دین کی راہ ہموار کی جا سکتی ہے۔

فحش (پورنوگرافی) ویب سائٹس بلاک کروائیں جو بحمد اللہ تادمِ تحریر بلاک ہیں۔ اللہ پاک ان صاحب کو اجرِ عظیم سے نوازیں اور امن وعافیت سے رکھیں، آمین۔

- ایکسپریس ٹی وی پر ایک ڈرامہ نشر کیا جاتا تھا جس کا نام 'صراطِ مستقیم' تھا۔ اس ڈرامے میں مستقیم ایک لڑکے کا نام تھا جو لڑکیوں کو گھروں سے بھگاتا تھا۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے پیمرا (Pakistan Electronic Media Regulatory Authority - PEMRA) میں اس کے خلاف درخواست جمع کروائی اور ساتھ ہی لاہور کی سیشن کورٹ میں بھی درخواست جمع کروائی۔ اس ڈرامے کی آخری آخری اقساط چل رہی تھیں جب یہ صاحب لاہور کی ایک سیشن کورٹ سے حکمِ امتناعی (Stay Order) لینے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں یہ ڈرامہ رک گیا۔

- وزارتِ بہبودِ آبادی جو دراصل وزارتِ انسدادِ آبادی ہے نے اخبار میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں دکھایا گیا کہ آگے آگے ایک عورت جارہی ہے اور اس کے پیچھے ایک لمبی ڈاڑھی والا آدمی چل رہا ہے۔ عورت کے سر پر دوپٹہ ہے اور دوپٹہ اس کی کمر کی طرف آرہا ہے اور دوپٹہ کا ایک سِرا پیچھے آنے والے مرد کی داڑھی سے بندھا ہے۔ یوں دوپٹہ درمیان میں ایک پنگوڑے کی شکل اختیار کیے ہوئے اور اس پنگوڑے میں بہت سے کم سِن بچے ہیں۔ یہ اشتہار ترغیب دلا رہا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کرکے انسدادِ آبادیٔ مسلماناں کیجیے، اس اشتہار کی نوعیت فحاشی نہیں تھی لیکن یہ شعائرِ اسلام کا مخالف تھا۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے مذکورہ بالا بزرگ نے اس اشتہار کے خلاف بھی عدالت میں درخواست دائر اور اس اشتہار کو آئندہ چھپنے سے رکوادیا۔

ہماری نظر میں ان چند اقدامات پر عمل کا نتیجہ بہت جلد ظاہر ہو گا۔ یہ پیش کردہ حل ہماری کم علمی پر مبنی آراء ہیں۔ اگر اہلِ دین جمع ہو کر خود برائیوں کی راہ روکنے اور نیکیوں کی راہ ہموار کرنے کا سوچیں تو بالیقین امت کے ذہین اور زرخیز دماغ ان گزارشات سے کہیں درجے بہتر اور اچھے حل تلاش کر سکتے ہیں۔ لیکن مکرر عرض ہے کہ ان میں سے اکثر حل عارضی ہیں، اصل حل نفاذِ دین ہے جو سانپ کا سر کچلتا ہے!

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

''اللہ کی حدود میں سے کسی ایک کا قائم کرنا، اللہ تعالیٰ کی زمین پر چالیس رات کی بارش سے بھی زیادہ مفید ہے۔''[1]

خود ہی سوچیے کہ پوری کی پوری شریعت کو معطل کر کے بلکہ اس سے جنگ مول لے کر اور اس پر مستزاد حدود اللہ سے کھلواڑ کر کے ہم کتنے نقصانات کا شکار ہو رہے ہیں... شریعت کی جانب ایک قدم بڑھا کر ہم صرف دنیوی لحاظ سے کتنے فائدہ مند قرار پائیں گے۔ حق تو یہ ہے کہ شریعت وہ نظام ہے جو انسان کو دنیا کی تاریکیوں سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں داخل کرنے والا ہے۔

اللہ پاک امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور اس امت اور محروم انسانیت کو دنیا کی تنگیوں سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں داخل فرمادیں، آمین یاربّ العالمین۔

◆◆◆◆◆

بقیہ: اہلِ ایمان کا خیمہ

''میرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نے نوازی''، سب دھرے کے دھرے رہ گئے اور روس کے سرکاری راشن ڈپوؤں پر ڈبل روٹیاں لینے والوں کی لائنیں لگ گئیں۔ اقوام متحدہ کی راہداریاں، انسانی حقوق کے فورم، عالمی برادری کے اجتماعات اب بے معنی ہو کر رہ جانے والے ہیں۔ بالکل ویسے ہی جیسے اقوام متحدہ نے عراق پر حملے کی اجازت نہیں دی تھی، مگر امریکہ اپنے حواریوں کے ساتھ وہاں حملہ آور ہو گیا۔ یاد رکھو وہ وقت قریب ہے جب تمہارا کوئی ساتھی نہ ہو گا، سوائے اہل ایمان کے، اور یہ ایسے اہل ایمان جو صبح و شام اہل ایمان ہوں گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''صبح ایمان والا شام کو، یا شام کو ایمان والا صبح کافر، یعنی وہ دنیاوی نفع کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے گا'' (صحیح مسلم)۔

اس سے پہلے کہ کفر اور نفاق کے خیمے والے تمہیں اپنی صفوں میں ناقابل بھروسہ قرار دے کر خود نکال دیں، تمہارا روہنگیا مسلمانوں کی طرح کوئی وطن، شہریت اور پاسپورٹ بھی نہ رہے، خود نکل آؤ۔ اس سے پہلے کہ تمہیں ان کے خیمے میں کھڑے رہنے کے لیے ایمان کا واضح انکار کرنا پڑے۔ ابھی تو تم اپنے مسلمان بھائی کو دہشت گرد کہہ کر قتل کر رہے ہو، پھر تمہیں اپنے ہی مسلمانوں کو اپنا حریف اور مقابل سمجھ کر قتل کرنا پڑ جائے گا۔ ایسے وقت سے پہلے اعلان کر دو کہ ہم اس خیمے کے لوگ ہیں جس میں مکمل ایمان ہو گا اور کوئی نفاق نہیں۔ سب اہل ایمان ہوں گے کوئی منافق نہیں۔

[1] سنن ابنِ ماجہ

اہلِ ایمان کا خیمہ

اوریا مقبول جان

سب کچھ تیزی سے ہو رہا ہے اور اس میں مزید تیزی آجائے گی اور اب کھل کر سامنے آنا پڑے گا۔ چمگادڑ کی طرح دونوں جانب کھیلنے کے دن ختم ہو جائیں گے۔ یہ زمانہ اب بہت جلد گزر جائے گا، جس میں ہیوسٹن کے بڑے ہال میں ڈونلڈ ٹرمپ ہندوستان نہیں، بلکہ ہندوؤں کو اپنا محبوب قرار دے رہا ہو اور ان کے ساتھ مل کر شدت پسند اسلام کے خلاف جنگ کا اعلان کر رہا ہو۔ اسی دوران روس کے شہر ''اورن برگ''(Orenburg) میں شنگھائی کارپوریشن آرگنائزیشن کے جھنڈے تلے بھارت اور پاکستان کی افواج، عالمی دہشت گردی اور خطے کی سلامتی کے لیے مشترکہ جنگی مشقوں میں شریک ہوں۔ یہ عیاشی اب زیادہ دن نہیں چلے گی۔ آپ کو مکھن میں بال کی طرح نکال کر پھینک دیا جائے گا۔ میرے آقا مخبر صادق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فتنوں کے تذکرہ میں بہت سے فتنوں کا تذکرہ کیا، یہاں تک کہ فتنہ 'احلاس' کا ذکر بھی فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول فتنۂ احلاس کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: 'وہ ایسی نفرت و عداوت اور قتل و غارت گری ہے کہ انسان ایک دوسرے سے بھاگے گا، اور باہم برسرپیکار رہے گا، پھر اس کے بعد خوشحالی کا فتنہ ہے جس کا فساد میرے اہلبیت کے ایک شخص کے پیروں کے نیچے سے رونما ہو گا، وہ گمان کرے گا کہ وہ مجھ سے ہے حالانکہ وہ مجھ سے نہ ہو گا، میرے دوست تو وہی ہیں جو متقی ہوں، پھر لوگ ایک شخص کی بیعت پر اتفاق کر لیں گے جو کم علم، کم عقل اور کم ہمت ہو گا، اس کے بعد ایک سیاہ تاریک فتنے اور اندھی مصیبت کا آغاز ہو گا جو اس امت کے ہر فرد کو پہنچ کر رہے گا، جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ اور بھڑک اٹھے گا، جس میں صبح کو آدمی مومن ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا یہاں تک کہ لوگ خود خیموں میں بٹ جائیں گے، ایک خیمہ اہل ایمان کا ہو گا جس میں کوئی منافق نہ ہو گا اور ایک خیمہ اہل نفاق کا ہو گا جس میں کوئی ایماندار نہ ہو گا''(سنن ابوداؤد، الفتن حدیث 4242، سلسلہ الصحیحہ 972)۔

رسول اکرم ﷺ نے اس دور فتن کو ''احلاس'' سے تشبیہ دی ہے۔ حلس اس موٹے اور کالے کپڑے کو کہتے ہیں جو اونٹ کے کجاوے کے نیچے ڈالا جاتا ہے۔ یہ کپڑا ہمیشہ اونٹ کی کوہان اور پیٹ سے چمٹا رہتا ہے اور یہ عموماً سیاہ ہوتا ہے۔ گویا احلاس کے فتنے کا یہ دور ایسا ہو گا جس سے ہماری جان نہیں چھوٹے گی، بلکہ ہم ان تمام مراحل سے گزرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر کھڑے ہوں گے کہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ ہی باقی نہیں رہے گا۔ کہ یا تو ہم علی الاعلان حق کا ساتھ دینے والے خیمے میں آکر کھڑے ہو جائیں یا پھر حق کی مخالفت کرنے والے خیمے میں چلے جائیں اور مسلمانوں کے خلاف ان کفار کے شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لیں۔ اس آخری معرکے میں منافقت نہیں چلے گی۔ منافقت کی کوئی چھتری، کوئی پناہ گاہ یا کوئی روپ اب پناہ نہیں دے سکے گا۔ دوغلے پن والی اقوام، گروہ اور افراد کو فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ہم کس جانب ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج فیصلہ کر لیں کہ وہ حق کے ساتھ ہیں۔ حزب اللہ یعنی اللہ کے گروہ کے ساتھ ہیں، ورنہ وہ دن دور نہیں جب حزب الشیاطین، یعنی شیطانوں کے گروہ والے انہیں اپنے سے الگ کر دیں گے۔ کس قدر بے شرمی اور ڈھٹائی سے ڈونلڈ ٹرمپ نے ہیوسٹن میں بھارت کے ہندوؤں کو مخاطب کیا اور اس نے بالکل منافقت نہ کرتے ہوئے انھیں بھارتی انڈین نہیں کہا۔ اس سے زیادہ واضح تقسیم کیا ہو گی۔ اور پھر ایک مضحکہ خیز لفظ بولا ''ہمارے بہادر امریکی فوجی''(Our brave American Soldiers)۔ آدمی میں حیا، شرم اور غیرت نہ ہو اور سامنے ہجوم میں ستر ہزار ہندو تالیاں بجانے کے لیے موجود ہوں، تو پھر آپ اس امریکی فوج کو بہادر کہہ سکتے ہیں جو ابھی ابھی اٹھارہ سالہ طویل جنگ میں طالبان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھا چکی ہے۔ جس کے افغانستان اور عراق سے واپس آنے والے فوجیوں میں سے بائیس روزانہ خودکشی کرتے ہیں، جس کے ساڑھے چار لاکھ کے قریب فوجی ان جنگوں کے بعد اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں اور امریکہ کو ان کے علاج پر ساٹھ ارب ڈالر سالانہ خرچ کرنے پڑ جائیں گے۔ یاد رکھو تاریخ کا سبق یہ ہے کہ امریکہ کے 1872، برطانیہ کے 444، بھارت کے 293 اور دیگر یورپی ممالک کے کئی ہزار تھنک ٹینک، سب ملکر ایک پیشگوئی کریں کہ افغانستان میں رکھا گیا عالمی قدم اب صرف فتح سے ہی ہمکنار ہو گا، اور پھر ایک دن ان تمام عقل و خرد کے پجاریوں کے تمام دعوے عالمی ٹیکنالوجی کے ساتھ زمین بوس ہو جائیں۔ کیا وجہ ہے، کبھی اس پر کسی نے غور کیا ہے۔ وجہ صرف اور صرف ایک ہے کہ آج کے اس دور فتن کے آغاز میں ہی جس قوم نے یہ واضح اعلان کر دیا تھا کہ ہم علی الاعلان حق کے خیمے میں ہیں، ہم کسی دوسری طاقت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے فورم کی اجارہ داری۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اقوام متحدہ کی قراردادوں کا بھی احترام کریں اور اللہ کے بھروسے پر جنگ بھی لڑیں۔ ہمیں توکل کی مکمل تصویر بننا ہو گا۔ ورنہ اللہ ہماری نصرت کے لیے نہیں آئے گا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ طالبان کے پاس اللہ کی قوت و طاقت کے ساتھ ساتھ کسی دنیاوی قوت پر بھروسہ کرنے والے شرک کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ ان کے پاس تو ایٹم بم بھی نہیں تھا کہ وہ پکارتے 'اگر آج ہمارے پاس ایٹم بم نہ ہوتا تو لوگ ہم پر چڑھ دوڑتے یا پھر ہمیں تو ایٹم بم نے بچالیا'۔ ٹیکنالوجی، اسلحے کی قوت کو نجات دہندہ اور تحفظ سمجھنے سے بڑا شرک اور اس سے بڑا انفاق کیا ہو سکتا ہے۔ اللہ نے انہیں اس شرک اور نفاق سے بھی بچایا۔ اللہ نے ان کے سامنے اپنی نشانیاں دس سال پہلے ہی واضح کر دی تھیں کہ جب سوویت یونین ٹوٹا، ذلت آمیز شکست سے دوچار ہوا تو اس وقت اسکے پاس 45 ہزار ایٹمی ہتھیار تھے...... (باقی صفحہ نمبر ۷۶ پر)

دستور کہانی!

محمد سعید حسن

آپ نے مملکتِ خداداد کے دستور کی کہانی جونیئر اسکول سے یونیورسٹی تک مطالعہ پاکستان کے مضمون میں خوب ازبر کی ہوگی۔ یہ کہانی عموماً تاریخ کے دھارے کے ساتھ ساتھ بہتی (chronologically) آج کے دور تک پہنچتی ہے۔ پہلا دستور کب بنا سے آخری ترمیم کب ہوئی کے انداز میں لکھی یہ تاریخ شاید امتحان پاس کرنے کے لیے تو کچھ کام دے جائے لیکن اس نظام کے نام پر جو ہاتھ اس ملک کی عوام کے ساتھ کیا گیا ہے، یہ اس کہانی کا حصہ شاید دانستہ طور پر نہیں بنایا جاتا۔ ارے... کیا کہا... ہاتھ کیا...؟ کس نے...؟ اب جانے بھی دیں!... میں کوئی مبالغہ تو کر نہیں رہا... بھلا اب یہ بھی ثابت کرنے کی چیز ہے کہ اسلام کی تجربہ گاہ میں اسلام ابھی تک تجربوں ہی سے گزر رہا ہے۔ اس کے فوائد دیکھنے سے ہمارے والدین اور اُن کے والدین کی نظریں تو محروم رہی ہیں خدانخواستہ کہیں ہماری نگاہیں بھی اسلام کو لامتناہی (infinite) تجربوں سے گزرتے دیکھتے نہ بیت جائیں۔ تو کیا خیال ہے آپ اس دستور کی آنکھوں سے اوجھل، تاریخ میں گم، کتابوں میں دبی، گم گشتہ کہانی جاننا چاہیں گے؟!

کہانی بانیٔ پاکستان کی وفات سے شروع ہوتی ہے۔ لیاقت علی خان برسرِ اقتدار آتے ہیں۔ دستور بنانے کی کوششوں کا آغاز ہوتا ہے۔ دستور کو 'پاکستان کا مطلب کیا... لا الٰہ الاّ اللہ' کے مطابق ڈھالنے کا مطالبہ زور پکڑتا ہے۔ مطالبہ کرنے والوں کو پکڑ پکڑ کر جیلوں میں ٹھونسنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ویسے حیرت ہے کہ پاکستان کے سب سے پہلے سیاسی قیدی، دستور کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کی پاداش میں جیل بھجوائے جاتے ہیں اور یہ 'کارِ خیر' ہنوز جاری و ساری ہے۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریّا می رود دیوار کج

خیر، بات ہو رہی تھی مطالبے کی۔ بائیس نکات اور پارلیمانی کمیٹی کی تفصیل میں جائے بغیر اتنا جان لیں کہ پارلیمانی کمیٹی میں انگلش لاء کے ماہرین کی شمولیت کے بعد بالآخر ایک عدد قرارداد منظور ہوگئی اور ہم اسے قراردادِ مقاصد کے نام سے جانتے ہیں۔

یہ تو تھی تمہید اور پس منظر۔ اصل کہانی تو اس قرارداد کے بعد شروع ہوتی ہے۔ قرارداد پاس کروانے والوں نے اسے جادو کی چھڑی سمجھ کر پاس کروایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس ایک چھڑی کو گھمانے سے الٰہ دین کے چراغ کی طرح راتوں رات سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ساری مشکلات دور ہو جائیں گی اور پھر راوی چین ہی چین لکھے گا۔ اسلام کے نظامِ عدل سے ہر طرف امن، چین اور سکون ہوگا۔ اسلام کے نظامِ معیشت سے غریب کا سرد چولہا ایک بار پھر گرم ہو جائے گا۔ اسلام کے نظامِ معاشرت سے آپس کی کدورتیں، آپس کی نفرتیں اور آپس کی رنجشیں ہوا ہو جائیں گی۔ اسلام کے نظامِ سیاست سے حاکم لوگوں کا خادم بن جائے گا اور کوئی بڑھیا حضرت عمرؓ کی طرح صدرِ مملکت کو برسرِ بازار سرزنش کرے گی تو وہ سر نیہوڑائے سنتا چلا جائے گا۔ مگر ہوا کیا... یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب اس دردناک حقیقت سے واقف ہیں۔ مشرقی پنجاب میں مہاجرین کی کٹی پھٹی لاشیں، پتھرائی آنکھوں سے سوال کرتی خاک میں مل کر خاک ہو گئیں اور جس نعرے کے لیے انہوں نے اپنے جگر گوشے وارے، سہاگ اجاڑے، دنیا کو تیاگ دیا وہ ابھی تک تشنۂ تکمیل ہے۔ ان کا لہو مجھ پر قرض ہے۔ یہ قرض مجھے یہ کہانی سنانے پر اکسا رہا ہے۔ آپ میں اسے سننے کی تاب ہے تو ساتھ رہیں۔ خیر آنکھوں میں جو خواب سجا کر قرارداد پاس کی وہ **قانونی طور پر اس قابل ہی نہیں تھی کہ از خود آئین کو اسلام کے مطابق ڈھال سکے۔** لوگ ایک لمبے عرصے تک اس بات کو روتے رہے کہ مسئلہ آئین کا نہیں بلکہ اسے چلانے والے ہاتھوں کا ہے۔ گاڑی کا نہیں ڈرائیور کا ہے۔ یہ عقدہ جا کر انیس سو ستر کی دہائی میں کھلا۔ سپریم کورٹ میں بعض مقدمات میں قراردادِ مقاصد کو بنیاد بنایا گیا تو پتہ چلا کہ یہ قرارداد binding نہیں ہے۔ یعنی اس کا قانونی طور پر کوئی اثر نہیں ہے۔ یہ محض حصولِ برکت کے لیے دستور کے مقدمے (preamble) میں شامل کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ عمارت ہی دھڑام سے گر گئی جس کی بنیاد پر کہا گیا تھا کہ اس مملکت نے کلمہ پڑھ لیا ہے اب یہ غیر اسلامی نہیں رہی بلکہ اسلامی ہو گئی ہے۔ سالوں بعد یہ عقدہ وا ہوا کہ اس قراردادِ مقاصد کی دستوری حیثیت صفر ہے۔ گویا عملاً تو ہم غیر اسلامی نظام ہی میں بس رہے تھے، آج معلوم ہوا کہ ہم ایک ایسے نظام میں رہ رہے ہیں جو نہ صرف عملی طور پر بلکہ اعتقادی طور پر بھی غیر اسلامی ہی ہے۔ انگریز کے دور اور آج کے دور میں فرق صفر ہے۔ جی ہاں! دستوری طور پر بالکل صفر۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انگریز کے دور میں جو کچھ تھا وہ دھڑلّے کے ساتھ تھا، ڈنکے کی چوٹ پر تھا اور اب وہی کام خدا اور رسول کے نام کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اس کے بعد ملک کے سیاسی حالات تیزی سے بگڑنا شروع ہوئے۔ نو ستاروں کا انتخابی اتحاد وجود میں آیا اور تحریکِ نظامِ مصطفیٰ شروع ہوئی۔ اس صورتحال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے جنرل ضیاء الحق نے اقتدار پر قبضہ جمایا۔ پڑوس میں روس کی دراندازی سے ملک کی بقا خطرے میں تھی اور اس سے نبٹنے کے لیے اسٹیبلشمنٹ نے مذہبی سیکٹر کا سہارا لیا۔ نظیر اکبر آبادی نے جو کہا ہے کہ

ع ''......اس بات دے اس بات لے''

چنانچہ اب اس مذہبی سیکٹر کے لیے جواباً بھی تو کچھ کرنا تھا؛ لہٰذا 'اسلامائیزیشن' کا عمل شروع ہوا۔ (باقی صفحہ نمبر ۸۹ پر)

وِجَیتا کون؟

محمد راشد دہلوی

ہندوستان سے چھپنے والے انگریزی اخبار 'دی ٹائمز آف انڈیا' کے ایڈیٹوریل پیج پر شائع ہونے والا ایک مضمون، میرے دل و دماغ میں طوفان کھڑا کر رہا تھا کہ کیسے اپنے آپ کو سپر پاور (super power) کہنے والا امریکہ سپر لوزر (super looser) بن گیا ہے؟ میرا آرام دہ سفر پریشانی میں تبدیل ہو چکا تھا اور میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گردش کرنے لگے تھے۔

The Times of India

اس مضمون کے پہلے حصے میں جارج بش کا ۲۰۰۱ء میں طالبان اور القاعدہ کے خلاف دیا ہوا بیان چھپا تھا جس میں اس نے مجاہدین کو نیست و نابود کرنے کا دعویٰ کیا تھا اور دوسرے حصے میں ۲۰۱۱ء میں بارک اوبامہ کا شکست خوردہ بیان چھپا تھا جس میں وہ کہتا ہے کہ افغانستان میں طالبان کو نہیں ہرایا جاسکتا۔

ایک نظر

ایک طرف حزب الشیطان کے دعوے، تو دوسرے طرف میرے رب کی مدد۔

ایک طرف امریکہ کی جدید ٹیکنالوجی، تو دوسری طرف انتہائی کمزوری کی حالت۔

ایک طرف امریکہ، نیٹو اور دوسرے ممالک، تو دوسری طرف واحد افغانستان۔

ایک طرف جشن، شراب اور ناچ گانا اور دوسری طرف کٹتے سر، زخموں سے بھرے جسم اور معصوموں کی لاشیں۔

یُدھ کا پَرِینام/War Result

اِن سب کے درمیان وِجیتا (جنگ جیتنے والا) کون بنا؟ اللہ اور اس پر یقین رکھنے والوں نے بھی دیکھا اور اللہ اور اس کے ماننے والوں کے خلاف باتیں، پراپیگنڈہ کرنے والوں نے بھی دیکھا کہ کیسے اللہ کے شیروں نے اپنے رب کی مدد سے امریکہ اور اس کے حواریوں کو ناچ نچایا، اور اسے دم دبا کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمان اللہ کی رضا کی خاطر، اس پاک ذات پر توکل کر کے میدان میں نکلے ہیں تو بڑی بڑی طاقتوں نے شکست کھائی ہے۔

کس نے کیا پایا اور کس نے کیا کھویا؟

افغانستان میں کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک عظیم الشان معرکہ جاری ہے۔ دنیا کے سرغنہ امریکہ اور نیٹو نے اس میں اپنی جانیں، مال اور ٹیکنالوجی کو کھپا دیا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا امریکہ جو مقاصد ساتھ لے کر آیا تھا اس میں وہ کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟؟؟

امریکی مقاصد اور ان کے نتائج

امریکہ کا پہلا مقصد طالبان اور القاعدہ کا خاتمہ۔

امریکہ کا دوسرا مقصد افغانستان سے شریعت کا خاتمہ۔

امریکہ کا تیسرا مقصد یہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنانا۔

پَرِینام

الحمد للہ...

آج طالبان اور القاعدہ میدانِ جنگ میں برسرِپیکار ہیں۔

آج افغانستان کے آدھے سے زیادہ حصے پر طالبان کا کنٹرول ہے۔ جہاں شریعت کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں۔

افغانی غیور قوم آج طالبان پر جان چھڑکتی ہے اور امریکہ اور اس کے غلاموں سے نفرت کرتی ہے۔

افغانستان کی برکت سے آج جہاد دنیا کے کئی خطوں میں پھیل چکا ہے اور جاری ہے۔ امریکہ اپنے اہداف میں پوری طرح ناکام ہو گیا اور طالبان اپنے مقصد کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ الحمد للہ، اللہ کی مدد و نصرت سے وِجیتا مسلم امت ہے۔ جو ایک لمبے عرصے بعد شریعت کی طرف گامزن ہے۔

ایک چُنُوتی

کہاں ہے امریکہ کی جدید ٹیکنالوجی؟ کہاں ہے امریکہ کا جدید ترین اسلحہ، ٹینک، ہوائی جہاز اور تربیت یافتہ فوج؟ کہاں گئی امریکہ کی غنڈہ گردی؟ کہاں ہے ابرہہ کی فوج جسے اللہ کے ابابیلوں نے بھس بنا دیا؟ یہ چیلنج ہے میرے رب کی طرف سے شیطان اور اس کے پجاریوں کے لیے، کہ میدان میں کس نے فتح کے جھنڈے گاڑے اور کون میدان سے دم دبا کر بھاگ رہا ہے۔ یہ میرے رب ہی کی مدد ہے کہ اسلحہ کی قلت کے باوجود بھی ٹینکوں، ڈرون اور ہیلی کاپٹروں سے ٹکرانے میں مزا آتا ہے۔ یہ چیلنج اب بھی باقی ہے جو چاہے افغانستان میں آ جائے، جسے اپنی طاقت، اپنی ٹیکنالوجی پر گھمنڈ ہو، جو کوئی بھی خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، میدان موجود ہے، اللہ کے مجاہدین بھی مر کر جینے کے لیے تیار ہیں۔ صرف اور صرف اللہ کی مدد و نصرت سے اللہ کے دیوانے میدان میں شیروں کی طرح کھڑے ہیں۔ یہ چیلنج ہے ان لوگوں کے لیے جو 9/11 کے بعد یہ کہتے تھے کہ امریکہ صرف ایک بٹن دبائے گا اور افغانستان ختم ہو جائے گا۔

ہم عشق کے مسافر عشاق کی نظر میں

ہم ڈوبتے نہیں گرچہ دکھتے ہیں بھنور میں

ہندوستان سے ایک خبر!

بھارت کے زیرِ تسلط کشمیر کی ایک سیاسی جماعت کی سربراہ محبوبہ مفتی نے ہندوستان سے یہ گزارش کی کہ ہندوستان اور کشمیریوں کے درمیان بھی اسی طرح مذاکرات ہونے چاہییں جس طرح طالبان اور امریکہ کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں۔ اس بیان کے جواب میں بھارت کی فوج کے سربراہ وپن راوت نے بیان دیا کہ ہم مذاکرات کے لیے تیار ہیں لیکن مذاکرات ہماری شرطوں پر طے پائیں گے۔

Before Jihad and After Jihad

غفلتوں کی بہت نیند ہم سو چکے، ایک اک کر کے کتنے قلعے کھو چکے

حفظِ دینِ محمدؐ کی خاطر اٹھو، مورچوں کی طرف بس سدھارو بھی اب

ہندوستان میں کافروں کا غلبہ ہونے کے سبب، اسلام اور مسلمان مغلوب ہیں۔ جہاں مسلمان بنیادی حقوق سے محروم ہوں، ان کی جان ومال، عزت و آبرو اور دین و ایمان خطرے میں ہو تو ایسی پستی کی حالت میں آپ یہ کیسے توقع کر سکتے ہیں کہ یہ کافر جو طاقت کے نشے میں چور ہیں، آپ سے مذاکرات کی بات بھی کریں گے۔ مذاکرات تو طاقتوں کے درمیان طے پاتے ہیں۔

جب کہ آپ نے تو اپنے آپ کو، اپنی عزتوں کو، اپنے ایمان کو ہندو بنیے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے، جو آپ سے اُس وقت تک خوش نہ ہوں گے جب تک آپ اپنے ایمان کا سودا نہ کر لیں۔

اس صورت میں آپ کے پاس دو ہی راستے بچتے ہیں:

- ایک راستہ یہ کہ آپ ہندوستان میں رہ کر ڈرتے ڈرتے مرتے رہیں اور ہندوؤں کے ہاتھوں اپنی بے عزتی کو برداشت کرتے رہیں۔
- دوسرا راستہ یہ ہے کہ آپ افغانستان کے غیور مسلمانوں کی طرح اللہ کی مدد سے جہاد کا علم بلند کریں اور اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں بیچ کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جائیں۔

شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے!

ہندوستان کے بے بس مسلمانوں کی حالت زار

ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت شودروں سے بھی بدتر ہو چکی ہے۔ ہر میدان میں مسلمان سب سے پیچھے ہیں۔ اُن کی صنعتوں کو تباہ کیا جا رہا ہے، اُن سے روزگار کے مواقع چھینے جا رہے ہیں، اُن کی زمینوں پر قبضہ کیا جا رہا ہے، اُن کی مسجدوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔

اور حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی جان و مال، دین و ایمان سب کچھ خطرے میں ہے۔ جانوروں کی طرح ہندوؤں کی بھیڑ مسلمانوں کو شہید کرتی ہے اور پورے ملک کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی!

جھارکھنڈ کے پارلیمنٹ کے ایک مسلم رکن سے پارلیمنٹ کے باہر ایک ہندو رکن زبردستی یہ کہلواتا ہے، کہ مسلمان شری رام کی اولاد ہیں، وہ کہتا ہے نہ مسلمان غوری کی اولاد ہیں، نہ غزنوی کی اور نہ اورنگ زیب کی۔ اس واقعے کی کوریج پورے میڈیا نے کی۔ لیکن کہیں کوئی پتّا بھی نہ ہلا۔

کیا ضرورت ہے مسلمانوں کو کفر کے دربار میں حاضری دینے کی؟ جبکہ اللہ رب العزت کا نظام ہی پوری انسانیت کے لیے مکمل ہے۔ جب ہم ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگاتے ہیں، جے بھارت کے گیت گاتے، مسلم حکمرانوں کو برا بھلا کہہ کر اپنی دیش بھگتی کا ثبوت دیتے ہیں۔ تو پھر گلہ کس بات کا؟ جو ہم نے جو بویا وہی ہم کاٹ رہے ہیں۔

غلامی کی زنجیریں

ہندوستان میں مسلمان و اسلام غلامی کی زنجیروں میں ایسا بری طرح جکڑا ہوا ہے، جسے جہاد کے بغیر آزاد نہیں کیا جا سکتا۔ بات چاہے کشمیر کی ہو یا ہندوستان کی دوسری کسی ریاست کی۔ مسلمانوں کی عزت والی زندگی کا راستہ واحد جہاد میں ہی ہے۔ آپ سوچیے! ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت غلاموں جیسی ہے۔ تو بھلا کبھی کسی ظالم آقا نے کسی غلام سے مذاکرات کیے ہیں۔ نہیں! بالکل نہیں، بلکہ ظالم، بے بسوں پر ظلم ہی کرتے ہیں۔

کشمیر، جہاد اور جنت

میرے رب کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے کشمیر میں شیر دل مجاہد پیدا کیے، جنھوں نے ہندوستان کی فوج اور حکومت کی نیندیں حرام کر دیں۔ برہان وانی شہیدؒ، ذاکر موسیٰ شہیدؒ، افضل گورو شہیدؒ جیسے سیکڑوں مجاہدوں نے اپنا خون بہا کر اس جہادی تحریک کو جان بخشی ہے۔ کشمیر کی عظیم جہادی تحریک جو پاکستانی غدار فوج و خفیہ ایجنسیوں کی گرفت میں تھی، الحمدللہ اب اس سب سے آزاد، خالص رب کے لیے برسرِ پیکار ہے۔ کشمیری عوام یہ سمجھ چکی ہے کہ عزت و امن واحد جہاد فی سبیل اللہ میں ہی ہے۔ اسی لیے کشمیری غیور عوام نے ہندوستان کے قبضے کو کبھی قبول نہیں کیا۔ اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہے۔ آنکھوں میں، سینوں پر گولیاں کھاتے رہے اور اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے رہے۔

قابلِ ذکر فرق!

میں ہندوستان میں بسنے والے اپنے عزیز بھائیوں سے یہ سوال کرتا ہوں؟ کہ آپ لوگ اگر غور و فکر کریں اور سوچیں کہ افغانستان، جو آبادی کے لحاظ سے، وسائل کے لحاظ سے اور کئی اعتبار سے ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں سے کمزور ہے۔ اس سب کے باوجود بھی دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں نے یہاں مات کھائی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ اپنے سے کئی گنا طاقتور دشمن کو مجاہدین نے افغانستان میں ذلت کی خاک چٹادی؟!

تو میرے عزیز بھائیو! یہ میرے رب کی طاقت ہے جس نے کفار کو ملیامیٹ کر دیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ اگر مسلمان اپنے رب کے دین کی مدد کے لیے اللہ پر توکل کر کے نکلیں گے تو انھیں کوئی

شکست نہیں دے سکتا۔ کیونکہ یہ معرکہ میرے رب اور کافروں کے درمیان ہے۔ جس کا فیصلہ میرے رب کے ہاتھ میں ہی ہے۔

اب چاہے دنیا میں جہاں بھی مسلمان اپنے رب کے پاک نام کے ساتھ اٹھیں گے تو انھیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ ان کی عزتیں، جان ومال سب کچھ محفوظ رہے گا۔ اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ٹھہریں گے۔

جہاد میں ہی امت کی فلاح ہے

۶۰ ہزار سے زیادہ دنگوں کے بعد، لاکھوں مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹے جانے کے بعد، مسجدوں کو شہید کیے جانے کے بعد...... کیا آپ یہ سوچتے ہیں کہ مسلمانوں کی فلاح کسی دوسرے نظام میں ہے؟ کیا کوئی سیاسی جماعت آپ کا مسئلہ حل کر سکتی ہے؟ ہندوستان میں، مسلمانوں نے سیاسی جماعتوں کو بھی آزما کر دیکھا، جمہوری نظام کا ساتھ بھی دیا، عدالتی نظام پر بھی یقین رکھا، انسانی حقوق کی مہمات کے جھانسوں میں بھی آئے۔ لیکن ہمارے ہاتھ صرف اور صرف ذلت ورسوائی ہی آئی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کو اس جانور سے کم نہیں سمجھا جاتا ہے، جسے اس کا مالک جب چاہے استعمال کرتا ہے، جب چاہے مارتا ہے، کام ختم ہونے کے بعد اپنے مقصد کے لیے اسے قتل بھی کر دیتا ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کی ترقی، فلاح، حفاظت اور ان کا عروج صرف اور صرف جہاد میں ہے۔ جب مسلمانوں نے جہاد کا علم بلند کیا تو مسلم امت نے خوش حالی کا دور دیکھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے جہاد کی برکت سے ہی شریعت کو نافذ کیا، امن وسکون کی زندگی گزاری، کامیاب نظام چلایا اور لاکھوں ہندوؤں کو اندھیرے سے نکال کر اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔

ہندوستان میں بسنے والے غیور مسلمانوں سے گزارش!

میرے عزیز بھائیو!

کیا ہم عزت کے راستے کو چھوڑ کر ذلت کے راستہ اختیار کر سکتے ہیں؟

کیا ہم غلامی کی زندگی کو شریعت والی زندگی پر فوقیت دے سکتے ہیں؟

کیا ہم خوف وہراس، ذلت ورسوائی اور دربدری کی زندگی کو ترک کر کے، امن وامان، شان و شوکت والی زندگی کے لیے جدوجہد کریں گے؟

کیا ہم افغانستان کے غیور مسلمانوں کی طرح کفار سے ٹکر لے کر اس کے شر و فتنے کو ختم کریں گے؟

میرے عزیز بھائیو، افغانستان میں وہ قوم آباد ہے جس نے اپنی کمزور حالت کے باوجود، پوری دنیا کے حملے کے باوجود، عملی پابندیوں اور سخت بمباری کے باوجود کفار کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ بلکہ اللہ رب العزت کے دین کی خاطر جہاد کرتے رہے، کٹتے رہے، شہادتوں کے جام پیتے رہے، جنتیں پاتے رہے۔ اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸ سال بعد وہ امریکہ جس کے ڈر سے، جس کی ٹیکنالوجی کے خوف سے دنیا کے ممالک ڈرے ڈرے سہمے رہتے ہیں، اس امریکہ کو افغانستان کے ملّاؤں نے تھر تھر کانپنے پر مجبور کر دیا۔ قطر کے دارالحکومت دوحہ میں طالبان نے امریکہ کو نچا کر رکھا ہوا ہے۔ جس جگہ، جہاں طالبان چاہتے ہیں، امریکہ 'جی سر' کہہ کر راضی ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ ایک عرصے بعد مسلم امت نے کفار کو میدان اور مذاکرات کی ٹیبل پر شکست کا مزا چکھایا ہے۔

میرے عزیز بھائیو، افغانیوں کا وہی رب، وہی قرآن، وہی نبی ہے جو آپ کا اور ہمارا ہے۔ صرف اور صرف جہاد فی سبیل اللہ کی ضرورت ہے۔ اگر ہم جرأت و جذبے کے ساتھ اپنے رب پر توکل کر کے میدان میں خالص اپنے رب کی رضا کی خاطر نکل آئیں گے تو ان شاءاللہ آپ دیکھیں گے کہ یہ مودی، آر ایس ایس، وِپن راوت تو کیا، تمام ہندو، ان کی فوج، ان کی طاقت سب کچھ آپ کے رحم و کرم پر ہو گی، اور یہ سب افسانہ نہیں ہے بلکہ ہمارے ہی آباؤاجداد نے اس ملک پر صدہا سالوں شریعت نافذ کر کے یہ بات ثابت کی ہے۔

اب ہمیں اپنے نبی ﷺ اور صحابہ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی دنیا اور آخرت کو کامیاب کرنا ہے۔

[وضاحت: سابقہ شمارے میں سہواً بھائی 'محمد راشد دہلوی' کا نام 'محمد راشد سنبھلی' چھپ گیا تھا۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)]

بقیہ: ہم نے شریعت یا شہادت کا پرچم کیوں بلند کیا؟

اگر ہمارے دل ہمارے گلے تک بھی پہنچ جائیں۔ اگر کفار کا لشکر ہمارے اوپر سے بھی آئے اور ہمارے نیچے سے بھی آئے تو یقین مانیے اس وقت اللہ کی نصرت نزدیک ہے۔ یہ یقین کسی شاعر یا سیاستدان کا قول نہیں، یہ یقین کسی سیاستدان یا شاعر کا خواب نہیں، یہ ان اللہ والوں کا خواب ہے جنھوں نے اللہ کی نصرتوں کو دیکھا ہے۔ یہ ان اللہ والوں کا خواب ہے جنھوں نے کفار اور مشرکین کی فوجوں کو مٹتے ہوئے دیکھا ہے۔

میرے محترم بھائیو! ہم کوئی مجنون نہیں...بے وقوف نہیں...کسی ملک کے ایجنٹ نہیں...ہم آپ کو خودکشی یا بربادی کا راستہ نہیں دکھاتے ہیں، ہم آپ کو فتح کا راستہ دکھاتے ہیں۔ ہماری آزادی کا راستہ، کفار کی بربادی کا راستہ، شریعت کے نفاذ کا راستہ صرف اور صرف جہاد میں ہے۔ صرف اور صرف اسی راہِ عمل میں ہے کہ ہم کشمیر کے غیور اہلِ ایمان کے سامنے حق کو واضح کریں، ہم جہاد کو آزاد کریں اور غیور اہلِ ایمان کے دلوں میں جذبۂ جہاد کو زندہ رکھیں۔

اللہ ہم سب کو حق کی پہچان دے، حق پہ چلنے کی استقامت دے، اللہ ہم سب کو سعادت کی زندگی اور شہادت کی موت دے، آمین یارب العالمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

★★★★★

ہم نے شریعت یا شہادت کا پرچم کیوں بلند کیا؟

مجاہدینِ کشمیر کے شہید قائد ’ریحان خان‘ رحمۃ اللہ علیہ

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ (سورۃ الاحزاب: ۱-۳)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ اے نبی ﷺ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کفار و منافقین کی اطاعت نہ کرو۔ حقیقت میں علیم اور حکیم تو اللہ ہی ہے۔ اور پیروی کرو اس بات کی جس کا اشارہ تمہارے رب کی طرف سے تمہیں کیا جا رہا ہے۔ اللہ ہر اس بات سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔ اور اللہ پر توکل کرو۔ اللہ ہی وکیل ہونے کے لیے کافی ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم۔

میرے محترم مجاہدین بھائیو اور کشمیر میں رہنے والے غیور اہلِ ایمان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو زمین اور آسمان کا مالک ہے۔ ہماری ساری عبادت اللہ کے لیے ہے اور ہماری زندگی اور موت اللہ کے لیے ہے۔ اللہ آپ سب کو حفاظت میں رکھیں اور آپ پر دینِ حق کو روشن کریں اور آپ کے دلوں میں دینِ حق کی سمجھ کو بسائیں۔

اس بات کا واضح کرنا بہت ضروری ہے کہ ہم جہاد کیوں کرتے ہیں؟ اس بات کا بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ ہم نے شریعت یا شہادت کا پرچم کیوں بلند کیا؟ میرے محترم بھائیو! جس طرح نماز ایک عبادت ہے۔ روزہ رکھنا ایک عبادت ہے۔ زکوٰۃ دینا ایک عبادت ہے اور حج کرنا ایک عبادت ہے۔ اسی طرح جہاد بھی ایک عبادت ہے۔ اللہ کے نزدیک سب سے بہترین عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا طریقہ اور شرائط واضح ہیں، اسی طرح جہاد کا طریقہ اور شرائط واضح ہیں۔ جس طرح نماز کا قبلہ واضح ہے۔ ویسے ہی جہاد کا قبلہ بھی واضح ہے۔ اگر نماز کا قبلہ اور طریقہ صحیح ہو تو یہ عبادت ہے۔ اگر نماز کا قبلہ بدل دیا جائے اور طریقہ بدل دیا جائے تو یہ نماز نہیں بلکہ اللہ سے بغاوت ہے۔ شریعت کا نعرہ انسانی باطل نظاموں کو مسترد کرنا ہے اور اسی خالقِ حقیقی کے حکم کو تسلیم کرنا ہے۔ بیشک اللہ رب العزت کا نظام (یعنی شریعت) انسانوں کے لیے عدل کا نظام ہے۔ اس میں تمام مسلمانوں کے لیے سچائی کا راستہ ہے۔

میرے محترم بھائیو!

ہمارے جہاد کی ہر سمت واضح ہونی چاہیے۔ اس جہاد کا قبلہ اور طریقہ واضح ہونا چاہیے۔ میرے محترم مجاہدین بھائیو! ہم آپ کے لیے ہمیشہ دعا کرتے ہیں۔ ہم آپ کو دینِ حق کے راستے سے اپنا بھائی سمجھتے ہیں۔ ہمارے دلوں میں آپ کے لیے کوئی رنجش یا کوئی بغض نہیں ہے۔ ہمارے دلوں میں لیکن ہر لمحہ اور ہر گھڑی ایک فکر اور غم ضرور ہے کہ ہماری عبادت صحیح ہو ہمارا جہاد صحیح ہو اور خاص کر ہمارا جہاد محفوظ ہو۔ اللہ نے نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن اللہ کی نصرت تو تبھی ممکن ہے جب ہم جہاد کے طریقے اور شرائط کو تسلیم کریں۔ جس طرح نماز کا اگر کوئی جزو غیر اللہ کے لیے ہو تو وہ نماز ہمارے لیے سزا کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح جہاد اگر غیر اللہ کے لیے ہو تو وہ جہاد ہمارے لیے سزا بن جائے گا۔

اب تو کچھ لوگوں نے بہت سارے عقلی دلائل پیش کیں اور بہت ساری عقلی دلائل کو آگے بھی پیش کیا جائے گا۔ لیکن سب سے بڑا مذاق اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کسی ملک کو اپنا محسن سمجھا جائے (اپنا جہاد اس کے ماتحت کیا جائے، جبکہ) وہ ملک اللہ اور اللہ والوں کے خلاف جنگ کر رہا ہے۔ وہ ملک جو کفار کا ساتھی ہے۔ وہ ملک جس کی فوج کے بارے میں علماء نے کہا ہے کہ یہ شہید نہیں ہیں۔

میرے محترم مجاہدین بھائیو!

ہمارے دلوں میں صرف اسلام کی محبت ہونی چاہیے اور اسلام کی بنیاد پر کفر اور مشرکین اور ان کے آلۂ کاروں کی عدوات ہونی چاہیے۔ ہماری زبان پہ اسلام کا نعرہ ہونا چاہیے۔ ہمارے ہاتھوں میں صرف اسلام کا پرچم ہونا چاہیے۔ اگر ہماری زبان پہ کسی ملک کا نعرہ ہو۔ اگر ہمارے ہاتھوں میں کسی ملک کا جھنڈا ہو (جبکہ اس ملک میں اسلام نہ ہو، اس کی فوج شریعت کے خلاف بر سر پیکار ہو) تو یقین مانیے ہم ان کے گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں اور وہ بھی کوئی معمولی گناہ نہیں بلکہ اللہ سے بغاوت کا گناہ، کفار کے ساتھ مل کر مجاہدین پر ظلم کرنے کا گناہ، جامعہ حفصہ میں ائمۂ دین کو شہید کرنے کا گناہ، علمائے دین کو شہید کرنے کا گناہ، لال مسجد کو شہید کرنے کا گناہ، مجاہدین کو شہید کرنے کا گناہ، مجاہدین کو گرفتار کر کے امریکہ کو ڈالروں کے عوض بیچ دینے کا گناہ، عافیہ صدیقی جیسی بہن کو امریکی طاغوت کو حوالے کرنے کا گناہ...!

تو میرے محترم مجاہد بھائیو! یہ بات سمجھنا بہت ضروری ہے کہ اگر ہم اللہ سے باغی ملک اور اللہ سے باغی حکومتوں (فوج) کو اس جہاد کا محسن سمجھتے ہیں تو یہ کشمیر میں شہید ہونے والے مجاہدین کی توہین ہے اور شہداء جن کا ایمان ایسا تھا کہ وہ کفار کی طاقت کو دیکھ کر ڈگمگائے نہیں بلکہ جنہوں نے خون کے آخری قطرے سے بھی کلمۂ توحید، کلمۂ حق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ کو زندہ رکھا۔ یہ لمحۂ فکر تمام ان مجاہدین کے وارثین کے لیے ہے۔

میرے محترم مجاہد بھائیو!

اس بات کی توقع کرنا کہ اللہ کا باغی ملک آپ کو کفار سے آزاد کرے گا یہ ایک سراب ہے۔ایک بڑا دھوکہ ہے۔ملکوں کا کوئی ایمان نہیں ہوتا۔ملکوں کا صرف مفاد ہوتا ہے۔ان کا آج اگر کوئی مفاد ہے تو یہ کچھ کلاشنیں آپ کو بھیج دیتے ہیں۔تو جب کل ان کا مفاد بدل جائے گا تو یہ آپ کی جانوں کا سودا کر دیں گے اور کفار کے ساتھ ایک ہو جائیں گے۔ جیسا کہ ماضی میں کشمیری مجاہدین کے ساتھ ہوا ہے۔کیا یہ وہی ملک نہیں ہے جس کی نوّے ہزار فوج نے ہندوؤں کے سامنے سرینڈر کیا۔کیا یہ وہی فوج نہیں ہے جس نے ثابت کر دیا کہ نہ ہم شہید ہوئے اور نہ ہم غازی بنے۔تو میرے محترم مجاہدین بھائیو! اللہ کے وعدوں پر بھروسہ کیجیے اور یاد رکھیے جہاد کا راستہ آسان راستہ نہیں ہے۔ یہ پھولوں اور مہکوں کا راستہ نہیں ہے بلکہ یہ آزمائشوں اور مخالفتوں کا راستہ ہے۔حق کے راستے میں سب سے زیادہ مشکلات اور مخالفتیں انبیاء علیہم السلام کے راستے میں ہوئی ہیں۔اور اسلام کی سربلندی کے لیے انبیاء علیہم السلام کے راستے پر سخت ترین آزمائشوں کے باوجود وہ آگے بڑھتے گئے۔آپ نے جہاد کا راستہ جس دن چنا اس دن سے آپ کی آزمائشیں شروع ہو گئیں اور شہادت تک رہیں گی۔یہ آسمانی حکمت ہے کہ اللہ نے بندوں کو پاک کر کے انہیں جنتوں میں داخل کرنا ہے۔یہ آزمائشیں ہمیشہ آئیں گی۔کبھی بھارتی فوج اور پولیس آپ کے گھر والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑیں گے اور کبھی آپ کے اپنے ہی آپ پہ ظلم کریں گے۔لیکن جب ہندوستانی ظلم سے جہاد کا راستہ نہیں چھوڑا تو اپنوں کا ظلم آپ کو کیوں گھر روکے گا۔بس اللہ پر بھروسہ رکھیے اور ایمان کی چھلانگ لگایئے اللہ آپ کے لیے کافی ہے۔

میرے محترم مجاہدین بھائیو! شریعت کا نعرہ دینا اذان کی مانند ہے۔ جس طرح نماز کے لیے اذان ضروری ہے اسی طرح جہاد کے لیے مقصد کا واضح ہونا ضروری ہے۔اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ کیسے مخلص مجاہدین نے دنیا کے باقی علاقوں میں جہاد کیا۔اور کیسے اللہ کے باغیوں نے اس جہاد کے ثمرات کو لوٹ کر باغی نظام بنایا۔

میرے محترم مجاہدین بھائیو! ہم سب اسلام کی سربلندی کے لیے نکلے ہیں۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور محبتوں کو اسلام کے ماتحت رکھیں۔بے خبری میں ہم کبھی اپنی خواہشات اور محبتوں کو پہلے رکھتے ہیں اور پھر ان خواہشات اور محبتوں کے لیے اسلام میں دلائل ڈھونڈتے ہیں۔شریعت یا شہادت کا نعرہ یہ ہے کہ کفار ہندو فوج کے خلاف جنگ جاری رہے گی یہ جنگ کسی کے کہنے سے نہیں رکے گی۔یہ جنگ تب تک جاری رہے گی جب تک ہماری چھوٹی بہن آصفہ کی ہر اک آہ کا بدلہ نہیں لیا جائے گا اور ہندوستان کے حکمرانوں کو زنجیروں میں جکڑا نہیں کیا جائے گا۔یہ جنگ تب تک جاری رہے گی جب تک ہر آصفہ محفوظ نہیں ہو گی۔یہ جنگ کسی بات چیت (مذاکرات) کے عمل سے ختم نہیں ہو گی۔یہ جنگ کسی ملک کے فیصلے سے ختم نہیں ہو گی۔

ہماری عظیم عوام!

واللہ آپ ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے۔آپ کا رباط پر ڈٹ جانا اور مجاہدین کی حفاظت کے لیے اپنے سینے پیش کرنا اس دور کا ایک عظیم جہادی عمل ہے۔ اللہ آپ کو اس کا نعم البدل عطا کرے۔اللہ تعالیٰ کشمیر میں تمام مجاہدین کی شہادتوں کو قبول کرے کیونکہ یہ سب اللہ کے راستے میں نکلے تھے اور سیاستدانوں اور ملکوں کی سازشوں سے مخلص اور پاک تھے۔اللہ تعالیٰ مجاہدین اور شہداء کے والدین کو صبر جمیل عطا کرے۔جن سے صحابہ کے ایمان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ میرے محترم بھائیو! اس بات پہ یقین رکھیے کہ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ اللہ کی نصرت سچی ہے۔اگر رات کی تاریکی لمبی بھی ہو جائے۔(بقیہ صفحہ نمبر ۸۱ پر)

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنے کی تڑپ

"جنگِ بلقان کے زمانے میں حضرت شیخ الہند کا کیا حال تھا؟ میاں سید اصغر حسین اور مفتی عزیز الرحمٰن، حضرت کے دونوں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ترکوں کی شکست کی خبر سنتے تو آپ کی ریش مبارک پر آنسو گرتے تھے، راتوں کو دعائیں مانگا کرتے۔اگر کوئی دیکھے تو بالکل یہ حالت تھی کہ اگر حضرت کے بس میں ہوتا تو انگریزوں کو کچا چبا ڈالتے۔پھر بھی جس قدر بس میں تھا کیا۔مدرسے کی چھٹی کر دی، طلبہ و مدرسین کو شہر شہر اور گاؤں گاؤں بھیجا، چندہ کیا، خود اپنی تنخواہ اور تمام ملازمین و مدرسین کی تنخواہیں چندے میں دیں۔طلبہ نے آپ کے اشارے پر سالانہ امتحانات میں کامیابی پر ملنے والے انعامات اور مطبخ کی خوراک بھی چندے میں دے ڈالی۔اس طرح اس رقم کے علاوہ جو حضرت کی ترغیب و تحریک پر لوگوں نے خود اپنے ذرائع سے ترکی بھیج دی تھی، خاص دار العلوم کے ذریعے سے تقریباً ایک لاکھ روپے بمبئی نیشنل بینک کی معرفت ترکی بھیجے۔جس کے صلے میں ترکی (عثمانی) حکومت نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وہ رومال جس میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیراہنِ مبارک رکھا رہتا تھا، دار العلوم کو بطورِ تبرک اور عطیہ بھیجا جو آج بھی دار العلوم کے خزانے میں تبرکاً موجود ہے"۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی؛ ایک سیاسی مطالعہ، ص ۶۷)

مجاہدینِ کشمیر، آپ سب جانتے ہیں!

ناصر باللہ شوپیانی

"میں چاہتا ہوں کہ ہم سب آدھا گھنٹہ کھڑے ہوں تا کہ کشمیریوں کو پتہ چلے کہ ہم ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔"

یہ جملہ کوئی مسکراہٹ بکھیر تا ہوا نہیں بلکہ ہزاروں سیاہ راتیں خود میں سمیٹے ہوئے ہے۔

یہ جملہ پاکستان کے خودساختہ حکمران باجوہ کے متعین کردہ اس بندر کا ہے جسے وزیر اعظم سیکریٹریٹ میں باندھ رکھا ہے۔

محترم قاری! سخت الفاظ کی پیشگی معذرت مگر صبر کیجیے تو کیسے؟ پاکستانی فوج نے مقبوضہ کشمیر کا ہندوستان کے ہاتھ سودا اسی دھڑلے سے کیا ہے جیسے افغانستان اور پھر قبائل و وزیرستان کا صلیبیوں سے کیا تھا۔

ہندوستانی قانون سے کونسی شق ختم ہوئی کونسی نئی بنی، ہمیں اس سے غرض نہیں۔ ہماری آنکھیں تو بس اس بات پر خشک نہیں ہونے پا رہیں کہ کشمیر میں ہمارے اہل و عیال پر قیامت کی سی مصیبتیں ڈھائی جا رہی ہیں۔ لاشیں چوراہوں میں بے گوروکفن پڑی ہیں، سڑکیں بلا مبالغہ خون سے رنگین ہیں، ہزاروں مسلم نوجوانوں کو گھروں سے گرفتار کرلیا گیا ہے۔ جموں میں عمومی اور وادی میں بھی پرائیویٹ ہندو دہشتگردوں کی فوجیں لا کر بٹھادی گئی ہیں۔ دہلی سے ان کا اسلحہ تھانوں میں پہنچا دیا گیا ہے جو سرکاری سرپرستی میں بوقت ضرورت انہیں دیا جاسکے گا۔ فوجی مراکز میں گرفتار، ظلم سہتے نوجوانوں کی چیخیں بڑے بڑے سپیکروں کے ذریعے بطور عبرت عوام کو سنائی جا رہی ہیں۔ بی جے پی کے اہم اور بڑے سرغنہ اپنے غنڈوں کو کشمیر کی باعفت بیٹیوں کی عزتیں لوٹنے کی آزادی ملنے پر مبارکبادیں دے رہے ہیں، اور یہ سب آن دی ریکارڈ ہے۔

وادی اور جموں اکثریتی مسلم علاقے ہیں مگر یہاں بھگوا سامراج نے عید الاضحیٰ پر گائے تو چھوڑ عمومی قربانی کی اجازت بھی نہیں دی۔

احتجاجی مظاہروں پر براہِ راست فائرنگ سے شہداء کی تعداد سینکڑوں کے لگ بھگ ہے، وادی سے باہر رابطے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ محض سرکاری عمارتوں پر وائی فائی (WiFi) موجود ہے یا حکومتی عہدیداروں کو سیٹلائٹ فون دیے گئے ہیں۔

ظلم کی انتہا در انتہا، کشمیر کی جغرافیائی حالت بھی بدل دی گئی ہے۔ لداخ کو براہ راست دلی کے ماتحت کر دیا ہے، جموں پر ہندو دہشت گرد اب نہیں بلکہ کئی سالوں سے مسلط ہیں۔ گجرات طرز کی دہشتگردی کرتے ہوئے جموں کی کئی مسلمان بستیوں پر سنگھی (آر ایس ایس کے غنڈے) قابض ہیں۔ صدیوں سے اس خطے میں رہنے والے مسلمان گوجر یہاں سے ہندوستان کی اندرونی ریاستوں میں دربدر ہیں، اور وادی کا چھوٹا سا خطہ ہی ہندوستان کی ۹ لاکھ فوجی و نیم فوجی لشکر کی شکار گاہ بنا ہوا ہے۔

بس یہ ہی نہیں اب ہندوستان آزاد کشمیر کے کئی علاقوں میں واضح جارحیت کر رہا ہے۔ کئی علاقوں سے اہل اسلام ہجرت کر چکے ہیں اور جہاں کچھ آبادی موجود ہے وہ بنکروں میں محصور ہے۔ اب تک کئی مسلمان بشمول خواتین و بچے شہید ہو چکے ہیں۔ زخمیوں کی تعداد بیسیوں میں ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں ہندوستان نے پنجاب کی سمت کئی اطراف سے سیلابی ریلے بھی چھوڑے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کی ہزاروں ایکڑ زرعی اراضی زیر آب آچکی ہے، سینکڑوں مویشی اور کروڑوں کی املاک ضائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق دو سو کے قریب لوگ اب تک اس سیلاب کی وجہ سے مارے بھی جا چکے ہیں۔

یہ سب کچھ ایسے ہی اچانک نہیں ہو گیا... یہ پردے کے آگے اور پیچھے سے حکمرانی کرنے والوں کے پرانے منصوبے ہیں۔ مگر غزوۂ ہند کی نیت سے اپنے گھر بار تک قربان کرنے والے نوجوان یہ سازشیں سمجھ پائیں گے یا اب بھی ناسمجھی کا شکار رہ کر زندگیاں گزار دیں گے۔ میرے مخاطب وہ شیر ہیں جنہیں کشمیری ماؤں بہنوں کی پکار گھروں سے مظفر آباد، باغ، کوٹلی، بالاکوٹ اور مانسہرہ کے معسکرات تک لے گئی تھی۔ اور آج ان کی زندگیاں، ملازمتیں کرتے، فارغ البالی کی زندگی گزارتے یا دیگر غیر متعلقہ کاموں میں گزر رہی ہیں۔ پہلے یہ امید ہوا کرتی تھی کہ کبھی تو وادی میں داخلے کا اذن مل ہی جائے گا مگر اب وہ اس سب سے ناامید سرگرداں موجود ہیں۔ اے وہ نوجوان! جو اب بھی وادی کی ماؤں بہنوں کی دادرسی کی امید لیے بیٹھا ہے، کیا سمجھ میں آچکی ہے یا ابھی بھی غافلوں میں شمار ہونا ہے۔

میرے محترم! جس فوج نے اب یہ ڈیٹ اور مراکز خالی کروائے ہیں اس نے آج کوئی نیا کام نہیں کیا، جنہوں نے آج تمہارے معسکرات اور مراکز بلڈوز کیے ہیں انہوں نے ہی کل تمہارے ایمبولنس بوتھ بھی گرائے تھے، اس سے بھی قبل انہوں نے ہی جامعہ حفصہ سمیت قبائل کی بیسیوں مساجد کو مسمار کیا تھا اور اس سے بھی قبل اسلام آباد میں مسجد امیر حمزہ سمیت کئی مساجد شہید کی تھیں، انہی فوجیوں نے قادیانی کفار کے خلاف اٹھنے والی اہل ایمان کی تحریک کے دس ہزار سینے چھلنی کیے تھے۔ اسی فوج نے ہی بانیٔ پاکستان کا حکم تب ماننے سے انکار کیا تھا جب اس نے انکو وادی میں داخل ہو کر جنگ کرنے کا کہا تھا اور تب انہیں کی اس عملی ملی بھگت سے 'جواہر لال نہرو' وادی میں اپنی فوجیں جہازوں سے اتار پایا تھا۔

اجی مان بھی لیا کہ ملکوں کی کچھ مجبوریاں یا مفادات ہوتے ہیں، ملکوں کی فوجیں بیرونی خطرات سے بالکل نہیں لڑ سکتیں، آدھا بجٹ کھا کر بھی، گھر میں آ کر بمباری کرنے والے سرکاری مہمان کو پوری عزت سے واپس کرنا پڑتا ہے۔ ڈھاکہ میں چاہے ایک ماہ تک لڑنے کی قوت کیوں نہ ہو ہتھیار پھینکنے ہی میں حکمت سمجھ آتی ہے۔

مجاہدین کی حکمت اللہ کی رضا اور نقصان اللہ کی ناراضگی ہوا کرتا ہے۔

مگر مسلمانوں نے اس دن ہی کیوں نہ سوچ لیا جب کشمیر پر قابض بھارتی فوج اور پاکستانی فوج کے مورچوں کے درمیانی علاقے کو سیز فائر لائن کہا گیا، ہاں پیدائش سے ہی خائن یہ فوج تو مسلمانوں کے خون کا سودا نہایت ہی سستے نرخوں کر سکتی ہے مگر ہم کیسے غصب شدہ اراضی پر مشرک دشمن فوج کی طرف سے اعلان کردہ سیز فائر لائن یا لائن آف کنٹرول کو تسلیم کر سکتے ہیں جبکہ اندر ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہوں۔

پھر اگر کشمیر واقعی ہمارا ہے اور ہماری شہہ رگ بھی اور اس نے بننا بھی پاکستان ہے تو سبحان اللہ کیسے بھارتی فوج یہ خونی باڑ لگا سکی۔ پھر اس باڑ پر کارروائیاں پاکستانی فوج کی جانب سے سختی سے منع کی گئیں۔

باڑ کراس کرتے ہوئے ایکسپوز ہو جانے والے مجاہدین کے گروپس پر جرمانے عائد کیے گئے۔ مجھے بھی یاد ہے جب ہمارے کچھ ساتھیوں کو بھی 5 لاکھ جرمانہ ادا کرنا پڑا تھا۔ بارڈر کارروائیوں کے لیے جانے پر سختی سے روک ٹوک اور اگر ان سے بچ کر کر لی تو واپسی پر چھاپے مار مار کر گرفتاریاں۔ مجھے خراسان میں ان بھائیوں سے ملنے کا اتفاق بھی ہوا جنہیں بارڈر کارروائی سے واپسی پر پاکستانی افواج کی جیلوں میں تعذیب سے گزرنا پڑا۔

وہ تو خیر چھوٹ گئے ان کی کچھ خبر ہی نہیں جن بیچاروں نے ذاتی طور پر لانچنگ کی کوشش کی اور ان خبثاء کے ہاتھ لگ گئے۔

ان تنظیموں سے ہسپتال، مدرسے، ایمبولنسز، مراکز حتی کہ مساجد تک ایجنسی نے تحویل میں لے لیں اور اس بار تو کشمیر کے حق میں احتجاجی ریلیاں تک نہیں نکالنے دیں۔ یہ بدبخت جہاد اور اس کے نظریہ برداروں کو ختم کرنے میں اس قدر سنجیدہ ہیں۔

پھر باڑ کے بعد وادی میں مجاہدین کی مسلسل مخبریاں، کوئی سنجیدہ کشمیری مجاہد ہمیں ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۳ء اور اس کے بعد ہونے والے ہزاروں شہید مجاہدین کی شہادتوں کی وجہ بتا سکتا ہے؟ کیا کوئی یہ بتا سکتا ہے وہ وادی جہاں ۲۰ سے ۲۵ ہزار مجاہدین ہوا کرتے تھے کیا سبب بنا کہ وہ تحریک ۷۰ سے ۸۰ عدد مجاہدین تک محدود ہو گئی۔

یہ بات آزاد کشمیر میں بھی بہت مشہور ہے کہ شہید قائد عبد القیوم نجار تقبلہ اللہ کے راستے اور وقت کا پتہ بھارتی میجر کو یہاں سے واٹس ایپ پر بھیجا گیا۔ کس نے بھیجا تھا؟ سب جانتے ہیں۔ وادی میں کیا لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ ہندوستانی فوج نے اس پاکستانی کو گرفتار کیا ہے جو یہاں سے عبد القیوم نجار کو قتل کرنے کے لیے ان کے علاقے کے قریب فیلڈ میں موجود تھا۔

کون نہیں جانتا، ہم سب ہی جانتے ہیں۔

کون گلگت بلتستان میں ابو دجانہ رحمہ اللہ کے گھر اس کے والدین کو دھمکانے گیا، کس نے گھر فون کرنے پر کشمیری مجاہد کی والدہ کو لاہور سے گرفتار کر لیا۔

پھر کشمیر کے اس سودے کا عمران کٹھ پتلی کو اور اس کے مالک باجوہ کو ٹاسک پہلے سے ہی دیا گیا تھا، تبھی اس نے اپنی سلیکشن سے پہلے ہی کشمیر کی ۳ حصوں میں تقسیم کو بہترین حل قرار دیا تھا۔

اور باجوہ جس کی تعریف کرتے ایک علماء سے منسوب صاحب کے آج کل بڑے چرچے ہیں، یہ بدبخت مجاہدین کشمیر کے ہاتھوں زخمی ہو چکے بھارتی آرمی چیف جنرل بکرم سنگھ کے تحت UN فورسز میں کام کرتا رہا ہے، اس سے ایوارڈ اور شاباش لے چکا ہے، اس کی محفل میں مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ کا عہد و پیمان کر چکا ہے۔

اسی نے ہی کشمیر پر مشرکین کے اس جدید حملے سے قبل مجاہدین کے ڈیٹوں اور لانچنگ پیڈز کو، معسکرات و مراکز تحویل میں لے کر، خالی کروا کر اور جہاں ضرورت پڑی مسمار کر کے، اور پورے آزاد کشمیر اور پاکستان میں کشمیری مجاہدین کے خلاف بڑا کریک ڈاون کر کے ہند کی تسلی کروائی کہ تم جو کام کرو گے اطمینان سے کر پاؤ گے۔ حالانکہ 370 کو ختم کرنے کا فیصلہ تو دو سے تین ماہ قبل ہو چکا تھا پھر اس کے اعلان کو بار بار مؤخر کیوں کیا جاتا رہا۔ محض سرحد پار سے آنے والی اطمینان دہ خبر کے لیے، جیسے ہی وہ آئی ہندی مشرک اپنا کام کر گئے۔

پھر یہ کشمیر کو خود کی شہہ رگ قرار دیتے ہیں، گونگی بہری اقوام متحدہ اس کو متنازعہ علاقہ کہتی ہے۔ ان کے پاس اب کشمیر میں مداخلت کرنے کا عالمی مجرمانہ قوانین کے تحت بھی جواز تھا۔ خود انہوں نے آزاد کشمیر پر ایک کٹھ پتلی حکومت بھی بنا رکھی ہے۔ جس کی اسمبلی، صدر، وزیر اعظم سب علیحدہ ہیں جس کا مقبوضہ وادی پر بھی دعویٰ ہے۔ وہ کیونکر اس خونی لکیر کی حیثیت اب تک مانے بیٹھے ہیں، ہاں وہ بار بار سیز فائر لائن کو توڑنے کا اعلان تو کرتے ہیں مگر توڑے کون، پاکستانی حکومت، جس کا وزیر خارجہ کہتا ہے کہ

- جنگ کوئی آپشن نہیں ہے۔
- جنگ حماقت ہے۔
- کشیدگی نہیں چاہتے۔
- کشیدگی کے باوجود کرتارپور راہداری پر کام نہیں رکے۔

جسکی خاتون وزیر کہتی ہے کہ

- بھارت کے اس اقدام سے کشمیر کاز کو فائدہ ہوا ہے۔

یہ سیز فائر لائن کون توڑے، مجاہدین؟ جن کے ڈیٹ بند کر دیے گئے ہیں، مراکز مسمار کر دیے گئے ہیں اور لانچنگ کے خواہشمندوں کو اڈیالہ جیل اور خفیہ سیلوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔

پاکستانی فوج؟

- جس کی ڈاکٹرائن میں دشمن وہ ہے جو شریعت کی خاطر جنگ کرے۔
- جو اب تک ہزاروں بے گناہ اہل دین کو ماورائے عدالت قتل کر چکے ہیں۔
- جس کا کام ٹھیکے لے کر سڑکیں اور پل بنانا ہو۔
- کالونیاں اور فیکٹریاں جس کا سائیڈ بزنس ہو۔
- جو دنیا کو کہتے پھریں کہ اگر مشرقی سرحد پر خطرات کم نہ ہوئے تو ہمیں مغربی سرحد پر (مجاہدین کے خلاف) جنگ میں ناکامی ہو سکتی ہے۔
- جس فوج کے ترجمان کے بارے میں قومی میڈیا اس قسم کی خبریں چلائے کہ "ڈی جی آئی ایس پی آر نے ٹوئٹر پر شاہ رخ خان کو نانی یاد دلا دی"۔

اور رہی دونوں افواج میں جاری یہ کشیدگی تو اس کی شاندار منظر کشی حکیم الامت شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ نے کشمیر پر اپنے جدید بیان میں کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"یہ ایک ناممکن امر ہے کہ یہ ایجنسیاں کسی اسلامی جدوجہد میں مدد گار ہوں یا مسلمانوں کا تحفظ کریں یا ان کی سرزمینیں آزاد کروائیں۔ ان کا ہندوستان سے تنازعہ بنیادی طور پر سرحدوں کی بابت امریکی انٹیلی جنس کا طے شدہ ایک سیکولر شیطانی الہام ہے۔ امریکی اور پاکستانی ایجنسیوں کے درمیان یہ نام نہاد فرق دراصل بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک عام چور اور چوروں کے سردار میں فرق ہوتا ہے۔"

کون نہیں جانتا کہ اس جدید جارحیت کے بعد مودی دو مرتبہ پاکستانی فضائی حدود استعمال کر چکا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے ڈیڑھ گھنٹہ پاکستانی فضا میں گزارا اور دوسری مرتبہ آدھا گھنٹہ، اسی جدید جارحیت کے بعد جب یہ بھارتی قونسل جنرل کو نکالنے کا ڈرامہ رچا رہے تھے تب ہی ایک پاکستانی جنرل کی بیٹی کی شادی میں بھارتی گلوکار میکا سنگھ اور اس کی پوری ٹیم کو جنرل صاحب کے داماد کی خواہش پر پورے سرکاری اثر و رسوخ سے بلایا گیا۔ ہم سب جانتے ہیں اسی جدید جارحیت کے بعد ہی اقوام متحدہ میں پاکستان کی مستقل مندوب ملیحہ لودھی کے بیٹے کی شادی ہندوستان کے بڑے آر ایس ایس سپانسر اور لیڈر کی بیٹی سے ہوئی۔ یہ فوج اس جدید جارحیت کے بعد بھی نہ خود کشمیریوں کی نصرت کو آگے بڑھی نہ ہی مجاہدین کو بڑھنے دیا، ہاں مگر ڈی جی آئی ایس پی آر اور اس کی لمبی چوڑی ٹیم بھارتی فوج سے ٹوئٹر ٹرینڈ پر مقابلے جیتتی رہی۔

#IAM_DGISPR

#ILOVE_DGISPR

ہاں بھارتی فوج ٹوئٹر پر یہ مقابلے نہیں جیت سکی کیونکہ وہ اٹھ مقام، ہجیرہ، تتہ پانی اور نیلم میں ان کے ہائیڈرو پاور اسٹیشن اور فوجی مورچے اڑانے میں مصروف تھی۔

پھر اسی افواج کی سینسر شپ کے تحت چلتا یہ میڈیا اور اس کی ترجیحات، کبھی مریم نواز کی گرفتاری اور کبھی کسی کرکٹر کی شادی، بے جا واقعات اور فضول موضوعات کا رش، آزاد کشمیر تک کے عوامی مظاہروں کو کوریج نہ دینا، واللہ ہم یہ سب منظر نامہ کبھی نہیں بھولیں گے۔

تو اے کشمیری جماعتوں میں موجود ہمارے مخلص بھائیو! واللہ ہم آپ سے مخاطب ہیں، آپ سب کچھ جانتے ہیں۔ آج تاریخ ایک شاندار کروٹ لے چکی ہے، ظلم و عدوان کا منظر نامہ ہمارے شاندار مستقبل کا پیامبر ہے۔ ان مع العسر یسرا۔ آج کفر کے اس چڑھتے سورج کو پوجنے والوں کا انجام تاریکی و ضلالت کی فوجوں کے ساتھ ہو گا۔ آج سستی دکھانے والے، مشرقی ترکستان اور ہند کے مسلمانوں کی حالت زار نہ بھولیں۔ اور آج کے عقل مند غزوۂ ہند کے لیے خراسان کے ان مبارک سیاہ و سفید پرچموں والے لشکر کا ساتھ دیں گے، وہی سیاہ پرچم جو یہاں سب سے پہلے شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ کے معسکرات میں لہرائے گئے تھے۔ یہ لشکر تو دور عروج میں بھی لگژری کا شکار نہیں ہوا۔ کئی دہائیوں کی سخت مشقتوں اور مصائب کے باوجود اس لشکر نے کسی حکومت سے تعاون نہیں لیا۔ وقت کی سخت آزمائشوں نے اسے ملاحم کے لیے کندن بنا رکھا ہے۔ منہج بھی عین نبوی ہے بحمد اللہ۔ کفار پر آخری حد تک سختی اور اہل اسلام سے آخری حد تک نرمی۔ اس لشکر کی ہر مصلحت توحید ہے، شریعت کی اتباع ہے اور اس لشکر کے نزدیک سب سے بڑا مفسدہ شرک ہے۔ یقین نہ آئے تو شامل ہو کر دیکھ لیں۔ آج خونی لکیر کے دونوں جانب اس لشکر کے سپاہی غزوۂ ہند کے ابتدائی مراحل کے طور پر شاندار دعوتی و عسکری سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ ہند میں خفیہ سیل بناتے ہوئے بنگال کی طرف سے بڑھتے چلے آرہے ہیں۔ ان کا بیس (base) خراسان ہے جہاں اللہ رب العزت ایک مرتبہ شریعت کی بہاریں لا رہے ہیں۔ اپنی آنکھوں میں کفر سے معرکوں کے خواب بسائے اے کشمیری مجاہد! golden future کے لیے ایسی best opportunity اور اس کی ایسی شاندار ٹائمنگ کہیں آپ سے چوک نہ جائے۔

وما توفیقی الا باللہ۔ دیکھ لیجیے، فیصلہ کر لیجیے، تنہائیوں میں اپنے رب سے مشورے (استخارہ) کیجیے۔ عجلت سے کام لیجیے کہ کہیں قافلہ چھوٹ نہ جائے......!

ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

کشمیری ایک ایک دن گن رہے ہیں کہ دنیا ان کی تقدیر کا کیا فیصلہ عالمی اکٹھ میں دیتی ہے۔ اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر گلوب کے بھاری بھر کم لیڈر یک جا ہیں۔ دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا! اگرچہ مسلمانوں کے حق میں، کشمیر ہو یا فلسطین یہ بحر مردار ہی (سات دہائیوں میں) ثابت ہوا ہے۔ یہ صرف پریشر کُکر پھٹنے سے بچانے کا فورم ہے۔ مظلوموں پر دباؤ حد سے بڑھ جائے تو ان کے نمائندے مہذب طریقے سے بھاپ یہاں آکر رفع کر لیں۔ واپس جا کر عوام کو جواز پیش کر سکیں، اسی تنخواہ پر کام کرنے پر راضی رکھ سکیں۔ بڑے پانچ جاگیردار اور باقی 191 کمی کمین۔ نتیجہ ٹائیں ٹائیں فش۔ ٹائم سکوائر بلڈنگ پر نعروں کے قمقموں گرجدار تقریروں سے حق نہیں ملتا۔ امریکہ نے مذاکرات کی میز الٹی۔ طالبان نے دو کام کیے۔ ایک تو میدان جنگ میں کارروائیاں بڑھا دیں۔ کہانی حسبِ سابق چل پڑی۔ (امریکہ کو اب پاکستان کی مدد درکار ہے۔ مگر ہم اس کی اس ضرورت سے 'کماحقہٗ' فائدہ اٹھانے کی کوئی پلاننگ نہیں رکھتے) دوسری جانب طالبان، امریکہ کو چھوڑ کر روس، ایران اور چین کی مدد سے اپنی ساکھ بڑھانے چل دیے۔ اب وہ چینی وزارتِ خارجہ کے میز پر بیٹھے دیکھے جا سکتے ہیں۔ ترکی، پاکستان، قطر سے سفارتی حمایت بھی متوقع ہے! آزادی چھین کر لینی پڑتی ہے۔ پاکستان تقاریر اور سفارتی بھاگ دوڑ کے سوا کیا کرے گا! نہایت دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم کشمیریوں کی بھاری بھر کم توقعات پر شاید پورے نہ اتر پائیں۔ ہمارے 18 سال کا ٹریک ریکارڈ دیکھ لیجیے۔ ہم افغانستان کے ساتھ گہرے برادرانہ (اور تزویراتی گہرائی کے حامل) تعلقات کے حامل تھے۔ امریکہ کی ایک کال پر ہم سجدے میں جا پڑے۔ (جب وقتِ قیام تھا) ہم نے غیر جانبداری یا خاموشی بھی اختیار نہ کی۔ افغانستان پر جنگ کے ہم توہراول دستہ بنے۔ مسلمان پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیے۔ گوانتا موآباد کیا۔ ڈاکٹر عافیہ بھی تو اسی تسلسل کی ایک کڑی ہے۔ سادہ لوح پاکستانی اب پھر توقع لگائے بیٹھے ہیں کہ عمران نیویارک سے عافیہ لے کر لوٹیں گے! جنت الحمقاء کا محل وقوع تلاش کریں تو گوگل، پاکستان ہی کا کوئی علاقہ دکھائے گا۔ کشمیر پر خاموش سودا تو مشرف کے ہاتھوں ہو ہی چکا تھا۔ یہ مودی نے یکا یک پھسوڑی ڈال دی۔ ہماری خارجہ پالیسی، کشمیر پالیسی کو امتحان میں ڈال دیا۔ امریکہ میں اتنے دن کیا ہوتا رہا؟ مودی تمام تر کرتوتوں، انسانی حقوق کی پامالی کے باوجود ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا رہا۔ بھارتی امریکیوں کی بہت بڑی آبادی وہاں رنگ جمائے رہی۔ اگرچہ چھوٹے چھوٹے حقوقِ انسانی کے گروپ مسلسل مظاہرے کرتے کشمیر کے لیے آواز اٹھاتے رہے۔

مگر ہوسٹن میں 50 ہزار استقبالی بھارتیوں نے 'ہاؤڈی مودی' ریلی میں بھارت امریکہ دوستی ڈٹ کر منائی۔ یعنی مودی کے مزاج عالی پوچھنے کا محبت بھرا جلسہ جس میں ٹرمپ نے محبت کے سارے دریا بہا کر شرکت کی۔ 'مودی کو بابائے بھارت کہا جائے۔ میں ان کی بے پناہ عزت اور تحسین کرتا ہوں۔ وہ ایک زبردست مہذب / شریف انسان ہیں۔ بہت عظیم لیڈر ہیں۔ قارورہ ملنے کا بھی (بجا طور پر) اعتراف کیا'۔ غرض کبوتر با کبوتر باز باباز کے مترادف اپنی ہم آہنگی جتانے میں ذرا تکلف سے کام نہ لیا۔ کشمیری عوام پر توڑی جانے والی 50 روزہ قیامت اور 9 لاکھ فوج تلے پیسے جانے کا جرم۔ حقوقِ انسانی کی شدید خلاف ورزیاں۔ بھارت میں مسلمانوں پر مظالم کیا ہوئے؟ ٹرمپ کو بھارتی ووٹ درکار ہیں انتخابات میں۔ سو مودی نے ڈٹ کر ٹرمپ کے سامنے پاکستان پر دہشت گردی کے الزامات کی جگالی کی، وہ دم سادھے رہا! بھارتی توانائی کمپنی پیٹرونیٹ کا معاہدہ اہم تر تھا جس سے 60 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری اور 50 ہزار نوکریاں متوقع ہیں۔ طاقتور ممالک تجارت، معیشت، مارکیٹ مفادات سے آگے دیکھنے کی نہ نیت رکھتے ہیں نہ خواہش۔ انسانی حقوق؟ وہ بھی کمزور مظلوم مسلمان! انہیں صرف ڈالروں پاؤنڈوں ریالوں سے مطلب ہے۔ حقوق انسانی اب دقیانوسیت ہے۔ قصۂ ماضی سمجھو! سلامتی کونسل مسلمانوں کو سلامتی دینے کو نہیں بنی۔ امریکہ کو آپ کی ضرورت ہے افغانستان میں؟ اسے استعمال کرنے کے طریقے سوچیئے۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ہماری فکری غلامی گزشتہ 18 سالوں میں شدید تر، پختہ تر ہو چکی۔ ذوقِ یقیں کا نسخہ درکار ہے۔ ٹرمپ نے پاکستان کو ثالثی کے لارالپا کی لالی پاپ، منہ میں تکا دینے کو لگا رکھی ہے جو بے معنی ہے کیونکہ وہ مودی کی رضامندی سے مشروط ہے! ہمارے سیاسی حالات کی ابتری، معاشی عدم استحکام، آئی ایم ایف کے شکنجے میں گنے کی طرح بیلے جانے والی قوم کی کسمپرسی، سبھی پیمانوں پر حالت ابتر ہے۔ رہی سہی کسر مشرقی پاکستان کے سقوط میں قادیانی ایم ایم احمد کی معاشی پالیسی کا حصہ ہمیں ایک مرتبہ پھر درپیش ہے۔ قادیانی اثر و رسوخ کی شدت کوئی بھلا شگون نہیں بالخصوص مالی معاملات میں۔

یہ جو دنیا نہایت اُول جلول، بے ڈھب، بے قرینہ حکمرانوں کے ہاتھ تھما دی گئی ہے بلا سبب نہیں۔ امریکہ دنیا بھر میں اعلیٰ تعلیم کے مراکز، مغربی جمہوریت کی خدائی کا مرکز، سیاست سفارت میں دنیا کو تربیت دینے والا ملک رہا۔ اس کے صدور ذہین وفطین، اعلیٰ تعلیم یافتہ طویل

سیاست کا تجربہ رکھنے والے یا مضبوط خاندانی پس منظر کے حامل ہوا کرتے تھے۔ کینیڈی، کلنٹن اوباما کی طرح۔ بھارت میں نہرو کے مقابل چائے بیچنے والا انتہا پسند، گنوار طبیعت، مسلمانوں کے خون کا پیاسا، بلوائیوں کی سی شہرت کا حامل مودی ہے! برطانیہ میں بھی بے ڈھب ٹرمپ ہی کی طرح کا وزیر اعظم بورس جانسن ہے۔ عالمی مدبروں کی جگہ عالمی مسخرے، بے کل، غیر مستحکم، غیر متوقع (Unpredictable) پل میں تولہ پل میں ماشہ حکمران مناصب سنبھالے بیٹھے ہیں۔ ہر ایک مایہ ناز یوٹرن حکمرانی کی شہرت رکھتا ہے۔ خوف تو یہ ہے کہ انہی کے ہاتھوں میں ایٹمی بٹن بھی ہیں! اسرائیل۔ سب سے بڑے دجالچوں کا مرکز ہے۔ وہاں بھی اب نیتن یاہو کی جگہ جو متوقع حکمران (سابق جنرل گاون) ہے وہ اس سے بھی بڑا کفن چور رہے جس نے 2014ء میں غزہ اجاڑا تھا۔ اب غزہ کو پتھر کے زمانے میں بھیجنے کا ارادہ ظاہر کر رہا ہے۔ سو یہ تمام جمہوریت کی پیداوار جنونی مل کر دنیا کو کہاں لے جائیں گے۔ پناہ بخدا! اعلیٰ تعلیم، سائنس ٹیکنالوجی کے جھنڈے گاڑتی آبادیاں اور ان کا انتخاب ایسا؟ مقصود شاید دنیا کو دجال کی جھوٹی خدائی پر ایمان لانے کے قابل بھوسہ بھرے دماغوں، اخلاق، اقدار، اطوار سے تہی دامن نفوس سے بھرنا ہے۔ دجالی ایجنڈوں سے دنیا اجاڑنی ہے۔ یہ الل ٹپ بے ڈھب فیصلے، نامعقول بیان دیتے رہیں۔ لوگ ٹرمپ، مودی جان کر خاموش ہو رہیں! ٹرمپ سفید فام امریکی 'ٹیٹو' مار کہ جنونیوں کا سکینڈلوں بھرا نمائندہ ہے۔ مودی جنونی ہندو قاتلوں غنڈہ گردوں کا رہنما ہے۔ جنہیں دنیا دہشت گرد نہیں کہتی۔ اسلام اس راستے کا کوہِ گراں اور بھاری چیلنج ہے۔ اسے ملکوں ملکوں ختم کرنے کو سارے عسکری نظریاتی، فکری سیاسی ابلاغی بیڑے دندناتے پھر رہے ہیں۔ عوام گھن بنے پس رہے ہیں۔ پاکستان کشمیریوں کے غم میں سلگ رہا ہے (عوام کی سطح پر)۔ ایسے میں برطانوی شاہی جوڑا پاکستانیوں کا دھیان بٹانے، دل بہلانے کو لایا جا رہا ہے؟ کچھ ترے آنے سے پہلے کچھ ترے جانے کے بعد۔ ہلچل تو رہے گی۔ ماحول پر شہزادہ، شہزادی کی کہانیاں میڈیا پر کشمیر کو پس منظر میں لے جائیں گی۔ برطانیہ کا پیدا کردہ المیہ کشمیر، انہی کے خوبصورت جوڑے کے ہاتھوں کچھ دن کے لیے غم بھلا کر عیش و طرب کی کہانیاں سنائے گا! ریاست مدینہ اسی کو کہتے ہیں؟ ایسے میں ہمارے پاس اشک شوئی کے کچھ الفاظ تعزیت بھرے احساسات کے سوا کیا ہے؟

اے راہروانِ راہ وفا ہم تم سے بہت شرمندہ ہیں
تم جان پہ اپنی کھیل گئے اور ہم سے ہوئی تاخیر بہت

جاؤ طالبان کے ہاں درخواست دائر کرو شاید وہاں شنوائی ہو جائے!

(یہ مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے)

بقیہ: دستور کہانی

پہلے ہی قدم پر یہ حقیقت کھلی کہ اس آئین کو اسلامی بنانے کے لیے جو قانونی وسائل درکار ہیں وہ سرے سے آئین پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ لہٰذا قراردادِ مقاصد کے مؤثر اور قابلِ عمل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے آئین کے دیباچے سے نکال کر باقاعدہ آئین کا حصہ بنایا جائے۔ یعنی پہلی تحقیق نے ہی اس ڈرائیور اور گاڑی کے فلسفے کی قلعی کھول دی۔ چنانچہ پارلیمنٹ کی اکثریت کے فیصلے نے اسے آئین کا باقاعدہ حصہ بنا دیا جو آج ہمارے سامنے آرٹیکل [2A] کے نام سے موجود ہے۔ یہ تو پہلا انکشاف تھا جو اس آئین کے 'اسلامی' ہونے کی حقیقت بیان کر رہا تھا۔ کہانی اسی پر نہیں رکتی۔ کاش کہ اس طرح ہی ہو جاتا تو یہ مملکت کم از کم قانونی سطح پر اسلامی کہلا سکتی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو قانونی ہے اور دوسری دینی۔ دینی وجہ پھر کبھی سہی، اس بار قانونی وجہ دیکھتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ قراردادِ مقاصد [آرٹیکل (2A)] کے الفاظ قانونی زبان نہیں رکھتے بلکہ نصیحتوں اور اچھی اچھی باتوں کی طرح ہیں جو قانون کے میدان میں بے وقعت اور بے قیمت ہیں۔ قانون میں مبہم اور غیر واضح باتیں نہیں ہوتیں بلکہ واضح، دوٹوک اور حکمیہ انداز میں گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ آرٹیکل اس سے خالی ہے۔ اس کی قانونی طور پر ایسی حیثیت ہی نہیں ہے کہ یہ غیر اسلامی قوانین بنانے میں از خود کوئی رکاوٹ بن سکے۔ رہی سہی کسر جنرل پرویز مشرف کے دور میں تحفظِ نسواں بل نے نکال ڈالی جس میں زنا کے جواز کے لیے زنا بالرضا اور زنا بالجبر کی اصطلاح گھڑی گئی جو کہ اسلام کے منافی ہے۔ اس سے وہ زنا ناقابلِ گرفت بن گیا جس میں فریقین راضی ہوتے ہیں۔ اس پر کسی قسم کی سزا نہیں اور ریپ [زنا بالجبر] کے کیس میں بھی غیر اسلامی سزا دی گئی ہے۔ اس سے آئین کے 'کلمے' کا رہا سہا بھرم بھی جاتا رہا۔ یہ کلمہ شاید بکتر بند قسم کے کسی میٹیریل سے بنا ہے کہ اس میں خدا کی جتنی نافرمانی، بغاوت اور سرکشی ڈالی جاتی ہے اس سے نہ تو اس پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ہی اس میں شکست وریخت کے کوئی آثار پیدا ہوتے ہیں......

اس موضوع پر مزید مطالعے کے لیے دیکھیں:

- 'سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ'، از فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری
- 'ادیان کی جنگ... دینِ اسلام یا دینِ جمہوریت'، از حضرت مولانا عاصم عمر
- 'کیا ووٹ ایک مقدس امانت ہے'، از شیخ حامد کمال الدین
- 'The Quest for Islamization in Pakistan: The Legal Way', by Chief Justice Shariah Court (Late) Gul Muhammad
- 'قراردادِ مقاصد میں وائرس'، از اکرم خان مہندس سوری

★★★★★

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں

حامد میر

ناکامی یا غلطی کو تسلیم کرنے والے لوگ بہادر کہلاتے ہیں۔ ناکامی پر بہانے تراشنے اور ناکامی کو چھپانے کے لیے جھوٹ بولنے والے لوگ صرف بزدل نہیں بلکہ ناقابل اعتبار بھی ہوتے ہیں۔ پاکستانی قوم سے بھی ایک بہت بڑی ناکامی کو چھپایا جارہاہے۔ جو بھی اس ناکامی کی وجہ جاننے کے لیے سوال اٹھائے گا اسے غدار، کرپٹ اور نجانے کیا کیا کہا جائے گا لیکن سوال تو اٹھے گا اور اس مرتبہ غدار اور کرپٹ اہل صحافت کو میڈیا ٹربیونلز سے ڈرانے والوں کو جواب بھی دینا پڑے گا۔

سوال یہ ہے کہ گیارہ ستمبر (۲۰۱۹ء) کو پاکستان کے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے جنیوا میں یہ دعویٰ کیا کہ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل میں پاکستان نے پچاس سے زیادہ ممالک کی حمایت سے ایک مشترکہ بیان پیش کر دیا ہے جس میں بھارت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ مقبوضہ جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی بند کرے۔

بھارت نے فوری طور پر شاہ محمود قریشی کے اس بیان کو مسترد کر دیا اور کہا کہ پچاس سے زائد ممالک کی حمایت کا دعویٰ جھوٹ ہے۔

اگلے دن ۱۲ ستمبر کو پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان نے ایک بیان میں دعویٰ کیا کہ اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل میں پاکستان کی جانب سے پیش کئے گئے بیان کو ۵۸ ممالک کی حمایت حاصل ہے اور عمران خان نے ان تمام ممالک کا شکریہ بھی ادا کر دیا۔

بھارت نے اس بیان کی بھی تردید کر دی لیکن پاکستانی قوم کو یہی بتایا گیا کہ مسئلہ کشمیر پر پاکستان کو زبردست سفارتی کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں اور ۲۷ ستمبر کو وزیر اعظم عمران خان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں نریندر مودی کو بے نقاب کر دیں گے۔

پاکستان کو اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل میں ۱۹ ستمبر تک بھارت کے خلاف ایک قرارداد پیش کرنا تھی تاکہ اس قرارداد کی روشنی میں مقبوضہ جموں و کشمیر کی صورتحال پر کونسل کا خصوصی اجلاس بلایا جاسکے۔ اس قرارداد کو پیش کرنے کے لیے پاکستان کو کونسل کے سینتالیس (۴۷) میں سے صرف سولہ (۱۶) رکن ممالک کی حمایت درکار تھی۔

۱۹ ستمبر کو دوپہر ایک بجے کی ڈیڈ لائن تھی۔ میں نے صبح سے اسلام آباد کے دفتر خارجہ اور جنیوا میں اہم لوگوں سے رابطے شروع کیے تاکہ پاکستان کی قرارداد کی حمایت کرنے والے ممالک کے نام پتا چل سکیں۔

پہلے کہا گیا فکر نہ کریں تھوڑی دیر میں قرارداد جمع ہونے والی ہے پھر نام بتائیں گے۔

جب ڈیڈ لائن گزر گئی تو کہا گیا کہ قرارداد تو جمع ہی نہیں ہوئی۔ یہ سُن کر میں نے پوچھا کہ ہمارے وزیر اعظم نے ۵۸ ممالک کی حمایت کا دعویٰ کیا تھا آپ کو تو صرف سولہ ووٹ درکار تھے پھر قرارداد جمع کیوں نہ ہوئی؟ کہا گیا شاہ محمود قریشی صاحب سے پوچھیے۔ تو جناب سوال بڑا سادہ ہے۔

اگر آپ کے پاس سولہ ممالک کی حمایت نہیں تھی تو آپ نے ۵۸ ممالک کی حمایت کا دعویٰ کیوں کیا اور اگر آپ کے پاس مطلوبہ حمایت موجود تھی تو آپ نے اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل میں قرارداد کیوں جمع نہ کرائی؟ کیا چکر چل رہے ہیں اور کون کس کو چکر دے رہا ہے؟

میرے سادہ سے سوال کا جواب یہ نہیں ہے کہ تم غدار ہو، تم بلیک میلر ہو، تم کرپٹ ہو۔ مجھے یہ جاننا ہے کہ اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل کے سینتالیس (۴۷) ارکان میں چین شامل ہے، سعودی عرب، قطر، بحرین، عراق، نائیجیریا، تیونس اور صومالیہ شامل ہیں۔

ان مسلم ممالک کے علاوہ اس کونسل میں ٹوگو، برکینا فاسو، سینی گال اور کیمرون بھی شامل ہیں جو او آئی سی کے رکن ممالک ہیں۔

پاکستان ان مسلم ممالک کی حمایت کیوں حاصل نہیں کر سکا؟ اس کونسل میں افغانستان اور بنگلہ دیش بھی شامل ہیں۔

ان دونوں مسلم ممالک کے عوام کشمیریوں کے ساتھ ہیں لیکن حکومتیں بھارت کے ساتھ ہیں لیکن کیا پاکستان نے ڈنمارک کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے ممالک پر تجارتی پابندیاں عائد کرنے کا حامی ہے؟

اگر سولہ ممالک کی حمایت نہیں مل سکی تو یہ اس لیے ایک بڑی ناکامی ہے کہ اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل خود اپنی حالیہ رپورٹ میں مقبوضہ جموں و کشمیر کی صورتحال پر تشویش کا اظہار کر چکی ہے لہٰذا اس معاملے کو خصوصی اجلاس میں زیر بحث لانے کے لیے سینتالیس میں سے سولہ ممالک کی حمایت حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

چلیں اگر سولہ ممالک کی حمایت حاصل کرنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑ گیا تو کوئی بات نہیں، لیکن ناکامی کو چھپانے کے لیے ۵۸ ممالک کی حمایت کا دعویٰ کیوں کیا گیا؟

کیا پاکستانی قوم کے ساتھ جھوٹ بول کر آپ کشمیر کے مقدمے کو مضبوط کر رہے ہیں یا کمزور؟

اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل کا اجلاس ۲۷ ستمبر کو ختم ہو جائے گا۔ اس دن نیویارک میں وزیر اعظم عمران خان نے جنرل اسمبلی کے اجلاس سے خطاب کرنا ہے۔

ہمیں یہ تو نہیں بتایا جارہا کہ ۱۹ ستمبر کو پاکستان نے جنیوا میں قرارداد کیوں پیش نہ کی؟ ہمیں بار بار کہا جارہا ہے کہ ۲۷ ستمبر کو عمران خان جنرل اسمبلی میں مودی کے پرنچے اڑا دیں گے۔ اس جنرل اسمبلی میں پہلی دفعہ کوئی پاکستانی وزیر اعظم مسئلہ کشمیر نہیں اٹھائے گا۔

میں نے اس جنرل اسمبلی میں ۱۹۹۵ء میں بے نظیر بھٹو کی تقریر سنی تھی جس پر میرے ساتھ بیٹھے ہوئے بھارتی صحافیوں کے پسینے چھوٹ گئے تھے۔

۲۰۱۶ء میں نواز شریف نے اسی جنرل اسمبلی میں کشمیری مجاہد برہان وانی کو خراجِ تحسین پیش کیا تو پورے بھارت میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ یقیناً عمران خان بھی جنرل اسمبلی میں ایک دھواں دھار تقریر کریں گے لیکن کشمیریوں کو صرف تقریروں کی نہیں عملی اقدامات کی بھی ضرورت ہے۔ اگر آپ بھارت سے جنگ نہیں کر سکتے تو کم از کم جنیوا میں سولہ ممالک کی حمایت سے ایک قرارداد تو پیش کر سکتے تھے لیکن افسوس کہ قرارداد پیش کرنے کے معاملے میں پاکستانی قوم کیساتھ دھوکہ کیا گیا۔

اگر ہم کشمیر کے معاملے پر اپنوں کیساتھ سچ نہیں بولیں گے تو دنیا کو کیا سچ بتائیں گے؟ ہمیں کہا جا رہا ہے کہ کشمیر کی لڑائی میڈیا نے لڑنا ہے کیونکہ میڈیا فرنٹ لائن آف ڈیفنس ہے۔

یہ لڑائی ہم نے پہلے بھی لڑی تھی، آئندہ بھی لڑیں گے۔ میڈیا ٹربیونلز کی زنجیریں پہن کر بھی لڑیں گے۔

ان زنجیروں کو بھی توڑیں گے اور کشمیریوں کی زنجیروں کو بھی توڑیں گے لیکن خدارا کشمیر کے نام پر دھوکہ دہی بند کی جائے۔ اپنی سیاسی و معاشی ناکامیوں سے توجہ ہٹانے کے لیے کشمیر کے نام پر شور نہ مچایا جائے۔

کشمیر کا مسئلہ صرف گرجنے سے نہیں بلکہ برسنے سے حل ہو گا کیونکہ جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔

آپ کے سوالات

ادارہ 'نوائے افغان جہاد'، 'آپ کے سوالات...' کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین ادارہ 'نوائے افغان جہاد' سے سوالات پوچھ سکیں گے جن کے جوابات، ماہانہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

اپنے سوالات درجِ ذیل برقی پتے(email) پر ہمیں بھیجیے:

editor@nawaiafghan.com

اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھیے!

''میرے محبوب بھائیو! جہاد کو دانتوں سے تھامے رکھیے، اور اس راہ کی رکاوٹوں کی پرواہ کیے بغیر اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا سفر جاری رکھیے۔ حوصلے بلند رکھیے، عزائم مضبوط کیجیے، کمر کس لیجیے، ابھی تو آغازِ سفر ہے، بہت سا کام باقی ہے، بہت سے قرض ایسے ہیں جن کو چکانا تا حال ہمارے ذمے ہے۔ ابھی تک ہزاروں بے گناہ بھائی بہن جیلوں میں پڑے تڑپ رہے ہیں جن کو چھڑانا باقی ہے، ابھی تک امارتِ اسلامیہ افغانستان کے ان معزز قائدین کا بدلہ لینا باقی ہے جنہیں پاکستان کی خفیہ جیلوں میں شہید کیا گیا، ابھی تک مفتی نظام الدین شامزئی، مولانا عبد الرشید غازی، مولانا ولی اللہ کابل گرامی، مولانا نصیب خان اور دیگر ان گنت علمائے کرام کے قاتلوں سے حساب چکانا باقی ہے، ابھی تک اس پاک سرزمین پر ناپاک امریکی فوجی، امریکی خفیہ اہلکار، امریکی جنگی سازوسامان سے لدے ٹرک، سب دندناتے پھرتے ہیں جن کو یہاں سے اٹھا باہر پھینکنا باقی ہے، ابھی تک بہت سی ایسی گستاخ سیکولر اور زندیق زبانیں اسلام کے خلاف زہر اگل رہی ہیں جن کو لگام ڈالنا باقی ہے، ابھی تک وہ دشمنِ دین ادارے باقی ہیں جو نسل نو کو شہوات و شبہات کے بھیانک سیلاب میں غرق کرنے کے ذمہ دار ہیں، ابھی تک بدی کا یہ نظام باقی ہے جو اس ملک کے تمام مسائل کی جڑ ہے، ابھی تک اس شرعی نظامِ خلافت کا قیام باقی ہے جو اس امت کے مسائل کا حل اور اس کے دکھوں کا مداوا ہے!''

(شہید عالمِ ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ)

پیغامِ اسلام

THE MESSAGE OF ISLÂM

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

#PaighamеIslam

پاکستان کا مقصد کیا... لا الٰہ الا اللہ!

قسط اوّل

اسلام ہی اس ملک کی بنیاد و بقا ہے

قسط دوم

کیا پاکستان ... ایک اسلامی ریاست ہے ؟

قسط سوم

نفاذِ دین کا راستہ ... کیا پر امن جدوجہد (عدمِ تشدد) ہے ؟

قسط چہارم

(آخری قسط)

- پاکستان کی بنیاد و بقا کیا ہے؟
- کیا وطنِ عزیز میں اسلام نافذ ہے؟
- کیا پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے نفاذ کا راستہ......دعوت و جہاد ہے یا جمہوریت و عدمِ تشدد؟

نت نئے اعلانوں، بیانیوں اور پیغاموں کے غلغلے میں......پیغامِ اسلام کیا ہے؟

دیکھیے: چار حصوں پر مشتمل دستاویزی فلم...... **پیغامِ اسلام**

ادارہ السّحاب، برِّصغیر

As-Sahab Media (Subcontinent)

پیغامِ اسلام (قسط سوم و چہارم)

حسین شاکر مبصر

نام: پیغامِ اسلام
صنف: دستاویزی فلم
نشر و پیش کش: ادارہ السّحاب برِّ صغیر
زبان: اردو (عربی و بنگلہ اور انگریزی زبانوں میں بھی تراجم موجود ہیں)
دورانیہ: ایک گھنٹہ تقریباً
نشر شدہ حصے: چار اقساط
موضوع: برِّ صغیر میں غلبۂ اسلام کی تحریک کی تاریخ، عقیدۂ اسلام، اسلامی ریاست، نفاذِ دین کا راستہ
ہیش ٹیگ: #PaighameIslam

قارئین کرام! ادارہ السّحاب برِّ صغیر نے پیغامِ اسلام نامی اپنی دستاویزی فلم کا تیسرا حصہ بعنوان 'کیا پاکستان... ایک اسلامی ریاست ہے؟'، نشر کر دیا۔

ہم نے جو اندازہ پچھلے تبصرے و جائزے میں لگایا تھا، وہ صحیح ثابت ہوا۔ قیامِ پاکستان کا پس منظر، مقصد، تاریخ اور بعد از قیامِ پاکستان یہاں نظام کے حوالے سے کی جانے والی کوششوں کے پہلی دو اقساط میں بیان کے بعد، تیسری قسط میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کیا واقعی پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟ یا بوتل پر اسلامی ریاست اور حلال کا لیبل لگا کر وہی پرانی انگریزی ایکٹوں اور کالے قوانین کی شراب بیچی جا رہی ہے۔

فلم میں پاکستان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام کا تجزیہ کر کے دلائل و براہین اور مثالوں سے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ ریاستِ پاکستان... جسے کہنے والے مدینہ ثانی کہنے سے بھی نہیں چوکتے... کی کشتی کے ناخدا، اس کو لیے جس راستے پر گامزن ہیں، وہ راستہ والیٔ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ وہ سیکولرازم، مادہ پرستی، دین بیزاری اور حبِّ دنیا کا راستہ ہے جو بالآخر دنیاوی تنزل و تباہی اور اخروی بربادی و رسوائی پر منتج ہوتا ہے۔

ملک کے معاشی نظام کی بنیاد سود پر کھڑی کی گئی ہے، یعنی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی جنگ پر۔ یہاں کا نظام یعنی آئین و دستورِ پاکستان... اللہ کی نازل کردہ شریعت سے متصادم، اور انگریز کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہے۔ معاشرے میں امر بالمنکر اور تعاونوا بالإثم و العدوان کا دور دورہ ہے۔ نہی عن المعروف کے لیے نیا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ عوام الناس کے لیے دین پر عمل کرنا اور نیکیوں کو فروغ دینا مشکل سے مشکل تر بنایا جا رہا ہے۔ دین پر عمل کرنے والوں کو دہشت گرد، شدت پسند اور بنیاد پرست جیسے القابات سے نواز کر قابلِ گردن زدنی قرار دیا گیا ہے۔ خارجہ پالیسی یہ ہے مسلم اخوت و بھائی چارے کے رشتے کو قطعی طور پر فراموش کر کے، ہر اس کافر اور دشمنِ دین و خدا کا ساتھ دینا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے جو چند ڈالروں کے عوض ہماری خدمات خرید سکے۔

جس فوج و حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر مرزائی بیٹھے ہوں، جس کا حالیہ چیف مرزائی خاندان سے منسوب ہو، اس سے اسلامی کی توقع کیسی؟

اس پر طرّہ یہ کہ اسلامی ریاست ہے، خدا کے قریبی ہیں ہم؟ فلم میں اس بات کی طرف دعوتِ فکر دی گئی ہے کہ کیا اپنی حالیہ روش کے ساتھ، پاکستان یا کوئی بھی ریاست، 'اسلامی' کہلا سکتی ہے؟

ریاستِ پاکستان کی بیماریوں اور مسائل کی تشخیص کے بعد، چوتھی اور آخری قسط میں حل کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

ع علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

ریاستِ پاکستان اور اس کے عوام کا بنیادی مسئلہ دین سے دوری ہے۔ اور اس بیماری کا واحد حل اور علاج بھی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی اجلی و پاکیزہ شریعتِ مطہرہ اور دینِ اسلام کے ملک میں نفاذ ہی میں پنہاں ہے۔ یہ تو ہوا اس مرض کا تریاق۔ مگر سوال یہ ہے کہ مریض کو یہ تریاق دیا کیسے جائے گا؟ کیا ننگ دھڑنگ گاندھی و قادیانی کے پیش کردہ عدم تشدد کے طریقوں سے؟ یا اسی طریقے سے جس سے پہلی بار بھی شافی وہادی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اس بیمار دنیا کا علاج کیا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ اس دین کے نفاذ کا ایک ہی طریقہ اور ایک ہی راستہ ہے۔ وہی طریقہ جو چودہ سو سال قبل، اس دین کے داعی و مبلغ اعظم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اختیار کیا تھا۔ یہ دین آج بھی اسی راستے پر چل کر نافذ ہو گا، انہی سنگ ہائے میل سے گزر کر قائم ہو گا، جن سے گزر کر پہلے اس دین کی عمارت کو قائم کیا گیا تھا۔ وہی بدر کا میدان سجے گا، احد کے انہی اسباق کو دہرانا ہو گا، احزاب کے دستے ایک بار پھر میدان میں اتریں گے اور ان کے مقابل ہمیں ایک بار پھر نبی ملاحم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے، شمشیر بکف ہو کر جمہوریت و لادینیت، وطنیت و قومیت کے ان تمام دشمنِ خدا و دشمنِ دین بتوں کو توڑنا ہو گا، جنھوں نے مخلوقِ خدا کو زنجیروں میں جکڑ رکھا ہے۔

ہمارے لیے نمونہ سید احمد شہید کی اس تحریک و سیرت میں ہے جس کا بیان آپ سید احمد شہید رحمہ اللہ نے خود فرمایا۔ جیسے آج کچھ لوگ اسلحے اور جہاد کو 'غیر' شرافت بتلاتے ہیں... جب نوجوان سید احمد شہید تلوار و طمنچہ، گولیوں کے پٹکے اور بندوق سے حضر شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ کی محفل نظر آئے تو ایک 'شریف زادے' نے اعتراض کیا۔ اس پر حضرت سید احمد شہید نے فرمایا:

"(یہ سپر و تلوار یعنی ہتھیار) وہ اسبابِ خیر و برکت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عنایت فرمائے تھے تاکہ کفار و مشرکین سے جہاد کریں اور خصوصاً ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سامان سے تمام کفار و اشرار کو زیر کر کے جہان میں دینِ حق کو روشنی بخشی، اگر یہ سامان نہ ہوتا تو ہم نہ ہوتے اور اگر ہوتے تو خدا جانے کس دین و ملت میں ہوتے۔"

یہ وہ الفاظ ہیں جو ڈھائی سو برس ہونے کو آئے لیکن تازہ ہیں، وہی اعتراض ہے اور یہی اس کا جواب۔ مرزا قادیانی کا مشن فقط نیا تحریف شدہ دین بنانا تو نہ تھا... اصل مشن تو حبِ خداوندی سے سرشار مسلمانوں کو عدمِ جہاد کا نظریہ بخشنا تھا اور کہتے اس کو عدمِ تشدد تھے۔ آج بھی تو یہی دین ہے۔ غامدی جیسے شیخ کلیسانواز بھی تو اسی مرزائی مشن کو لے کر آگے چل رہے ہیں!

پھر بات یہ ہے کہ عدمِ تشدد کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دعوت کسی خاص مکتبِ فکر کی دعوت نہیں... اہلِ سنت کے تمام مکاتبِ فکر یہی دعوت دیتے آئے ہیں اور اہلِ سنت کا ہی مشرب اسی ہجرت و جہاد کے ابواب رقم کرنے کی دعوت دے رہا ہے اور اسی کو نفاذِ شریعت کا طریقہ بتا رہا ہے۔ جہاد ہی کو اپنا تعارف بتا رہا اور اسی میں بقا کا راستہ دیکھ رہا ہے۔

ماشاء اللہ، اس فلم میں علمائے کرام کے کئی نادر ویڈیو کلپ بھی شامل کیے گئے ہیں، خاص کر مولانا مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ کا ویڈیو کلپ...... جس کی خاص بات یہ ہے کہ یہ ایک ایسی کانفرنس کی ریکارڈنگ ہے جو سنہ ۱۹۹۹ء میں منعقد ہوئی اور حضرت مفتی شہید اس زمانے میں اس نظامِ باطل اور لادین حکمرانوں کے خلاف مسلح جہاد کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

انہی ویڈیو کلپس میں سے ایک مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا بھی کلپ ہے جو جمہوریت، اس کی بے دینی اور اس میں جو چلا جائے تو اس کا کردار کس طرح سرمایہ دارانہ ہو جاتا ہے کو بیان کرتا ہے۔

یہ فلم خالی خولی دعووں پر محیط نہیں بلکہ ہر ہر حصہ فلم کے مصادر و مراجع کا بیان بھی کرتا ہے۔ فلم کے مراجع و مصادر میں سے چند کا یہاں ذکر دینا بھی صائب ہو گا کہ ان کا مطالعہ ہمارے سامنے نئی جہتیں اور پرانے چراغوں کی سدا بہار روشنی کا سامان کرے گا۔

- تاریخ دعوت و عزیمت، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ
- تحریکِ مجاہدین، مولانا غلام رسول مہر رحمہ اللہ
- تحریکِ ریشمی رُومال، مولانا سید محمد میاں رحمہ اللہ
- بصائر و عبر، علّامہ سیّد محمد یوسُف بنوری رحمہ اللہ
- اسلامی مملکت کے بنیادی اصول-۲۲ نکات، پاکستان کے اکابر علمائے کرام رحمہم اللہ
- سپیدۂ سحر اور ٹمٹماتا چراغ (آئینِ پاکستان کا شرعی محاکمہ)، فضیلۃ الشیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ
- عصرِ حاضر میں جہاد کی فکری بنیادیں، ڈاکٹر محمد سربلند زبیر خان شہید رحمہ اللہ

جہاں فلم کے موضوعات اور میں تحقیقی کام پر بات ہوئی ہے تو وہی پرانی بات دوبارہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ فلم جیسے اہلِ سنت کی دعوت کو بیان کر رہی ہے تو بالکل ایسے ہی اہلِ ست کے تمام طبقات کی نمائندگی بھی اس میں ہے، اللہ پاک اس کے بنانے والوں اور نشر کرنے والوں اور اس میں حصہ ڈالنے والوں کو دنیا و آخرت میں بہترین بدل عطا فرمائے۔

پیغامِ اسلام کے باقی دو حصے یعنی 'کیا پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے؟' اور 'نفاذِ دین کا راستہ کیا پر امن جد و جہد (عدمِ تشدد) ہے؟' ضرور دیکھیے۔ اسی حدیث پر ہم اپنی بات کا بھی اختتام کرتے ہیں جس پر یہ نادر دستاویزی فلم کا سلسلہ تھا ہے... بلکہ خود تو تھا ہے لیکن ایک دعوتِ عمل دے گیا ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى أَمْرِ اللَّهِ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّهِمْ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ عَلَى ذَلِكَ۔

"میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم کی خاطر لڑتا رہے گا اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گا۔ جو ان کی مخالفت کرے گا وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا یہاں تک کہ قیامت واقع ہو جائے گی اور یہ گروہ اللہ کے راستے پر قائم ہو گا۔" (صحیح مسلم)

☆☆☆☆☆

علمائے کرام ہی مجاہدین کے حقیقی قائد ہیں!

"بلاشبہ مجاہدینِ امتِ مسلمہ کا وہ ہراول دستہ ہیں جو اپنے خون تک کا نذرانہ پیش کرنے سے دریغ نہیں کرتے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں بے کم و کاست اس رستے میں کھپا دیتے ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ مجاہدین کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اپنی ہر قیمتی متاع اس راہ میں لٹانی پڑتی ہے۔ انہیں حالات کی ناسازگاری اور امت کے مسائل جیسے آلام و مصائب کا مسلسل سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاہم ان سب سے بڑھ کر جس مصیبت کا سامنا مجاہدین کو کرنا پڑتا ہے وہ ان میں سے علماء کا اٹھ جانا ہے۔ وہ علماء کرام جو انبیاء کے وارث ہیں اور جن کے لیے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی احادیث میں خصوصیت کے ساتھ اور کثرت کے ساتھ مدح اور تعریف کے الفاظ استعمال فرمائے۔ کیونکہ یہ علماء ہی ہیں جو مجاہدین کی رہنمائی اور قیادت کے فرائض سر انجام دیتے ہیں۔ اور ان کے خون کا اصل مول ڈالتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ حقیقی ثمرات حاصل کیے جا سکیں جن کے نتیجے میں اسلامی سلطنت قائم ہو جس میں ضعیف کو اس کا حق مل سکے۔"

(مرابط و مجاہد شیخ ابو لیث القاسی شہید رحمہ اللہ)

میر الاشئہ پامال دیکھو ذرا... زندگی ہی تو ہے!

شہید مجاہد کمانڈر حاجی ملا عبد الجبار اخوند رحمہ اللہ کی یاد میں

محمد ہارون معاویہ

کوئی بھی اجتماعی محفل ایسی نہ ہوتی جہاں آپ امیر المومنین عمر ثالث رحمہ اللہ کا تذکرہ نہ کرتے۔ زمانہ طالب علمی میں روس کے خلاف جہاد میں مجاہدین پاکستان کے قائد و مربی تھے، مدرسے میں پڑھتے بھی تھے، تشکیلیں بھی کرتے تھے، تربیتی دورے بھی کرواتے تھے اور خود جنگوں میں شامل بھی ہوتے تھے۔ روس فرار ہوا تو سیاست دان ہڈیوں پر لڑتے رہے آپ اپنے نوجوان لیے تاجکستان کے اندر مصروف جہاد ہو گئے، وہاں علم ہوا کہ قندھار کا کوئی خدا مست نفاذِ شریعت کی صدائیں لگاتا اٹھ کھڑا ہوا ہے تو پاکستانی مہاجرین میں آپ اُن اولین خوش قسمتوں میں سے ہیں جنھوں نے سب سے پہلے امیر المومنین کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کشمیری جہادی جماعتوں کے اتحاد حرکت الانصار کے سپریم کمانڈر تھے، عسکری امور سب بذات خود دیکھتے تھے۔ مگر خراسان سے محبت کچھ زیادہ ہی تھی اور ادھر ہی زیادہ توجہ دیتے تھے۔ امارت اسلامیہ میں کئی محاذوں کی ذمہ داری براہ راست آپ کے مجموعے کے سپرد تھی، اکثر محاذوں پر بذات خود قیادت کرتے، جیسا کہ سقوط کے وقت بگرام کے محاذ پر قائد تھے۔

روس دور اور امارت دور میں پاکستان کی طرف سے افغانستان کی سمت جہاد کے لیے جانے والے پروانوں کی بہت بڑی تعداد آپ ہی کے مراکز کی سمت متوجہ ہوتی تھی، جہاں اسامہ نذیر رحمہ اللہ اور بھائی فاروق جیسے شیر ان کو کفر پر غضبناک کرتے اور پھر یہ مجاہدین بھائی سلطان ایوبی، کمانڈر مسیر، سیف الرحمان سیفی جیسے شاہینوں کی قیادت میں کفر یہ کرگسوں کو نوچ پھینکتے۔

آپ کے ساتھ کتنے ہی ہندوستانی، برمی، بنگالی اور ایرانی مجاہدین بھی تھے۔ جن کی شہادت کو کئی سال گزرنے کے باوجود آپ ایک ایک کا تذکرہ اس کی عادتیں بتا کر کرتے، اور نئے ساتھی بہت ہی دلچسپی سے کمانڈر صاحب رحمہ اللہ کا یہ انداز دیکھتے اور اپنے پیشرووں کی یادیں ذہن میں بٹھاتے۔

سقوطِ امارتِ اسلامیہ افغانستان کے بعد جب ہمارے "محسن" مہاجرین کے سودے کر رہے تھے تو آپ رحمہ اللہ کے ایک دیرینہ ساتھی نے کئی مہاجر خاندانوں کو بحفاظت ان کے ممالک تک پہنچایا۔

تاجکستان، ہند، افغانستان اور کشمیر کے سینکڑوں شیروں کے اس روحانی باپ کی استقامت کا نظارہ تو چشم فلک نے یوم تفریق ۱۱/۹ کے بعد کیا۔ جب معیارات بدل گئے اور منافقین کھل کر اپنے جھوٹے معبودوں کے در پر جھکنے لگے تو آپ نے خطہ خراسان ہی کو لازم پکڑا، کشمیر پالیسی نامی ڈھکوسلے کے دام میں نہیں آئے، جہاد کو نہیں بیچا، غلاظت سے مزین سیاست کو بھی نہیں اپنایا، اپنے "سافٹ امیج" کے لیے این جی او چلانے والا بننے کی کوشش بھی نہیں کی۔

کمانڈر صاحب رحمہ اللہ اور آپ کے مجموعے کی شوریٰ و صوبائی قیادتیں جب سقوط امارت کے بعد پاکستانی فوج کے خائنین نے گرفتار کر لیں تو اس سے قبل ہی آپ رحمہ اللہ اپنا اکثر عسکری نظام جہاد افغانستان میں اتار چکے تھے۔ جس کے تحت آپ سے وابستہ جوانوں نے امریکی و نیٹو افواج کے خلاف کئی تاریخی فتوحات حاصل کیں۔ خوست اور بگرام کے امریکی اڈوں میں آپ کے شیروں نے سینکڑوں امریکیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اسی اثناء میں حقانی صاحب کی ترتیب کے استشہادی عملیات کے شعبے کو درجنوں فدائی بھی مہیا کیے گئے۔

بالآخر جب پاکستان میں فطرت پانی کی مانند ریت کی رکاوٹوں کو عبور کرنے لگی اور پاکستان کے امریکی محلات کے نیچے سے زمین سرکتی نظر آئی تو اللہ نے آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو رہائی عطا فرمائی۔

آپ رحمہ اللہ دفاعِ پاکستان کونسل کا بھی حصہ رہے لیکن جب دفاع پاکستان کونسل نے نہ تو نیٹو سپلائی کے روٹ روکے اور نہ ہی پاکستان میں امریکی مفادات کی گھیرابندی کی تو آپ فوراً بغیر کسی چوں چراں کے اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس موقع پر بھی مداہنت و سستی کی منحوس بلاؤں نے خدمت خلق اور سیاست کے دام بہت مزین کر کے بڑے بڑے برج خود میں سمیٹ لیے، مگر اللہ کی رحمت کمانڈر صاحب پر یہاں بھی مہربان ہی نظر آئی۔ آپ رحمہ اللہ یہاں سے بھی دامن بچا کر گزر گئے۔

یہ وقت آپ اور آپ کے مجموعے کا دورِ عروج تھا، میران شاہ، کچلاک، چمن، پشین، سیگی اور شراوک کی تربیت گاہیں شاہین صفت نوجوانوں سے بھر گئیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں نوجوانوں نے یہاں سے جہاد جانا اور فنون حرب سیکھے۔ خراسان میں محاذوں کے محاذ آپ کی جانب سے بھیجے گئے، سندھی و پنجابی نوجوانوں سے پر ہو گئے۔ ۱۰ رمضان المبارک، ۱۴۳۵ھ میں آپ رحمہ اللہ سے وابستہ دس نوجوانوں نے ہر دلعزیز کمانڈر پردیسی تقبلہ اللہ کی قیادت میں قندھار شہر میں گورنر ہاؤس اور پولیس ہیڈ کوارٹر پر شاندار حملہ کیا۔ اس میں ایک برادر مجموعے کے ساتھی بھی فدائیوں میں شریک تھے۔ اور ایسے نجانے کتنے ہی عظیم حملے آپ رحمہ اللہ کے نامۂ اعمال میں موجود آپ کی درجات کی بلندی کا سبب ہوں گے، نحسبہ کذالک۔

پھر اس بزرگی کی عمر میں محض اوامر جاری کرنے والی قیادت نہیں کی بلکہ بذات خود ایک ایک ماہ میں محاذوں کے کئی کئی دورے، اور دیگر وقت معاونین سے ملاقاتیں کر کے مجاہدین کے لیے سرمایہ جمع کرتے۔ راقم کو صحیح یاد نہیں مگر غالباً ۲۰۱۵ء ہی میں ہمیں محاذوں پر علم ہوا کہ ولایت قندھار کی معروف ولسوالی میں بدنام زمانہ سرحدی فوجی اڈے کو کمانڈر صاحب کے ساتھیوں

نے فتح کرلیا ہے۔ اس معرکے کی قیادت کمانڈر صاحب رحمہ اللہ نے خود کی تھی۔

خیر... آزمائشیں تو فتوحات سے قبل اہل ایمان پر اللہ کی سنت ہی ہیں۔ کمانڈر صاحب اور انکے مجموعے پر مشکلات پہلے ضرب کذب اور پھر رد الفساد کے ساتھ پے درپے آتی گئیں، مگر صدارتی محل سے جاری ہونے والا ''متفقہ فتوی'' اور پھر سینکڑوں دستخطوں سے تصدیق شدہ ردِ جہاد بیانیہ یعنی ''پیغام پاکستان''، قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس خطے میں خیموں کی مزید تقسیم کا سبب بنا۔ پیغام پاکستان کے جاری ہوتے ہی آپ رحمہ اللہ نے شہری اور میدانی تمام ذمہ داروں کا اجلاس طلب کیا اور انہیں واضح بتادیا کہ نظریۂ جہاد پر قائم رہنے کے لیے قربانیوں اور عزیمت کا وقت آن پہنچا ہے۔ کمانڈر صاحب رحمہ اللہ نے بذات خود ڈٹ رہنے کا عزم کیا، ساتھیوں کو اس کی نصیحت کی اور دوبارہ اسی تندہی سے راہ جہاد کے راہی ہوگئے۔ آئے دن ہی امریکہ کے مؤکل ''آبپارہ کے جنات[1]'' کا پیغام ملتا کہ اپنا کام خود ہی سمیٹ لیں وگرنہ ہم کچھ کریں گے... جواب کام میں مزید تیزی اور تندہی سے ملتا۔ شاید کمانڈر صاحب رحمہ اللہ جان گئے تھے کہ اس وقت اللہ کے لیے جتنا زیادہ کام ہو سکے اتنا زیادہ کرلیا جائے۔ جاجی کی تشکیل میں محاذوں پر موجود ایک ساتھی کے مطابق شہادت سے قبل چند ماہ میں آپ رحمہ اللہ دو درجن سے زائد مرتبہ محاذوں پر آئے۔ کئی جدید اور دیرپا ترتیبات جاری کیں۔ پلوامہ حملے کے بعد بھارتی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے گرفتار کرلیے گئے، کفر جہاد چھوڑنے کا مطالبہ دہراتا رہا اور آپ آل یاسر کی مانند انکار ہی کرتے رہے، جب دیکھا کہ بوڑھا سمیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہے نہیں مانے گا، تو کارگل اور ڈھاکہ میں ہتھیار اور وردی تک جان کے بدلے ہندوؤں کو بیچ دینے والے دلیروں نے کہیں انجان پہاڑوں میں لے جاکر ایسا عظیم شیر شہید کرڈالا۔ اس حالت میں کہ اس خدا دوست کے دونوں ہاتھ کمر پر بندھے تھے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اللہ تعالی کمانڈر صاحب رحمہ اللہ کی شہادت کو قبول فرمائیں، آپ کے درجات کو بلند فرمائیں، دنیا میں آپ کا انتقام آپ کے تلامذہ اور محبین ہی کے ہاتھوں وصول کریں، آپ کے پاکیزہ خون کو پاکستان میں نافذ نظام کے بدترین انجام اور احیائے خلافت کا سبب بنائیں۔

کمانڈر صاحب رحمہ اللہ کسی خاص مجموعے کا ورثہ نہیں ہیں وہ ہر تنظیم و جماعت سے وابستہ مجاہدین کے اتنے ہی محبوب ہیں جتنا کہ تحریکِ غلبۂ اسلام کے۔ یہ امت ایک ہی امت ہے اور ہم فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایک جسم یا ایک مٹھی کی مانند ہیں۔

رکنی بلوچستان کے برساتی نالے میں پڑا امت کے اس انمول بوڑھے شیر کا لاشہ امت کے لیے دعوتِ جہاد ہے اور جوانوں کو پیغام دے رہا ہے کہ سفید داڑھی، کمزور ہوتے قویٰ اور جھکتی کمر کے باوجود اللہ کے شیر میدانِ قتال میں قتل ہوتے ہیں......

؎ میرے بعد میرے بیٹو! یہ جہاد کرتے رہنا

بلاشبہ بعد از شہادت یہ مسکراتا چہرہ اپنی کامیابی کی نوید سنا رہا ہے......

میرا انام اعمال دیکھو ذرا... روشنی ہی تو ہے!

میرا لاشہ پامال سمجھو ذرا... زندگی ہی تو ہے!

''ہاں یہی زندگی ہے میرے دوستو!''

★★★★★

ہم اپنے عقیدے کی خاطر لڑتے ہیں!

مولانا مفتی ولی الرحمٰن محسود شہید رحمہ اللہ نے فرمایا

''ہمارا اصل مقصد امریکیوں کے خلاف لڑنا ہے۔ اس صلیبی یلغار کا مقابلہ کرنا ہے۔ البتہ ہمارے ان ناعاقبت اندیش حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے...... کہ جب امریکی صدر بش کی طرف سے ان پر دباؤ آیا اور ہمارے ملک کے ڈکٹیٹر نے ایک ٹیلی فون کال پر ہاں کردی۔

ہم نے تو اپنے جہاد کی ابتدا وہیں افغانستان سے کی تھی، اپنے فدائین ہم نے وہاں بھیجے، اپنے مجاہدین وہاں دشمن سے آمنے سامنے لڑائی کے لیے، مختلف منصوبوں اور مختلف محاذوں پر بھیجے۔

مگر جب سے یہاں ہمارے مجاہدین اور مہاجرین کے خلاف کارروائی شروع ہوئی۔ جب ہماری عزتوں اور ہمارے عقیدہ کی تخریب کرنے کی یلغار ہوئی، تو ہم اس پاکستانی فوج کے خلاف بھی نبرد آزما ہوئے۔ اب بھی وزیرستان کی سرزمین پر جو ہم لڑ رہے ہیں۔ یہ صرف پاکستانی افواج کے خلاف نہیں لڑ رہے بلکہ امریکی اور پاکستانی مشترکہ جنگ میں نبرد آزما ہیں۔ اس وقت بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ امریکی ڈرون طیارے ہمارے سروں پر گھوم رہے ہیں۔ آئے روز خبریں آتی ہیں کہ فلاں جگہ پر ڈرون حملہ ہوا، فلاں جگہ پر جیٹ طیارے نے بمباری کی اور فلاں جگہ پر توپ اور مارٹر کے گولے آرہے ہیں۔ تو ہم اپنے خلاف لڑے جانے والی اس جنگ کو امریکی اور پاکستانی مشترکہ جنگ سمجھ کر لڑتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ ہم صرف پاکستانی افواج کے خلاف لڑ رہے ہیں۔''

---

[1] آئی ایس آئی

ہم کیونکر سوئے دار گئے؟!

یحییٰ اسماعیل

پیاری ماں کے نام!

رات یوں تیری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
جیسے صحرا میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے

رات گہری ہو رہی ہے۔ سولہویں کا چاند طلوع ہو چکا ہے۔ یہ چاند بھی کناروں سے مٹنا شروع ہو گیا ہے مگر ابھی اس کی تابانی میں فرق نہیں آیا۔ میں آج ایک بار پھر کھڑکی سے آتی اس کی ٹھنڈی روشنی میں بیٹھا ہوں، اور دور آسمان پر چمکتے چاند میں آپ کے چہرے کو تلاش کرتا ہوں۔ یہی چاند وہاں بھی طلوع ہوتا ہے جہاں آپ رہتی ہیں۔ اور میرے تخیل کی پرواز مجھے واپس بچپن کے فرش والے آنگن میں لے جاتی ہے۔ لان کی ٹھنڈی ٹھنڈی نم گھاس پر چہل قدمی کرتی ہوئی، ہونٹوں پر شام کے اذکار کا ورد جاری ہوگا......یا پھر برآمدے کے ستون کے ساتھ ٹیک لگائے، فرش پر بیٹھی ہوئی، سوچوں میں گم، کبھی کبھی بے دھیانی سے چاند کو دیکھتی ہوں گی۔ اس محویت کے عالم میں آپ اپنی شہادت کی انگلی سے بے دھیانی سے زمین پر کچھ نقوش بناتی ہوں گی، جیسے چپکے سے کچھ لکھ رہی ہوں۔ ایک وقت تھا کہ میں آپ کی اس عادت کو دیکھتا تھا، اور نقل کرتا تھا۔ خود بھی ہوا میں یا زمین پر کچھ نہ کچھ انگلی سے لکھتا رہتا تھا۔ آج اس یاد نے دل کو تڑپا دیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی انگلی چپکے چپکے میرے ہی نام خط لکھتی ہو۔ وہ خط جو میں کبھی پڑھ نہ سکا۔

پیاری ماں! چاند مٹتا جا رہا ہے۔ ہر رات پہلے سے زیادہ گھٹ جاتا ہے۔ اس کا چہرہ بھی اداس ہے۔ میں اس ادھورے چاند سے پوچھتا ہوں کہ اس کی روشنی کس غم سے ماند پڑتی جا رہی ہے؟ کون سا دکھ ہے جو اسے کھائے جا رہا ہے؟ میں اس سے آپ کی خبر مانگتا ہوں۔ کہ یہ تو میری طرح فاصلوں کا قیدی نہیں۔ یہ تو میری طرح دشمن کی کھڑی کی گئیں رکاوٹوں کا پابند نہیں۔ کیا اس نے میری ماں کو دیکھا ہے؟ کیا وہ چہرہ آج بھی ویسے ہی چمکتا ہے جیسا میں چھوڑ کے آیا تھا؟ کیا وہ مسکراہٹ ویسی ہی تروتازہ ہے جو مجھے سرسبز و شاداب کر دیتی تھی؟ کیا وہ ہاتھ ویسے ہی نرم ہیں جن سے میرے ہاتھ تھام کر، نکلتے سمے، آپ نے میرا چہرہ چوما تھا، اور کتنی ہی دعائیں دی تھیں، اَن مانگی، اَن کہی، جو اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت میں مچل رہی تھیں، جو آج بھی ہر قدم پر میرے ساتھ ہیں۔ مگر یہ چاند خاموش رہتا ہے، بس اداس نظروں سے مجھے دیکھتا رہتا ہے۔

میں پوچھ پوچھ کر تھک جاتا ہوں، مایوس ہو جاتا ہوں۔ پھر جب کچھ اداسی، بہت اداسی میں ڈھل جاتی ہے تو اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں۔ میں یہاں کیا کر رہا ہوں؟ یہ جدائیاں، یہ تنہائیاں، یہ فاصلے میں نے کیوں اپنا نصیب بنا لیے ہیں؟ یہ چاند کیوں خاموش رہتا ہے؟ کیوں روٹھا روٹھا لگتا ہے؟ یہ یادیں کیوں مجھ سے لپٹ گئی ہیں، کبھی تنہا نہیں چھوڑتیں۔ ایک کے بعد ایک منظر ہے، جو ذہن کی سکرین پر چلتا رہتا ہے۔ رات کو نانا کے گھر میں، چھت پر چارپائی بچھا کر، سونے سے پہلے دیر تک ستارے گننے کی کوشش کرنا۔ پھر آخر تھک ہار کے یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لینا کہ آسمان پر اتنے ستارے ہیں جتنے میری امی کے سر پر بال ہیں۔ اور کبھی دیر تک چاند کو تکتے رہنے اور آپ کے چہرے سے اس کی مماثلت تلاش کرنے کے بعد یہ پوچھنا کہ

؎ یہ چندا کیسا ماموں ہے جب آپ کا وہ بھائی نہیں؟

پھر منظر بدل جاتا ہے۔ اور میں محلے کے تمام دوستوں کے ساتھ آپ کے سامنے قالین پر بیٹھا ہوں۔ آپ کتاب سے پڑھ پڑھ کر زندگی کے اصول ہمیں بتاتی جاتی ہیں، آسان الفاظ میں زندگی گزارنے کا ڈھنگ ہمارے ذہنوں میں اتارتی جاتی ہیں۔ کبھی ہمارے لیے لائبریری بناتی ہیں اور کبھی آپس میں مقابلے کرواتی ہیں، دیکھیں کس میں نیکیوں میں سبقت لے جانے کا شوق ہے۔ اور پھر مکتب کا نتیجہ آنے پر آپ کا چہرہ، چمکتا دمکتا، میری کامیابی پر خوشی سے گلنار چہرہ۔ اور ہاں، وہ منظر تو ذہن میں ایسے تازہ ہے جیسے کل ہی کی بات ہو۔ جب آپ نے میرا ماتھا چوم کر کہا کہ 'میرا بیٹا میرا دایاں نہیں، بایاں بازو ہے'، کیونکہ میری ماں کا بایاں ہاتھ زیادہ فعال تھا۔ اور مجھے لگا تھا کہ اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ جس ماں سے تمام عمر خدمت لی ہے، اب اس کی خدمت کروں، اب اس کے کام آؤں۔

مگر آخر میں، بس ایک منظر رہ جاتا ہے۔ میں آنکھیں بند کرتا ہوں تو آپ کا چہرہ سامنے آ جاتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو چھلک رہے ہیں۔ جانتی ہیں کہ اب کے بچھڑے تو دوبارہ ملاقات نجانے کب ہو گی۔ مگر کمال ضبط سے آپ مجھے رخصت کرتی ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ 'میری تو بس یہ خواہش ہے کہ کسی طرح میرے بچے جنت میں پہنچ جائیں'۔ پھر اس جنت کی تلاش میں، میں اپنے آشیانے سے نکلتا ہوں اور آسمان کی وسعتوں میں گم ہو جاتا ہوں۔

رات کی تاریکی مٹ کر دن کے اجالے کو جگہ دیتی ہے اور اجالا ڈھلتے ڈھلتے رات میں ڈھل جاتا ہے۔ بہار پت جھڑ میں تبدیل ہو جاتی ہے اور سرما کی جگہ گرم ہوائیں آ جاتی ہیں۔ موسم تبدیل ہوتے ہیں، صبحیں شاموں میں اور شامیں صبح میں ڈھل جاتی ہیں۔ وقت آگے بڑھتا جاتا ہے۔ مگر راتوں کو کھڑکی سے جھانکتا اداس چاند وہیں ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس کا ساکت و

صامت چہرہ ایک کینوس کی طرح لگتا ہے، جس پر میری یادوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی اچانک ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آتا ہے تو ساتھ میں ایسی سوندھی سوندھی خوشبو آتی ہے، جیسی بارش کے بعد میرے وطن کی مٹی سے اٹھا کرتی تھی۔ جیسی سردیوں کی شاموں میں، ہیٹر کے ارد گرد بیٹھے، آپ کے بنائے ہوئے گاجر کے حلوے سے آتی تھی۔ جیسی کسی لطیفے پر ہنستے ہوئے چھوٹے بہن بھائیوں کی کھکھلاہٹ سے آتی تھی۔

پیاری ماں! کبھی کبھی جب رات کا مہیب سنّاٹا اور گہری تاریکی میرے اندر اترنے لگتی ہے، اور میرے اندر چیختی چلاتی خاموش یادوں سے میرا سینہ گھٹنے لگتا ہے، تو مجھے خیال آتا ہے کہ کیوں نہ اپنے سر پر بندھا پٹّو اتار دوں۔ اس پہاڑ سے اتر کر سرحد کی اس لکیر کو پار کر جاؤں، اور یونہی رات کے اندھیرے میں چلتے چلتے، کسی گمنام درخت کی جڑوں میں، اپنی کلاشن اور جعبہ دفنا دوں۔ پھر جب موذّن صبح کی اذان دے رہے ہوں، میں اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاؤں، وہ گھر جو آرام و چین، راحت و سکون سے معمور ہے۔ کیوں نہ میں بھی اپنی زندگی میں چند لمحے سکون و راحت کے لکھوالوں۔ یہ ڈھیلی ڈھالی شلوار قمیص اور یہ بوسیدہ واسکٹ اتار پھینکوں اور اس کی جگہ اپنی وارڈروب میں لٹکا وہ بے شکن پینٹ کوٹ پہن لوں جو لندن سے منگوایا تھا۔ شہر کے پوش علاقے میں ایک چھوٹا سا گھر بنالوں۔ اس گھر کو پھولوں سے اور بیلوں سے سجاؤں۔ اس میں آسائشِ دنیا کا تمام تر سامان مہیّا کروں۔ ہر شام جب میں دفتر سے گھر پہنچوں تو کھانے کی میز پر گرم گرم پکوان چنے ہوئے ہوں۔ اور میری ماں، اور بہنیں اور بھائی، سب میرے منتظر بیٹھے ہوں۔ وہ خوش ہوں، مطمئن ہوں، آسودہ حال ہوں۔ ہفتے میں ایک آدھ بار میں انہیں اپنی چمکتی دمکتی، جدید ترین ماڈل کی گاڑی میں بٹھا کر، باہر کھانا کھلانے لے جاؤں۔ برانڈڈ کپڑے پہنوں اور راتوں کو کسی ڈرون اور کسی جیٹ کا خوف کھائے بغیر، سکون کی نیند سویا کروں۔ پیاری ماں، آپ کے لیے مساج چئیر خریدوں، جس پر بیٹھ کر آپ کی تمام تر تھکن دور ہو جائے۔ میں آپ کے قریب رہوں، اور آپ کی خدمت کر کے اپنی آخرت بناؤں۔ کیوں نہ میں تائب ہو جاؤں جہاد کے اس راستے سے، اور وہ جو آج میرے خون کے پیاسے ہیں، جو مجھے مین سٹریم کا حصہ بننے بلا رہے ہیں ، ان سے ایمنسٹی مانگ لوں، زندگی کے باقی ماندہ دن سکون سے گزاروں۔

ہاں، میں یہ سب کر لوں، اگر میں اس کی قیمت ادا کر پاؤں۔ اور اس کی قیمت کیا ہے؟ میرا دل، میرا ضمیر، میرا ایمان۔ بس اگر وہ آنکھیں بند کر لوں جو اس امّت کے جسم سے بہتے لہو کو دیکھتی ہیں تو خود بھی خون کے آنسو بہانا شروع کر دیتی ہیں۔ وہ دل نکال پھینکوں جو دوسروں کے دکھ محسوس کرتا ہے۔ وہ کان بند کر لوں جن سے مظلومین کی چیخیں اور فریادیں سنتا ہوں۔ اس خون کی سرخی سفیدی میں بدل ڈالوں جو اپنی بہنوں کے سر سے کھنچتی چادر دیکھ کر کھول اٹھتا ہے۔ اگر میں ایک بے روح جسم بن جاؤں۔ ایک اندھا، گونگا، بہرا جسد بن جاؤں۔ ہاں، پھر شاید میں اس بے جان جسم کو چند روز راحت مہیا کر سکوں۔ مگر ان چند روزہ راحتوں کے بعد، اس کا مقدر کبھی نہ ختم ہونے والی بدنصیبی، ہمیشہ ہمیشہ کی بدبختی، دکھ اور درد سے معمور ایک پر ہول اندھی گہری کھائی ہوگی۔

نہیں! یہ سودا تو سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ یہ وہ راستہ نہیں ہے جس کے اختتام پر نعمتوں والی جنت ہے۔ کبھی نہ ختم ہونے والی راحت ہے۔ جہاں نہ جدائی کی آزمائش ہے نہ پریشان اور اداس کرنے والی یادیں۔ یہ راستہ اس منزل تک نہیں لے جاتا جہاں آپ مجھے دیکھنا چاہتی ہیں۔ یہ وہ مقام، وہ رتبہ نہیں دلاتا، جس کی آپ میرے لیے خواہاں ہیں۔ سو میں اپنے جعبے کو سینے پر مزید کس لیتا ہوں، اور کلاشن کا میگزین نکال کر ایک بار پھر اس میں موجود گولیاں گنتا ہوں۔ میرے پاس کل ۱۲۰ گولیاں ہیں۔ اور ہر دفعہ جب میں ان کو شمار کرتا ہوں تو دعا کرتا ہوں کہ مولا! ان میں سے ہر ایک گولی کو تیرے دشمنوں کے سینوں میں اترنا نصیب ہو۔ تیرے وہ دشمن جنہوں نے تیرے مقابل خدائی کا دعویٰ کیا، جنہوں نے تیری زمین پر تیرے بندوں کے لیے زندگی اجیرن کر دی۔ روٹی کے ہر نوالے اور پانی کے ہر گھونٹ پر خراج مانگا۔ یہاں تک کہ تیرے بندوں کے سوکھے سڑے جسموں سے خون کی آخری بوند تک نچوڑ لی۔ جنہوں نے اس امت کے بچوں کو یتیم و اسیر بنایا۔ جنہوں نے ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی بولی لگائی، جنہوں نے ایک اپنے سوا، تیری باقی ساری خلقت کو کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ حقیر کر ڈالا۔ میرے مولا! میرے جعبے میں موجود یہ گرنیڈ، اس فرعونی لشکر کے کسی سالار کا نصیب بنا دے۔

پیاری ماں! چاند اپنی چاندنی سمیٹ کر رخصت ہونے کو ہے۔ آسمان پر صبح کا ستارہ سحر کا پیغام لے کر طلوع ہو چکا ہے۔ میں اپنا قاصد اسی ستارے کو بناتا ہوں۔ وہ وہاں بھی طلوع ہوتا ہے جہاں آپ رہتی ہیں۔ اور جب وہ آپ کی کھڑکی سے اندر جھانکتا ہے تو آپ کو جائے نماز پر ربّ کے حضور سر بسجود پاتا ہے۔ دعاؤں میں مشغول پاتا ہے۔ بس انہی لمحات میں ایک دعا اپنے اس پردیسی مہاجر بیٹے کے لیے بھی مانگ لیں، ربّ العزت جب یہ ستارہ ڈوبے، تو میں بھی ڈوبوں، اس سحر کی تابانی میں میرے خون کی بوندیں بھی شامل ہوں، میرا ربّ مجھے قبول فرمالے، اپنی جنتوں میں، اپنے حبیب کے قدموں میں تھوڑی سی جگہ دے دے۔ اور میرے بھائی کو میری جگہ، میری کلاشن پکڑا کر کھڑا کر دے۔

والسلام

آپ کا بیٹا

یحییٰ اسماعیل

شہادتوں بھری عید

وقاص سیف الرحمان شہید رحمۃ اللہ علیہ

یہ ان دنوں کی یاد ہے جب ہم تحصیل علمِ دِین کے سلسلے میں اکثر نیچے (پاکستان) ہوا کرتے تھے، البتہ چھٹیوں میں کوشش ہوتی کہ اوپر (وزیرستان) چھٹیاں گزاری جائیں۔

اسی طرح ایک چھٹیوں کے موسم میں ہم اوپر آئے۔ ان دنوں محسود کا محاذ گرم تھا اور مختلف مجموعات کی وہاں تشکیلات ہوا کرتی تھیں۔ امیر محترم سے ہم نے بھی محسود میں تشکیل گزارنے کی درخواست کی جو بالآخر منظور ہوئی اور ہم محسود کے علاقے 'سپین قمر' جا پہنچے۔

'سپین قمر' محسود کے دیگر علاقوں کی طرح اپنی مثال آپ تھا۔ سر سبز و شاداب، سینہ تانے پہاڑوں کا مسکن، اور جگہ جگہ سے پھوٹتے چشمے؛ اس کی رونق کو دوبالا ہی کر دیتے تھے۔ رمضان المبارک کا مہینہ وہیں گزارا۔ اس مبارک مہینے میں بھی اللہ کے شیر 'یوم بدر' کی یاد تازہ کرتے رہتے تھے، خصوصاً ۱۷ رمضان المبارک کو خاص اہتمام کیا جاتا۔ کارروائیوں میں عموماً توپ خانے کا استعمال ہوتا یعنی ہاون (مارٹر)، بی ایم (کم فاصلے پر مار کرنے والا راکٹ)، ہشتاد دُو (۸۲ ایم ایم توپ) وغیرہ۔ اس کے علاوہ سنائپر کی کارروائیوں پر بھی توجہ مرکوز رکھی جاتی۔ اور موقع ملنے پر کمین اور تعارض کی ترتیبات بھی بنتی تھیں۔

محسود کی تشکیل میں ہمارے وہاں کے عمومی ذمہ دار 'عبد الخالق بھائی' تھے۔ مرکز و ساتھیوں کی نگرانی سمیت کارروائیوں کی ترتیبات اس علاقے میں انہیں کی ذمہ داری تھی۔ اسی طرح اس تشکیل میں ہمارے ساتھ 'عاصم بھائی' بھی تھے، جو ساتھیوں کی دینی اور شرعی تعلیم و تربیت کے معاملات میں ان کی راہنمائی کرتے۔ انتہائی باوقار، سنجیدہ، اور کم گو ساتھیوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اسی طرح اسامہ، داد اللہ ثانی اور اویس رحمہم اللہ بھی اس تشکیل میں ساتھ تھے اور کچھ دیگر گمنام بھی تھے۔

رمضان المبارک کا مہینہ بخیر و عافیت گزر گیا۔ اگرچہ ایک، دو ڈرون طیارے مستقل سروں پر منڈلاتے رہتے تھے۔ ہمارے مرکز سے کچھ اوپر استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعے کے ساتھیوں کا مرکز تھا (اس وقت تک جہادی مجموعے آپس میں ضم نہیں ہوئے تھے) جس میں عیسیٰ خراسانی بھائی (سعد سلطان) محمد عسکری بھائی اور اقدس بھائی رحمہم اللہ ہوا کرتے تھے۔

دونوں مراکز کے ساتھی ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے تھے اور انتہائی محبت اور بے تکلفی سے ایک دوسرے سے تعامل کیا جاتا، گویا ظاہری انضمام سے پہلے بھی اتحاد تھا۔

عید کے لیے دونوں مراکز کے ساتھیوں نے ایک ایک بکرے کا اہتمام کیا۔ دونوں طرف بکرے کٹ چکے تھے اور کلیجی وغیرہ پک رہی تھی اور دو مقامی انصار بھی کچھ دور سے عید ملنے کے لیے اور اپنے مہاجر بھائیوں کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ عبد الخالق بھائی کلیجی پکا رہے تھے جبکہ دونوں انصار اور کچھ ساتھی ان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

اسی اثنا میں، جب میں کسی حاجت کے لیے مرکز سے چند گز کے فاصلے پر تھا، اچانک میرے ارد گرد کالا دھواں چھا گیا۔ بارود، مٹی اور کٹی ہوئی لکڑی کی مرکب بو فضا میں پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی ان دو مقامی ساتھیوں کی کلمۂ شہادت اور اللہ کے ذکر کی آوازیں اور اس کے علاوہ کچھ کراہنے کی آوازیں میرے کانوں میں پڑیں۔ پہلے پہل تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔ پھر میں نے سوچا شاید پاکستانی فوج کی طرف سے بمباری ہوئی ہے۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بجلی کے کڑکے جیسی آواز آئی اور کلمۂ شہادت کہتی صدائیں اچانک خاموش ہو گئیں۔

میں اندھا دھند درختوں اور جھاڑیوں کی طرف بھاگنے لگا، ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ غالباً یہ ڈرون حملہ ہے، کیونکہ کچھ عرصے سے مستقل ڈرون حملوں کا سلسلہ جاری تھا۔ میں نے سوچا کہ قریب موجود خندق میں پناہ لینی چاہیے۔ جب میں خندق کے دہانے پر پہنچا تو مجھے اندر جانے میں تأمل ہوا کہ اگر تو میں ڈرون کی نظر میں آ چکا ہوں تو اس کمزور خندق میں جانے کا فائدہ نہیں، کوئی اور جگہ دیکھنی چاہیے۔

میں ابھی وہاں کھڑا ہی تھا کہ مجھے اسامہ رحمۃ اللہ علیہ قریب میں نظر آئے، جو شاید زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو پا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے پکارا اور میری طرف ہاتھ بڑھایا، میں نے ان کو اپنی طرف بلایا، کیونکہ میں اس وقت خندق کے منہ کے پاس اور درختوں کے جھنڈ میں تھا۔ جب وہ قریب آئے تو میں نے دیکھا ان کے پیٹ میں ایک پارچہ لگ چکا تھا۔

ان کو سہارا دے کر خندق میں داخل کر کے میں استاد احمد فاروق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کی خندق کی طرف دوڑا۔ راستے میں محمد عسکری بھائی رحمۃ اللہ علیہ اور کسی دوسرے ساتھی کی لاشیں پڑی تھیں۔ دراصل دونوں مراکز پر ایک ساتھ ڈرون طیاروں نے حملہ کر دیا تھا اور وقفے وقفے سے بجلی کے کڑکے جیسی آواز اور بارود کی بو پھیل رہی تھی۔

ان کی خندق بھی صحیح سلامت تھی، یعنی جاسوس کو ان خندقوں کی اطلاع نہیں تھی۔ جب میں خندق میں داخل ہوا تو وہاں ساتھی اسلحہ تانے کھڑا تھا۔ وہ ابھی تک یہ سمجھ رہے تھے کہ پاکستانی فوج نے بمباری کی ہے اور اب ممکن ہے وہ پیش قدمی کرتے ہوئے یہاں آئے۔ اندر دو ساتھی زخمی حالت میں اور دو صحیح سالم موجود تھے۔ ایک ساتھی کی دونوں ٹانگیں کٹ چکی تھیں جب کہ دوسرے ساتھی کے سر میں زخم تھا۔

تندرست ساتھیوں میں سے ایک نے بتایا کہ حملے کے وقت میں اور جس ساتھی کی ٹانگیں کٹ چکی تھی وہ دونوں ساتھ تھے۔ آواز سن کر میں لیٹ گیا اور اللہ نے مجھے بچا لیا، جبکہ دوسرے ساتھی کھڑے رہے اور زخمی ہوئے۔ عموماً بمباری کے وقت یہی کہا جاتا ہے کہ لیٹ جانا چاہیے، کیونکہ اس سے نقصان میں کمی واقع ہوتی ہے۔ نقصان کا ہونا یا نہ ہونا، شہید ہونا یا زندہ بچ جانا، اگرچہ لکھا جا چکا ہے اور اللہ علام الغیوب کے علم میں ہے، لیکن دنیا میں اسباب اختیار کرنے کا کہا گیا ہے، اس کے بعد اللہ پر توکل ہے۔

اندر داخل ہونے کے بعد بھی چند مرتبہ ڈرون کے حملے کی آواز آتی اور ہر مرتبہ یہی لگتا کہ میزائیل بس اب آیا کہ اب آیا۔ ہم لوگ ایک دوسرے کو وصیت کر رہے تھے اور کچھ ساتھی رندھی ہوئی آواز میں سرگوشی میں زخمی ساتھیوں سے کہہ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو میرا سلام کہیے گا اور اللہ کے یہاں آپ کی بخشش ہو گئی تو ہمیں بھلائیے گا نہیں! اور زخمی ساتھی اسے قبول کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی جا رہی تھی، حوصلہ دیا جا رہا تھا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی کبریائی بیان کی جا رہی تھی۔

ہر مرتبہ یہی لگتا کہ میزائیل بس اب آیا کہ اب آیا۔ ہم لوگ ایک دوسرے کو وصیت کر رہے تھے اور کچھ ساتھی رندھی ہوئی آواز میں سرگوشی میں زخمی ساتھیوں سے کہہ رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو میرا سلام کہیے گا اور اللہ کے یہاں آپ کی بخشش ہو گئی تو ہمیں بھلائیے گا نہیں! اور زخمی ساتھی اسے قبول کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی جا رہی تھی، حوصلہ دیا جا رہا تھا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی کبریائی بیان کی جا رہی تھی۔

آہ یہ چند بے سروسامان لوگ جو اپنی حقیقت کو سمجھتے ہیں، حالانکہ دنیا ان کو کیا سے کیا سمجھتی ہے۔ یہ چند لوگ جو اپنی کمزوری کے باوجود اپنے رب کی پکار پر اس امت کے درد کو اپنا درد جانتے ہوئے اپنا گھر بار چھوڑ آئے تھے۔ اپنی جانوں کو بیچ چکے تھے اس کے ہاتھ، جس نے ان کو یہ جان عطا کی تھی۔ ان کے پاس اپنی جان ہی تھی جس کو وہ حاضر کر چکے تھے۔

کیا امتِ مسلمہ کو یہ سوچنا نہیں چاہیے کہ ایسے وقت میں جب سارا عالمِ کفر، اسلام پر دوڑا چلا آیا ہے اور مسلمان باوجود اربوں میں ہونے کے، سمندر کی جھاگ کی طرح ہو گئے ہیں۔ مسلم ممالک کے حکمران اپنے ہی دیندار طبقے کو بیچ کھا رہے ہیں اور کفر کا نظام رائج کرنے میں سر تا پا کوشاں نظر آتے ہیں۔ دیندار طبقے سے کچھ امید تھی تو وہ بھی اپنی بے بسی، کمزوری اور کم ہمتی کے نالے کرتا نظر آتا ہے۔

جب سینکڑوں مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں کفار و منافقین کی قید میں رسوا ہو رہی ہوں، ایسے میں جب کوئی اپنی اسلامی حمیت، اللہ کے دین اور اس کے رسول کی حرمت پر کٹ مرنے کو تیار ہوتا ہے، تو غیروں کو تو کیا کہیے، اپنے ہی ان کو باغی، گمراہ اور نجانے کیا کیا القابات دیتے نظر آتے ہیں۔

حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ اللہ کے دین پر کاربند ہونے والوں اور اللہ کے حکمِ جہاد پر لبیک کہنے والوں کو گمراہ کہہ رہے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کی سرزنش کرنے والوں کو باغی قرار دے رہے ہیں۔ حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دے رہے ہیں۔ سچ اور جھوٹ کو خلط ملط کر رہے ہیں۔ یہ لوگ جو زبان، قلم اور عمل سے اللہ کے ان اولیا کا راستہ روکتے ہیں، کیا یہ اللہ کی پکڑ سے نہیں ڈرتے؟ اب جبکہ دنیا میں دو ہی صفیں بنتی جا رہی ہیں، ایک اہلِ ایمان کی صف اور دوسری اہلِ کفر کی صف۔ کیا لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ کس کی صف میں شریک ہو رہے ہیں؟

خدارا اپنی جانوں پر رحم کیجیے! اپنے ان بیٹوں اور بھائیوں کے معاملے میں اللہ سے ڈریے! اپنی ان بہنوں اور بیٹیوں کے حق میں اللہ سے ڈریے! جو طواغیت کی قید میں ہیں۔ کل روزِ محشر اپنا گریبان ان مظلوموں سے کیسے چھڑوائیں گے؟

اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ جن کو ان مظلوموں کی آہیں چین نہیں لینے دیتیں، جب ان کی مدد کے لیے نکلے تو آپ ہی ان کے درپے ہو گئے؟ ان کے راستے مسدود کرنے کی کوششیں کیں، کیا آپ اس امت کا حصہ نہیں؟ کیا آپ کو اس امت کا درد محسوس نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا تو اپنے ایمان کی خیر منائیں اور اگر ہوتا ہے تو اٹھتے کیوں نہیں؟ شاید اسی لیے کہ اپنے لائف اسٹائل سے ہٹنا گوارا نہیں اور اللہ کی ذاتِ اقدس پر بھروسہ بھی نہیں۔

لیکن یہ دین تو اللہ کا ہے، اس کی حفاظت کا ذمہ بھی اسی نے اٹھایا ہے۔ اس کے دین کی مدد کرنا تو آپ کی سعادت ہے۔ اللہ تو بے نیاز ہے، اسے کسی کی حاجت نہیں، وہ تو صاف صاف فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورۃ محمد)

”اللہ تو غنی ہے تم ہی اس کے محتاج ہو، اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“

میں پھر سے سابقہ بات کی طرف آتا ہوں۔

تقریباً دو گھنٹے ہم خندق میں بیٹھے رہے، پھر ہمیں مقامی انصار کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں، تو ہم بھی باہر نکلے، اور کچھ اور ساتھی بھی جو درختوں میں چھپے ہوئے تھے، باہر نکلے۔

یہاں کے مقامی انصار بھی عجیب لوگ ہیں، حالانکہ بارہا ایسا ہو چکا ہے کہ مدد کے لیے آنے والوں پر ڈرون طیارہ حملہ کر دیتا ہے لیکن یہ لوگ اپنی جانوں کی پروا نہیں کرتے۔

ہمارے مرکز سے بچ جانے والوں کی تعداد تقریباً چار تھی، جن میں ایک ساتھی زخمی تھے، جبکہ دیگر سلامت تھے۔ جب ہم ایک دوسرے سے ملے تو پہچاننا مشکل ہو رہا تھا، پورا بدن غبار سے بھرا ہوا تھا، شاید کوئی اور دیکھتا تو ڈر ہی جاتا۔

عبد الخالق بھائی اور عاصم بھائی پہلے حملے کے بعد قریب کی جھاڑیوں میں چھپ گئے، ان کے بالکل قریب میزائل پھٹتے رہے لیکن اللہ نے ان کو بچا لیا۔ استاد فاروق بھائی رحمہ اللہ کے مرکز میں ۳ ساتھی زخمی ہوئے...... (باقی صفحہ نمبر ۱۱۱ پر)

لطائفِ میدان[۲]

علی بن منصور

ان آنکھوں کے نام جو اس امت کے مصائب پر سوگوار رہتی ہیں، ان چہروں کے نام جن پر اس امت کے مظلومین کے غموں نے انمٹ نقوش چھوڑ دیے ہیں، ان بوجھل دلوں کے نام جو اس امت کے مظلوم بچوں کے غم سے چھلنی ہیں۔ ان حساس انسانوں کے نام جنھوں نے اس امت کے تمام غم اپنا لیے، اس کے دِلدَر دور کرنے کی خاطر اپنی جانوں کو مصائب اور غموں کی بھٹی میں جھونک دیا، جنھوں نے اس امت کے کل پر اپنا آج قربان کر دیا۔ جنھوں نے آخرت کے آرام وچین کے بدلے، اس دنیا کی ہر آسائش کو تج دیا۔

اے ہمارے دلوں میں بسنے والے مجاہد بھائیو! تمہارے ہونٹوں کا ایک حوصلہ افزا تبسم، تمہاری آنکھوں میں عزمِ صمیم کی چمک، تمہارے لہجے میں بجلیوں کی کڑک، اس امت کے مستضعفین، مظلومین اور مساکین کی کل متاع یہی ہے۔ وہ تمہارے حوصلے سے حوصلہ پاتے ہیں، تمہارے عزم میں پناہ تلاش کرتے ہیں اور اللہ کے بعد تم سے ہی تمام امیدیں اور امنگیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔

مجاہدوں کی شان ہے...

کہ آنکھ ہو نہ پائے نم...

ذرا بھی تم ٹھٹک گئے...

رکے کہیں جو لمحہ بھر...

طویل ہو نہ جائے پھر...

تمہارا یہ کٹھن سفر...

جو تم مسکراؤ، تو دنیا مسکرائے کے مصداق، مصائب وپریشانی کے اس کٹھن وقت میں، مظلومِ امت کی پر امید نگاہیں تمہارے چہروں کی جانب اٹھی ہوئی ہیں۔ اپنے غموں کو دلوں میں ہی چھپا کر، مسکراتے ہوئے آگے بڑھو اور پرچم بلند رکھو......

لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

ننھا احمد صبح سویرے نرسری کلاس میں پہنچا تو منہ پھولا ہوا تھا۔ اپنی معمول کی جگہ پر بیٹھنے کی بجائے وہ اپنا چھوٹا سا بستہ اٹھائے دوسری میز پر جا بیٹھا۔ ان کا پکّا دوست موسیٰ یہ سب دیکھ رہا تھا۔ احمد کو دوسری میز پر بیٹھتا دیکھ کر وہ فوراً وجہ معلوم کرنے پہنچ گیا۔

'احمد! میرے ساتھ نہیں بیٹھو گے؟'

'نہیں'، بے رخی سے جواب ملا۔

'کیوں؟ تم مجھ سے ناراض ہو؟'

'ہاں میں نے تم سے کٹّی کر لی ہے'

'کیوں میں نے کیا کیا ہے؟'، موسیٰ نے حیران ہو کر پوچھا۔

'تم اچھے مسلمان نہیں ہو'، احمد نے منہ پھولا کر جواب دیا۔

'اچھا! اب میں اچھا مسلمان بنوں گا، پھر دوستی کر لو گے؟'، موسیٰ نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ مگر احمد کی اچھے مسلمان کے لیے شرط بہت کڑی تھی، 'نہیں! اب میں تم سے تب تک دوستی نہیں کروں گا جب تک تم ڈاڑھی نہیں رکھتے!'۔

تصویرِ کائنات میں رنگ

جمعہ کے روز تین سالہ ننھی حفصہ نہا دھو، نئے کپڑے پہن کر، ننھی سی اوڑھنی سر پہ جما کر چاچوؤں کو سلام کرنے گھر سے متصل مجاہدین کے مرکز کی طرف گئیں۔ وہاں پہنچ تو گئیں مگر اب اندر جاتے ہوئے جھجک رہی تھیں۔ پردہ ہٹا کر دروازے سے ذرا سا جھانک کے دیکھا۔ اندر بیٹھے چاچوؤں نے بھی چپکے چپکے جھانکتا ہوا سر دیکھ لیا تھا۔ مسکرا کر اسے اندر بلایا۔ مگر حفصہ کی جھجک ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ اس کو صاف ستھرا، نہا دھو کر تیار ہوا دیکھ کر ایک چاچو نے اس کی تعریف بھی کر دی۔ اب تو حفصہ اور بھی زیادہ شرما گئیں۔ وہیں دروازے کی چوکھٹ سے لپٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ ایک ہاتھ سے سر پر ننھی سی اوڑھنی کو ٹکایا ہوا تھا، دوسرے ہاتھ کی انگلیاں دانتوں میں دبائی ہوئی تھیں۔ تعریف کرنے والے چاچو نے ایک آدھ بار دوبارہ اندر بلایا، پھر جب دیکھا کہ نہیں آ رہی تو ذرا رعب سے کہا:

'کیا مسئلہ ہے؟ کیا کر رہی ہو؟'۔

حفصہ نے بھی ابھی نیا نیا بولنا سیکھا تھا، سو اپنے ہی انداز میں جواب دیا: 'شڑما ڑئی ہوں'۔ (شرما رہی ہوں)

نہاری

پڑوسن خالہ نے ناشتہ پر سب کی دعوت کی تھی۔ دعوت کا سن کر سب بچّے خوش تھے اور تیاریوں میں مصروف۔ دار الہجرت میں عید بقر عید کے علاوہ یہی چھوٹے موٹے مواقع تو ہوتے ہیں جن پر بچے تیار ہونے، نئے کپڑے پہننے اور سجنے سنورنے کا شوق پورا کرتے ہیں۔ انتظامی مشکلات کے باعث مہاجرین کی فیمیلیز کی آپس میں بھی ملاقات شاذ و نادر ہی ہوتی ہے، اور بچّوں کا کل وقت، اپنے گھروں میں ہی گزرتا ہے۔ کہیں آنا جانا نہیں ہے، کہ جہادی زندگی کا

تقاضا ہے کہ خاموشی سے چھپ کر رہا جائے۔ ایسے میں قریب قریب رہنے والی فیمیلیز چھوٹے موٹے موقع تلاش کر کے ایک دوسرے کی دعوت کر دیتی ہیں تو بچوں کی تو گویا عید ہی ہو جاتی ہے۔ آج بھی بچے مسکراتے اور چمکتے ہوئے چہرے لیے، وقتِ مقررہ پر خالہ کے گھر پہنچے تو ناشتہ تقریباً تیار تھا۔ سب نے مل کر دستر خوان بچھایا اور ناشتہ کے لوازمات چن دیے۔

دنیا کے مختلف کونوں سے آئے ہوئے مہاجرین کے درمیان رہتے ہوئے، بچوں نے قسم قسم کے کھانے کھائے تھے۔ اللہ نے دنیا کی مختلف اقوام کے بہت سے مختلف ذائقے چکھائے تھے، لیکن بعض دیسی ذائقوں سے یہ بچے بالکل ناآشنا تھے۔ اب جو انہوں نے دستر خوان پر چنے گئے پکوان کو دیکھا تو حیران ہوئے۔ کیونکہ ڈونگوں میں گوشت کی بوٹیاں تو کم نظر آرہی تھیں، البتہ گاڑھا گاڑھا شوربہ بہت تھا۔ سب بچے خاموشی سے بیٹھ گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کھانے میں، بالخصوص جب وہ کھانا اماں کے علاوہ کسی اور نے پکایا ہو، نقص نکالنا انتہائی بری بات ہے۔ شاید خالہ کے پاس بوٹیاں کم ہوں گی، سب نے بسم اللہ پڑھی اور کھانا شروع کر دیا۔

'اماں! یہ کیا چیز ہے؟'، ننھی خدیجہ نے آہستگی سے اماں سے پوچھا۔

'بیٹا یہ نہاری ہے'، اماں نے جواب دیا۔

'ہاں'، خدیجہ کا چہرہ کھِل اٹھا۔ اسے یہ نام پسند آیا تھا، 'اماں اسے اسی لیے نہاری کہتے ہیں ناں کیونکہ بوٹیاں اس میں نہار ہی ہیں؟'۔

آپ خورادے آپ مرادے

مہاجرین کی دو فیمیلیز اکٹھے رہ رہی تھیں۔ دونوں کے بچے برابر عمروں کے تھے۔ اپنی پڑھائی سے فارغ ہوتے تو گھر کے وسیع و عریض صحن میں کھیلنے کے لیے اکٹھے ہو جاتے۔ آپس میں محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہی چار دیواری میں رہنے کے باوجود جب شام کو جدا ہو کر اپنے اپنے گھر جاتے تو رات کو بیٹھ کر ایک دوسرے کو خط لکھتے، اور اگلی صبح ان خطوط کا تبادلہ کرتے۔ سب مل کر خوب کھیلتے، مگر بچے تھے سو جب لڑتے تو خوب لڑتے۔ یونہی ایک دفعہ شیطان کے بہکاوے میں آکر ان بچوں میں ہو گئی لڑائی۔ ایک پارٹی نے دوسری کو دھمکایا، دوسری نے پہلی کو۔

پہلی پارٹی نے تھوڑا رعب ڈالنے کے لیے دوسروں سے کہا: 'ہم ابو کو بتائیں گے، ہمارے ابو امیر صاحب ہیں!'۔

مگر دوسری پارٹی بھی ان کی ٹکر کی تھی، سب ان کے ابا کو ادب سے شیخ کہتے تھے سو وہ بالکل رعب میں آئے بغیر بولے: 'تو کیا ہوا؟ ہمارے بابا شیخنا ہیں!'۔

ہوا میں اڑتے جیٹھ

ننھا عیسیٰ بور ہو رہا تھا۔ وہ نجانے کتنی دیر سے امی اور پڑوسن خالہ کی گفتگو سن رہا تھا۔ بیچ میں اس نے چند ایک بار امی کی توجہ حاصل کرنے کی کوشش بھی کی مگر امی تو خالہ کے ساتھ باتوں میں مصروف تھیں۔ وہ بھی امی کے بازو سے ٹیک لگائے ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ خالہ اپنے خاندان کا کوئی قصہ سنا رہی تھیں جس میں اسکو بالکل مزا نہیں آرہا تھا۔ باتیں سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں تو دلچسپی کیسے پیدا ہوتی۔ وہ بے چینی سے خالہ کی بات ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

'...... میرے جیٹھ تو بے چارے بہت پریشان ہو گئے تھے باجی۔ سارا بازار گھوم لیا پھر بھی ان کا بچہ نہیں ملا تو پریشان تو ہونا ہی تھا......'، خالہ کا ایک فقرہ عیسیٰ کے کان میں پڑا تو اس کے کان کھڑے ہوئے۔ اب کچھ ایسی بات ہو رہی تھی جو اس کی سمجھ میں بھی آرہی تھی۔ آنکھیں چمک اٹھیں، اور ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

'یہ تو مجھے بھی پتہ ہے خالہ'، اس نے جلدی سے خالہ کو اپنی معلومات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔

'کیا پتہ ہے بیٹا؟'، خالہ اپنا قصہ ادھورا چھوڑ کر اسکی طرف متوجہ ہوئیں۔

'جیٹھ کا۔۔۔ مجھے بھی پتہ ہے'، اس نے دہرایا۔

'ارے چھوڑو! اس کو کچھ پتہ نہیں، تم بتاؤ پھر کیا ہوا'، امی نے لاپرواہی سے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا اور خالہ کی توجہ دوبارہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ امی کا یہ بے اعتنائی سے بھرپور رویہ عیسیٰ کی غیرت پر تازیانے کی طرح لگا۔ گویا اس کی بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں!

'جی نہیں! مجھے پتہ ہے جیٹھ کے بارے میں سب کچھ'، وہ برہمی سے بولے۔

'اچھا! بتاؤ پھر جیٹھ کسے کہتے ہیں؟'، اس کی خفگی پر امی نے مسکرا کر پوچھا۔

'جَیٹ (ھ)!۔۔۔ اس کو کہتے ہیں'، عیسیٰ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا، 'وہ جو اوپر گھومتا ہے!'۔

زبانِ یارِ من فارسی و من فارسی نمی دانم

اللہ تعالیٰ نے انصار کا بہت بڑا مقام رکھا ہے۔ رسولِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔ اور اپنے گھروں اور وطنوں سے ہجرت کر کے آنے والے مجاہدین کو انصار کی صورت میں نئے خاندان، نئے رشتے عطا کیے ہیں۔ مہاجر اور انصار کا جو انوکھا رشتہ دینِ اسلام نے متعارف کرایا ہے اس کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔ یہ اسلام ہی کا اعجاز ہے کہ زمین و آسمان جیسا اختلاف رکھنے والے لوگوں کو دین کے نام پر، ربّ کے واسطے جب جوڑتا ہے تو اس تعلق میں ایسی مٹھاس، ایسی چاشنی اور اتنی محبت و مروّت اور ایک دوسرے کا احساس رکھ دیتا ہے کہ جو سگے رشتوں میں بھی نہیں ملتا۔

ایک بھائی جب پاکستان سے نئے نئے ہجرت کر کے آئے تو ان کے انصار دو بھائی تھے۔ انہوں نے انہیں رہنے کی جگہ فراہم کی، اور تمام ضروریات پوری کیں۔ ان انصار نے اپنے گھر میں

مور پالے ہوئے تھے۔ چند دن بعد مجاہد بھائی کو معلوم ہوا کہ ان کے انصار کا ایک مور گھر سے غائب ہو گیا ہے، اور وہ اسے جگہ جگہ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ ابھی نئی نئی ہجرت کی تھی اس لیے پشتو زبان سے بہت زیادہ واقفیت نہیں تھی، لیکن اپنے انصاری کی پریشانی سمجھ سکتے تھے۔ سو جب ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان کے انصار ان کے گھر پہنچے تو انہوں نے فوراً انہیں اطلاع دی: 'ستا سو مور زمونگ کور راغلے دے'، (تمہاری ماں ہمارے گھر آئی ہے)

انصاری بھائیوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان سے پوچھا: 'کلا راغلے دے؟'، (کب آئی ہے؟)

'سحار نہ راغلے دہ'، (صبح سے آئی ہوئی ہے)، انہوں نے پورے وثوق سے جواب دیا۔

'یا ورورا! ھغی خو اخپل کور کی دہ' (نہیں بھائی! وہ تو اپنے گھر میں ہے)، انصار اپنی والدہ کو گھر میں چھوڑ کے آئے تھے، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان کی موران بھائی کے گھر کیسے آ گئیں۔

'یا، یا! ہغی سحر نہ زمونگ کور کی دہ، ہغی دیوار کی اخیزو، اوننہ راغے'۔ (نہیں، نہیں! وہ صبح سے ہمارے گھر میں ہے، وہ دیوار پر چڑھ کر اندر آ گیا تھا!)، یہ سن کر انصار نے قدرے برہمی سے ان کی طرف دیکھا، لیکن وہ اپنی ہی دھن میں انہیں بتاتے چلے گئے، 'ہغہ بم تہ خیزہ لے دہ، ہغہ زر ویسا، ہغہ چیرتہ منڈہ انہ واگی'۔ (اب وہ چھت پر چڑھ گیا ہے، اسے جلدی سے لے جاؤ، کہیں بھاگ نہ جائے)

اس سے پہلے کہ پشتون خون خطرناک حد تک گرم ہو جاتا کسی نے جلدی سے پاکستانی بھائی کو بتایا کہ پشتو میں مور کو طاؤس کہتے ہیں اور ماں کو مور!

یوٹرن

ایک پاکستانی اردو دان بھائی ایک پشتون بھائی کے ساتھ بائیک پر سفر کر رہے تھے۔ راستے میں آبادی میں پہنچے تو بائیک میں پٹرول ڈلوانے اور کوئی چھوٹا موٹا مرمت کا کام کروانے کے لیے بازار میں ورکشاپ پر رکے۔ پشتون بھائی کسی کام سے کسی دوسری دوکان پر گئے اور پاکستانی بھائی ورکشاپ پر اکیلے رہ گئے۔ کچھ دیر بعد ورکشاپ کا مالک مستری آیا اور مرمت کا کام کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتا جا رہا تھا۔ باتوں باتوں میں پوچھنے لگا کہ تم کس کے ساتھی ہو؟ پاکستانی بھائی نے اپنے ساتھی پشتون بھائی کا نام لے دیا کہ وہ سرحدی بھائی کے زیرِ سایہ تھے۔

ان کا نام سن کر مستری مسکرایا اور کہنے لگا: 'اغہ شین خر!' ('وہ سبز گدھا!' شین خر پشتو میں گالی تصور کی جاتی ہے اور کسی کی توہین کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے)۔ پاکستانی بھائی کچھ سمجھے، کچھ نہ سمجھے، بہرحال خاموش رہے۔ بائیک کے کام سے فارغ ہوئے تو اتنے میں ان کے پشتون ساتھی بھی آ گئے۔ کچھ ہی دیر میں دونوں دوبارہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھے۔ راستے میں اچانک پاکستانی بھائی کو مستری کے ساتھ ہونے والی گفتگو یاد آئی تو انہوں نے اپنے ساتھی سے پوچھا: 'تم تو کہتے تھے کہ تمہارا تعلق بٹہ خیل قوم سے ہے مگر وہ مستری کہہ رہا تھا کہ تم شین خر ہو'۔

'کون کہہ رہا تھا یہ؟'، سرحدی بھائی نے خونخوار تیوروں کے ساتھ پوچھا، اور مستری کا نام سن کر فوراً یوٹرن لیتے ہوئے بائیک واپس موڑ لی۔

زیادہ کچھ نہیں ہوا، بس مستری نے بھی فوراً یوٹرن لے لیا اور کہا کہ "میں آپ کی تھوڑی بات کر رہا تھا، وہ تو جو دوسرے گاؤں میں سرحدی ہے، میں اس کی بات کر رہا تھا۔

شہاب الدین محمد غوری کو داعش نے قتل کیا!

بھائی حنیف اپنے بچے یحییٰ کو شہاب الدین محمد غوری کی تاریخ بتا رہے تھے۔ آخر میں ذکر ہوا کہ شہاب الدین محمد غوری کو کس نے شہید کیا تھا۔ بھائی نے یحییٰ کو بتایا کہ 'بیٹا شہاب الدین محمد غوری کو اسماعیلیوں نے شہید کیا تھا!'۔

'اسماعیلی کیا ہوتے ہیں؟'، ننھے یحییٰ نے پوچھا۔

'وہ......وہ......'...کیسے سمجھاتے...بھائی حنیف سوچنے لگے۔ 'بیٹا یہ گمراہ لوگ ہوتے ہیں!'۔

'وہ کیا ہوتے ہیں؟'

'ہمم م م م...بیٹا... سمجھو داعش کی طرح کے لوگوں نے مارا تھا!'۔

'اچھا، اچھا!'۔

بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ عرصے بعد حنیف بھائی نے بغرضِ امتحان یحییٰ سے پوچھا 'بیٹا شہاب الدین محمد غوری کو کس نے شہید کیا تھا؟'۔

'داعش نے بابا......!'

★★★★★

بقیہ: سپر پاور کون؟

جنہوں نے غیروں کو خوش کرنے کے لیے اپنوں کو خون میں نہلایا۔ مگر ذلت و رسوائی ہے ان لوگوں کے لیے...تب بھی انہیں عزت نہ ملی نہ ہی رزق حلال حاصل کر پائے، نہ ہی کفار ان سے راضی ہوئے۔

اے کفار کے حواریو! یاد رکھو عزت ساری اللہ کے لیے ہے اور عزت اللہ صرف اپنے ولیوں کو عطا کرتا ہے۔ یاد رکھو تم نے نام نہاد سپر پاور کے پاؤں چاٹے مگر بے سود۔ بھلائی تمہاری اس میں ہے کہ تم جان لو...جان لو...مان لو سپر پاور صرف اللہ...لا اِلہ الا اللہ...کامیاب ہو جاؤ گے!

☆☆☆☆☆

سپر پاور کون؟

صبغۃ اللہ مجاہد

تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ مشہور محاورہ ہے جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ شہر کی طرف بھاگتا ہے۔ اگر ہم تاریخ کے جھروکوں میں جھانکیں تو معلوم ہو گا جب کبھی کسی سپر پاور کا گھمنڈ سر چڑھ کر بولا تو وہ کسی مفلوک الحال ملک کی تلاش میں سر گرداں رہا تاکہ اسے فتح کرکے سپر پاور ہونے کا ثبوت دے۔ برطانیہ اور روس کو اپنی طاقت، سازوسامان اور ٹیکنالوجی پر ناز تھا اس ٹیکنالوجی کے نشے میں بدمست ہو کر انہیں کچھ نا سوچا کہاں جائیں اور وہ سیدھا افغانستان چل پڑے۔ روس گرم پانیوں تک رسائی کی راہ تلاش کرتے کرتے نیست و نابود ہو گیا۔ برطانیہ بھی دنیا پر اپنی خدائی کا روپ جمانے چلا تھا خاک آلود ہو گیا۔ ایسا ہی کچھ امریکہ بہادر کے ساتھ بھی ہوا اس دنیا میں اپنے آپ کو سپر پاور منوانے کے ساتھ اس کا عملی ثبوت دینا چاہا تاکہ اس کی جھوٹی خدائی کے قائل انہیں تسلیم کر لیں۔ اس کے لیے اس بزدل نے تاریخ کے اوراق دیکھے بغیر سوچے افغانستان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر قسمت نے کچھ اور طے کر رکھا تھا اس کے اس ارادے سے قبل ہی امتِ مسلمہ کے ماتھے کے جھومر محسن امت شیخ اسامہ بن لادن شہیدؒ کے تیار کردہ براء بن عازبؓ اور ابو دجانہؓ کے جانشینوں نے امریکہ کا غرور خاک میں ملانے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ربِ رحمان نے اپنے مخلص بندوں سے وہ کام لیا جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ روئے زمین پر ایک معرکہ برپا ہوا جسے دنیا 9/11 سے یاد کرتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی اولادوں میں سے ۱۹ فدائی مجاہدین نے امریکہ میں اس کی عظمت کے نشان اس کے تکبر و غرور کی علامت پینٹاگان اور ٹوئن ٹاورز کو اپنے رب کی نصرت سے زمین بوس کر دیا۔

امریکہ باؤلے کتے کی طرح ہو گیا اور نائن الیون کے تقریباً ایک ماہ بعد ۸، اکتوبر کو اپنا لاؤ لشکر اور ۴۸ اتحادیوں سمیت اسلام کی عظمت کے نشان امارت اسلامیہ افغانستان پر حملہ آور ہوا کہ میں چند ماہ میں اسامہ کو ڈھونڈ نکالوں گا۔ میں طالبان کو افغانستان سے مار باہر کروں گا۔ ہاں بالکل ایسا ہی ہوا امریکہ آیا... طالبان گئے... حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہ رہے... امریکہ آیا اپنی شامت لے کر اور طالبان گئے حکمتِ عملی کے تحت۔ صرف دو سے تین سال کے لیے۔ پھر دنیا نے دیکھا فتح کی خبریں آنے لگیں۔ الٹی گنتی شروع ہوئی۔ امریکہ اور اُس کے حواریوں کو سبق ملنے لگا۔ ذلیل ہونے لگے۔ مرنے لگے۔ مرتے گئے اور مرتے جا رہے ہیں۔

اعلانِ شکست:

آج سے دو سال قبل میڈیا پہ تجزیہ نگاروں اور حکومتی اہلکاروں نے شور مچانا شروع کر لیا کہ ۷۰ فیصد علاقہ طالبان کے قبضے میں ہے صرفِ نظر اس سے کہ اُن کا یہ اعلانِ شکست بہت دیر سے ہوا (دیر آید درست آید) دراصل افغانستان کے ۸۰ فیصد علاقے پر امارت اسلامیہ کے لشکر آج سے ۵ سال قبل ہی اپنے جھنڈے گاڑ چکے تھے۔

۲۰۱۰ء میں، مَیں افغانستان تشکیل پر آیا ہوا تھا، افغانستان کے صوبہ زابل کے ارغنداب میں ہم ایک جگہ پہنچے تو وہاں امارت اسلامیہ کے کچھ قاضیوں (ججوں) کو پایا یہ لوگ ایک مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی جانب سے دائر کیے گئے کیس نمٹا رہے تھے انہی میں کچھ وہ لوگ تھے جو خود حکومتی علاقوں کے رہنے والے تھے یہاں تک کہ ہماری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو خود ملی فوج کا سپاہی تھا۔ ہم نے پوچھا آپ اپنے مسائل کے حل کے لیے ملی فوج و حکومت کے پاس کیوں نہیں گئے؟ جواباً بولا کہ وہاں جا کر ذلیل و خوار ہونا ہے کیا۔ وہاں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں۔ رشوت الگ دینی پڑتی ہے۔ عدالتوں کے چکر الگ لگانے پڑتے ہیں یہاں سکون سے ہمیں انصاف گھر کے دروازے پہ ہی مل جاتا ہے۔

مسٹنڈا اقتدار میں:

آج سے تقریباً دو سال قبل ایک مسٹنڈا منظرِ عام پر آیا جسے لوگ ٹرمپ کے نام سے جاننے لگے۔ شاید کائنات کا بے وقوف ترآدمی یہی ہے اور اس ملک کی عوام بے وقوف ترین ہیں جنہوں نے اپنی قسمت کے فیصلے ایک ایسے جاہل کو دیے جس کو نہ بات کرنے کی تمیز ہے نہ اخلاقیات کا کچھ پاس...

جب اس مسٹنڈے نے اقتدار سنبھالا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی مانند چیخنا شروع کر دیا میں یہ کر دونگا میں وہ کر دونگا۔ ہاتھ میں طبلِ جنگ لیے آگے بڑھنے لگا اور تیس ہزار فوجی مزید بھیجنے کا اعلان کیا ساتھ ہی اپنی خونخواری کا ثبوت دیتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا کہ افغانستان میں ڈرون حملے اور چھاپے بڑھائے جائیں گے۔ اس نے یہ سب کچھ کر دیکھا۔ ڈرون حملوں میں تیزی بھی آئی چھاپے بھی بڑھے اب جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں آج سے چند دن قبل ان کا ایک ہزار گھنٹے کا آپریشن مکمل ہوا (اور گزشتہ کل ہمارے قریب کچھ مجاہدین پر ڈرون سے حملہ ہوا کچھ اللہ کے پیارے شہید ہوئے۔ اللہ ان شہداء کو قبول فرمائے)۔ آمین اس دوران کس نے کیا کھویا کیا پایا یہ تفصیلی حال نہیں مگر اتنا ضرور ہے، اس مرتبہ ان کے چھاپے زیادہ تر عوام الناس کے خلاف تھے بازاروں اور عام جگہوں پر تھے کچھ چھاپے انہوں نے مجاہدین کے خلاف مارے اکثر میں انہیں منہ کی کھانی پڑی اور امریکیوں اور ملی فوج کو کاری زخم چاٹنے پڑے۔

ابھی تو یہ آغاز ہے پیارے ابھی سے کیوں گھبراتے ہو
جنگ کا منظر دیکھ کر جانا یوں کیوں بھاگے جاتے ہو

فرنٹ لائن اتحادی:

اس صلیبی جنگ کو جتنا بھی مختصر لکھا جائے تو بھی اس جنگ کے اصل مہرے امریکہ کے فرنٹ لائن اتحادی کا ذکر کیے بغیر نامکمل بھی ہے اور خود اس اتحادی کی توہین بھی ہے۔ کوشش یہ رہے گی کہ فرنٹ لائن اتحادی فوج کے سیاہ اعمال کو مختصر لکھتا چلوں تا کہ کوئی شکوہ نہ رہے۔ یہ فرنٹ لائن اتحادی پاکستان کی فوج اور حکومت ہے۔ اس فوج کے کمانڈو صدر نے جنگ کے آغاز سے پہلے ہی اسلام کے بجائے امریکہ کو ذریعۂ نجات جانا اور اس کے دامن فریب میں پناہ لی۔ جنہوں نے ایک فون کال پر ہاتھ اٹھالیے۔ جنہوں نے جامعہ حفصہ کی نہتی طالبات کو شہید کرکے فاسفورس بموں سے جلا ڈالا۔ جس فوج کا سربراہ طوفان میں سر نیچا کرنے کا درس دیتا رہا۔

ایک مرتبہ پھر ۲۰۰۱ء تک چلتے ہیں امریکہ بہادر نے امارت اسلامیہ کو ڈھانے کا عملی منصوبہ تیار کرنے کے بعد یہ اعلان کیا ''اس صلیبی جنگ میں ہر کسی کو اِدھر یا اُدھر کا فیصلہ کرنا ہوگا''۔ بش نے فون کیا باشرف کمانڈوز نے اٹھایا...... آواز سنتے ہی بے شرف ڈھیر ہو گیا۔ شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا ثبوت دیا۔ امن پسندی، روشن خیالی کا راگ الاپا گیا۔ جی حضور ہم آپ کے ساتھ ہماری کیا مجال ہم آپ کے خلاف کچھ کرنے کا سوچیں۔ ہمارے تو بڑے بھی آپ کے غلام تھے بھلا ہم کیوں انکار کریں۔

رائل انڈین آرمی کی ڈگر پر تربیت پانے والی فوج کی بے غیرتی کا یہ کوئی پہلا موقع نہیں اس سے قبل جب بھی کفار کی مسلمانوں سے ٹکر ہوئی تو انہوں نے کفر کا ساتھ دیا یا۔ جہاں کہیں نفاذ اسلام کی بات چلی تو جوابًا ان کی بندوقوں کے دہانے مسلمانوں کے لیے کھلے۔ جب کبھی انڈین نجس سے مقابلہ ہوا تو بلی کو دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں انہوں نے موند لیں۔ اس فوج کی یہ سیاہ تاریخ قیامِ پاکستان کے وقت سے ہی شروع ہو چکی تھی ۱۹۴۸ء میں وزیرستان کے مسلمانوں پر جنگی طیاروں سے بمباری انہوں نے کی جرم نظامِ اسلام کا مطالبہ تھا۔ ۱۹۹۵ء میں ہندوؤں سے زیادہ نقصان انہوں نے اٹھایا۔ ۱۹۷۱ء میں ۹۰،۰۰۰ کی تعداد میں ایک سکھ کے سامنے ہتھیار ڈالنے والی فوج یہی تھی۔ کشمیر کو ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑنے والی یہی فوج ہے۔

مگر جب بات ہو کفر کی صفوں کو مضبوط کرنے کی تو یہ فوج سب سے آگے، جب بات ہو اسلامیانِ پاکستان کی تو گردنیں مارنے میں یہ فوج سب سے آگے جب بات ہو عراق کی رافضی فوج کو تربیت دینے کی تو یہ فوج سب سے آگے۔ جب برما کے مسلمانوں کے خون بہانے کا معاملہ آیا، تو اس فوج نے اپنا سر اٹھایا کہ ہم تربیت دیں گے برما کی فوج کو۔ عزتیں اس فوج نے پامال کیں۔ اجتماعی قبریں انہوں نے بنائی۔

9/11 کے بعد جس اخلاص سے اس فوج کے کمانڈو صدر نے اس جنگ میں کفر کا ساتھ... جس جانفشانی اور بے غیرتی کی سب حدوں کو پھلانگتے ہوئے دیا شاید اس کی نظیر تاریخ میں بھی نہ ملے۔ یہ کہنا کہ انہوں نے اپنا ایمان بیچ دیا بے جا ہو گیا۔ کیونکہ منافق کا کوئی دین ایمان نہیں ہوتا اور ان کا نفاق تو اس وقت سے چلا آرہا ہے جب شاہ عبد العزیزؒ نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا جب یہ فوج رائل انڈین آرمی کے اصل چہروں کے ماتحت تھی۔ اس بدبخت کمانڈو نے صحابہ کرامؓ کی اولادوں سمیت ۶۰۰ سے زائد مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا۔ اسلام کی بیٹی بہن عافیہ صدیقی کو ڈالروں کے عوض امریکہ کو بیچا۔ گوانتانامو، بگرام ائیر بیس اور CIA کے درجنوں عقوبت خانے انہوں نے آباد کیے۔ ستاون ہزار پروازیں پاکستان کے مختلف ائیر بیسوں سے اڑ کر افغانستان کے مظلوم اور نہتے مسلمانوں پر بم برساتی رہیں۔ ان فرنٹ لائن اتحادیوں نے یہاں ہی بس نہ کی بلکہ اپنے بحر و بر و فضا سب اپنے امریکی آقاؤں کے لیے مسخر کر دیے۔ انیسواں سال شروع ہے امریکہ و نیٹو کا سامان رسد جس میں حربی و خوراکی سامان سمیت اُن کے پیمپر بھی شامل ہیں کراچی سے بذریعۂ سڑک آج بھی افغانستان پہنچ رہے ہیں اور اس کی پہرے داری کا ٹھیکہ اسی فوج کے پاس ہے۔ یہ فوج اپنے آقاؤں کو منانے میں اتنی جھک گئی کہ برے بھلے کی تمیز نہ رہی اور اسی دوڑ دھوپ میں لگے رہے کہ یہود و نصاریٰ ان سے راضی ہو جائیں۔

وَلَنۡ تَرۡضٰى عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ...(البقرہ:۱۲۰)

'' یہ یہود و نصاریٰ ہرگز آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ (اپنے دین کو چھوڑ کر) ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔''

ربِ رحمان نے سچ فرمایا یہ بے دین بھی ٹھہرے اپنا دین چھوڑ کر اُن کا دین اختیار کیا اگرچہ زبان سے اقرار نہیں کیا مگر دل و جان سے اُن (یہود و نصاریٰ) کے مذہب پر راضی ہو گئے۔ مگر ان کے آقا انہیں دائرۂ اسلام سے خارج کروانے کے بعد ان سے راضی نہیں ڈومور ڈومور کی رٹ لگائے ان کا جی نہیں بھرتا۔ یہ غلام ہیں ایک دو نہیں ہر کافر ملک کے۔ ہر کافر ملک سے یہ طعنے اور گالیاں سنتے ہیں۔ بے غیرتی کی ساری حدیں یہ پھلانگ چکے ''شرم تم کو مگر نہیں آتی''۔

المیہ یہ ہے کہ غلامی بس کفار کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ہے۔ اس بھاگ دوڑ میں صرف پاکستان اکیلا نہیں بلکہ ہر اسلامی ملک کے خائن حکمران اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی سعی میں مگن ہیں۔ جن میں سعودی حکمران، عرب امارات، قطر و اردن کے حکمران سرفہرست ہیں جنہوں نے اپنے تیل کے ذخائر ان کے لیے کھول رکھے ہیں۔ یہ تیل عراق و افغانستان سمیت دیگر کئی ممالک میں مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے انتہائی ارزاں قیمت پر کفار کو فراہم کیا جاتا ہے۔ انہیں یعنی عرب حکمرانوں نے بھی امریکہ و اسرائیل کو خوش کرنے کے لیے بہت سے داعیانِ دین، مجاہدین اسلام، علماء کرام کو پکڑ پکڑ کر جیلوں میں ڈالا اور شہید کیا۔ سعودی حکومت تو اس کام میں اتنا آگے بڑھی کہ اس کے سرکاری مولوی شرعی پردے کو بھی غیر ضروری قرار دینے لگے۔

تاریخ کا دھارا:

اب جبکہ تاریخ نے دھارا بدلا جو کل تک طبلِ جنگ ہاتھوں میں لیے بڑی شاہانہ چال سے افغانستان فتح کرنے آئے تھے اور آج سے دوماہ قبل تک جنگ، جنگ کی رٹ لگائے نہیں تھکتے

تھے آج مذاکرات کا کشکول لیے فخر ملت اسلامیہ، امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی منتیں سماجتیں کرنے میں مصروف ہیں۔ دنیا کے ۴۸ ممالک ...اسلحے اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس یہ سارے برج زمین بوس ہو رہے ہیں۔ سب گماشتوں کا گھمنڈ خاک آلود ہوا چاہتا ہے۔ آپس میں لڑنے بھڑنے لگے ہیں۔ یہ سب کیا ہے ؟رب کعبہ کی نصرتیں...اسے ہی کہتے ہیں۔ امارت اسلامیہ کی عالی شان قیادت نے دو ٹوک اپنا موقف واضح کر دیا بات ہو گی تو امریکہ سے۔ ایسے میں اپنے آپ کو حکومت کہنے والی کٹھ پتلی حکومت میں بے چینی و اضطراب پھیل گیا کہ ہم ملکی لوگ! حکومت ہماری! ملک ہمارا! ہم سے بات کیوں نہیں۔ یہ سب وہ بھی جانتے ہیں کہ ان کے منہ میں اپنی زبان نہیں۔ ان کی کوئی اصل نہیں۔ ان کا کوئی کردار نہیں۔ امریکہ نے چال چلی طالبان کو بلایا۔ کٹھ پتلی کو بھی جمع کر لیا۔ وہ یہ سمجھے کہ یوں وہ اپنے غلام سعودی حکومت کے ذریعے طالبان پر دباؤ بڑھا کر انہیں افغان کٹھ پتلی کے سامنے بٹھائیں گے مگر الحمد للہ امارت اسلامیہ کی نیک سیرت قیادت نے امریکہ اور اس کے غلاموں کی ساری چالیں ناکام بنا کر افغان حکومت کو کمرۂ مذاکرات میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ اس سے بڑی ذلت اور کیا ہے خیر ذلت تو اسے محسوس ہوتی ہے جس کی معاشرے میں کوئی ادنیٰ سی بھی عزت ہو۔ ہر آئے دن کے ساتھ افغان حکومت کی ذلت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے دوسری طرف اللہ پاک امارت اسلامیہ کی قیادت کو وہ عزت عطا کر رہے ہیں جس کے اہل ایمان حق دار ہوا کرتے ہیں۔

کچھ میڈیا سے:

گزشتہ دنوں سے میڈیا پہ آنے والی خبریں انتہائی دلچسپ اور سننے کے قابل تھیں۔ ان خبروں کو سن کر کفار کی زبوں حالی، شکستہ دلی اور مایوسی کو دیکھ کر مومنین کے سینوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ ٹرمپ کے شکست خوردہ بیانوں نے اُس کے حواریوں میں ایک ہلچل سی مچادی۔ آج سے چند دن قبل ٹرمپ مسٹنڈے نے افغانستان سے فوجیں نکالنے کے اعلان کے ساتھ ہی...اس نے کچھ ایسے بیان دیے کہ اس کے فرنٹ لائن اتحادی ہکا بکا رہ گئے اور انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ جان کے لالے پڑتے بھی کیوں نہ جو ۱۹ سال تک مظلوم مسلمانوں، مجاہدین اسلام کے خلاف ہر اول دستے کا کردار جو ادا کرتے رہے۔

ٹرمپ مستنڈے نے یہ جان لیا کہ یہ جنگ ٹیکنالوجی کے بس میں نہیں۔ اس کے حالیہ بیانات اس بات کو اور واضح کرتے ہیں جلد یا دیر واپس لوٹنا ہی مقدر ہے۔ مسٹنڈے نے اپنے ایک بیان میں اپنے جرنیلوں سے شکوہ کیا کہ فنڈ (روپے پیسے) جب مانگتے ہو دیتا ہوں اور نتیجہ کچھ نہیں (جیسے فنڈ اس کے ابا کے ہیں ؟!)۔ دراصل ٹرمپ آنکھیں تو رکھتا ہے بصارت نہیں۔ ٹرمپ مسٹنڈے نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ روس، بھارت اور پاکستان خود کیوں نہیں لڑتے۔ افغانستان میں صرف ہم ہی کیوں۔

جواباً مودی نے تسلی دینی چاہی کہ حضور ہم نے افغانستان میں لائبریری بنائی۔

ٹرمپ: جتنا خرچہ تم نے لائبریری پر کیا یہ ہمارے پانچ گھنٹے کا خرچہ ہے۔

پاکستان: طالبان نے پاکستان میں مذاکرات کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔

طالبان: ہمیں پاکستان کی میز پر اعتماد نہیں۔

طالبان نے امریکہ کو تنبیہ کی اور کہا کہ اگر افغانستان سے انخلاء پر انکار کیا تو ہم مذاکرات نہیں کریں گے۔

پاکستان نے بھنگی چال چلتے ہوئے امارت اسلامیہ کی قیادت پر دباؤ بڑھانے کے لیے امارت اسلامیہ کے ایک ذمہ دار حافظ محب اللہ (فک اللہ اسرہ) کو گرفتار کیا مگر وہ یہ بھول گئے کہ ۱۹ سال قبل اپنے ملک کو تباہ کروانا گوارہ کیا مگر ایک مسلمان کو کافر کے حوالے نہیں کیا کیونکہ جو سر خدا کے آگے جھک جائے اسے کسی کی پرواہ نہیں۔

جو خدا کے آگے جھک جائے
کسی اور کے در پہ جھکتا نہیں
سر کٹ جائے تو کٹ جائے
ہم سر نہ جھکانے والے ہیں

اس ساری صورتحال سے اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ یہ سب کیوں واویلا کر رہے ہیں دراصل اپنے جن آقاؤں کے گمنڈ پر جن کے دامن فریب میں آکر انہوں نے کفر کی راہ اختیار کی امارت اسلامیہ کو گرانے میں پیش پیش رہے وہ تو خود یہاں اپنی قبریں کھود چکے بلکہ اس مرتبہ صرف ایک سپر پاور ہی یہاں دفن نہیں ہو رہی بلکہ سبھی سپر پاور کہلانے والے یہیں دفن ہوں گے۔ فرانس، جرمنی، برطانیہ خود امریکہ سبھی اپنی یادوں کو تازہ کر رہے ہیں۔

اک ذرا صبر:

فتح کی خبریں تو بہت پہلے آنے لگی تھیں۔ آج فتح قدم چوم رہی ہے۔ ہر ظالم ہر جابر، ہر درندہ مسلمانوں کے خون کا پیاسا اب جان چکا کہ اب ان کا امریکہ بہادر الٹے پاؤں بھاگنے کے لیے پر تول رہا ہے بلکہ اپنا بوریا بستر بھی لپیٹ چکا ہے۔

اے امت مسلمہ اک ذرا صبر کے انتظار کے دن تھوڑے ہیں۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں۔ اللہ کی نصرت آپہنچی۔ اسلام کے جھنڈے لہرانے لگے کافر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ مجاہدین کو رب کعبہ نے عزت بخشی انہیں بھی جو شہید ہو گئے...انہیں بھی جو زندہ ہیں...انہیں بھی جو پابند سلاسل ہیں...

وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

”اللہ ہی ہے جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے“ (آل عمران:۲۶)

وہ لوگ جنہوں نے کفار کی پیروی کی ان کے پاس عزت تلاش کی... جنہوں نے کفار کے جوتوں میں اپنا رزق تلاش کیا، جنہوں نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا یا۔ (باقی صفحہ نمبر ۱۰۲ پر)

یہاں درج آراء کے علاوہ فاضل لکھاریوں کے دیگر افکار سے 'ادارہ نوائے افغان جہاد' کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

"مذہبی طبقہ ایک تقریر کی مار ہوتا ہے" کہاں تک صحیح ہے؟ | شیخ حامد کمال الدین نے لکھا

بعض چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی نوٹس لیے بغیر کسی وقت نہیں چھوڑی جاتیں...

فرینڈز لسٹ میں کسی کے ہاں ایک جملہ کی پوسٹ شیئر ہوئی دیکھی: "مذہبی طبقہ ایک تقریر کی مار ہوتا ہے۔"

تبصرہ: میرا خیال ہے جو تناسب "تقریر پر فدا ہونے والوں" اور "تقریر کو بیچ جاننے والوں" کے مابین اُدھر "غیر مذہبی" طبقہ میں رہا یا بالعموم رہتا ہے، ویسا ہی تناسب اِدھر "مذہبی طبقہ" میں رہا ہو گا۔ کہیے کیا غلط ہے؟ اگر چہ میرے اپنے محسوسات یہ ہیں کہ "پرو" اور "اینٹی" کی انتہائیں اُدھر غیر مذہبی دنیا میں زیادہ فعال ہیں اور (زیادہ تُندر/ rude بھی)۔ لیکن چلیں، برابر تو ضرور ہی ہوں گی۔ یعنی "غیر مذہبی" کا حال اِس معاملہ میں کم از کم برا بہر حال نہیں۔ زیادہ ہو سکتا ہے۔

اگر ایسا ہے، تو پھر مذہبی طبقہ کو صرف ایک ہی رد عمل کا نمائندہ کیوں ٹھہرا دیا گیا ہے... جبکہ قائل خود مذہبی طبقہ سے ہے؟

ہاں وہ لوگ مذہبی طبقہ میں بھی تھوڑے ہیں اور غیر مذہبی طبقہ میں بھی، جو کسی کی بھلی بات کے لیے کلمۂ خیر بول دینا مناسب سمجھتے ہوں اور غلط بات پر کلمۂ نقد۔ البتہ "تناسب" ان حضرات کا بھی مذہبی و غیر مذہبی طبقے میں تقریباً ایک سا ہونے کا امکان ہے۔

یعنی "مذہبی" و "غیر مذہبی" کے مابین اس تمام ہی حوالے سے قریباً کوئی فرق نہیں۔

تو پھر "مذہبی" کے خلاف یوں ایک 'سویپنگ سٹیٹمنٹ (sweeping statement)' دینا کس بات کا غماز ہے؟

فرسٹریشن (Frustration)؟

کچھ "ملامتی" رویّے اپنے یہاں غیر معمولی طور پر پروان نہیں چڑھنے لگے؟

نوٹ: مذہبی طبقہ کی بابت "عموم" کا صیغہ استعمال نہ کیا جاتا تو میرا یہ اعتراض بے محل تھا۔

پراپرٹی ڈیلر | راشد علی نے لکھا

میں بچپن سے ہی اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلنے کا شوق رکھتا تھا اور الحمدللہ میں انہی کے نقشِ قدم پر آج بھی چل رہا ہوں۔

میرے پلاٹس، اپارٹمنٹس اور ولاز تمام صوبوں میں ہیں۔ میں ایک پراپرٹی ڈیلر ہوں اور میرے والد ایک مایۂ ناز فوجی تھے!

کیا پاکستان تقسیم کشمیر کا خفیہ معاہدہ کر چکا ہے؟ | مہتاب عزیز نے لکھا

کیا پاکستان تقسیم کشمیر کا خفیہ معاہدہ کر چکا ہے؟؟ آج وزیر اعظم عمران خان کی ٹویٹ سے تو یہ امر یقینی محسوس ہوتا ہے۔

ٹویٹ میں دو بنیادی باتیں کہی گئیں ہیں۔ اول یہ کہ لائن آف کنٹرول کے پار جانے کی کوشش بھارتی بیانیے کو مضبوط کرے گی۔ خواہ یہ کوشش انسانی امداد کے لے جانے کے لیے ہی کیوں نہ کی جائے۔

دوسری بات یہ کہ بھارت ایل او سی توڑنے کو جواز بنا کر حملہ کر سکتا ہے۔

پہلے ہم لائن آف کنٹرول کی قانونی حیثیت کا جائزہ لیتے ہیں۔

یکم جنوری 1948 کو انڈیا گورنمنٹ نے اقوامِ متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کے صدر کو ٹیلی گرام بھجوایا جس میں پاکستان کی جانب سے کشمیر پر حملے کی اطلاع دی گئی۔ سلامتی کونسل نے 17 جنوری 1948 کو قرارداد نمبر 38 پاس کر کے پاکستان اور بھارت دونوں کو فوری فائر بندی کا کہا۔ دونوں ممالک کی فوجیں جہاں موجود تھیں، اُن کے درمیان موجود ایک فرضی لکیر کو جنگ بندی لائن تسلیم کر لیا گیا۔ اگست 1965 میں آپریشن جبرالٹر سے پہلے تک اس جنگ بندی لائن پر کوئی خاص سختی نہیں تھی۔ فوجی چوکیاں اور مورچے بھی خال خال تھے۔ اکا دکا کشمیری افراد بہت آسانی سے آر پار آتے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپریشن جبرالٹر کے موقع پر ہزاروں مسلح افراد (جن کی تعداد کم از کم 5 ہزار اور زیادہ سے زیادہ 40 ہزار بیان کی جاتی ہے) مختلف مقامات سے بغیر کسی مزاحمت اور نظروں میں آئے ایل او سی کراس کر کے مقبوضہ کشمیر میں داخل ہو گئے تھے۔

شملہ معاہدے میں بھارت اسے مکمل سرحد تسلیم کرانا چاہتا تھا۔ لیکن پاکستان بدترین حالات میں بھی اس پر تیار نہ ہوا۔ درمیانی حل سیز فائر لائن کو لائن آف کنٹرول میں تبدیل کر دیا گیا۔ فوجی آمر پرویز مشرف اینڈ کمپنی کے کرگل ایڈونچر میں شکست کے بعد پڑنے والے بین (الاقوامی) عالمی دباؤ کو ختم کرنے کے لیے، پاکستان نے بھارت کو ایل او سی پر باڑ لگانے کی اجازت دی۔

جہاں تک کشمیریوں کا تعلق ہے، انہوں نے اس سیز فائر لائن کو کبھی تسلیم ہی نہیں کیا۔ سیز فائر لائن کے دس سال مکمل ہونے پر اسے اعلانیہ روندنے کی پہلی کوشش 28 جون 1958 کو چوہدری غلام عباس اور کے ایچ خورشید کی قیادت میں کی گئی تھی۔ اب تک آزاد کشمیر کی جانب سے ایک درجن ایسی کوششیں ہو چکی ہیں۔

دوسری جانب مقبوضہ کشمیر سے بھی ایسی کوششیں کی گئیں ہیں۔ 11 اگست 2008 کو مقبوضہ کشمیر کے کئی لاکھ شہریوں نے ریاست کو تقسیم کرنے والی لائن آف کنٹرول عبور کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کوشش کے دوران بھارتی فورسز کی فائرنگ سے معروف کشمیری رہنما شیخ عبدالعزیز سمیت دو درجن سے زیادہ کشمیری شہید جبکہ سینکڑوں زخمی ہوئے تھے۔

سرینگر، مظفر آباد اور راولا کوٹ، پونچھ انٹرا کشمیر بس سروس کے ذریعے کشمیری بغیر پاسپورٹ اور ویزے کے مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے درمیان سفر کرتے آئے ہیں۔ آزاد کشمیر سے بھارت کے راستے ویزے پر مقبوضہ کشمیر جانے والے درجنوں وفود نے کشمیر میں داخلے کے مقام لکھن پور اور سرینگر ایئرپورٹ پر غیر ملکیوں کے لیے مخصوص فارم پُر کرنے سے ہمیشہ انکار کیا۔ جس پر بھارتی حکام انہیں بغیر فارم کے ریاست میں داخلے کی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

اقوام متحدہ کی تمام قراردادیں کشمیریوں کو بلا رکاوٹ سیز فائر لائن کے آر پار سفر کی نہ صرف اجازت دیتی ہیں۔ بلکہ پاکستان اور بھارت کو اس سفر میں رکاوٹ ڈالنے سے بھی روکتی ہیں۔ اس پس منظر میں وزیر اعظم عمران خان کا یہ کہنا کہ لائن آف کنٹرول توڑنے کی کوشش کرنے والے، بھارتی بیانیے کو تحفظ دے رہے ہیں ایک مضحکہ خیز اور بھونڈی لاجِک (logic) ہے۔ جو کشمیر کی تقسیم کے ایجنڈے کا واضح اظہار دکھائی دے رہی ہے۔

وزیر اعظم کی کہی یہ بات کہ ایل او سی توڑنے کی کوشش پر بھارت حملہ کر سکتا ہے۔ مزید تشویش کا باعث ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ماضی میں کی گئی درجنوں ایسی کوششوں پر بھارت نے حملہ نہیں کیا تو اب صورتحال میں کیا تبدیلی آئی ہے؟ کیا عمران خان تقسیم کشمیر یعنی کنٹرول لائن کو مستقل سرحد تسلیم کر چکے ہیں۔ جو انہیں اس کے توڑے جانے پر اعتراض ہے؟

عبایا اور جدیدیت پسند مقاصدی فکر: ایک متناقض رویہ|حافظ طاہر اسلام عسکری نے لکھا

آج کل عبایا کے متعلق خیبر پختونخوا حکومت کے ایک حکم نامے (جسے واپس لیا جا چکا ہے) پر بحث جاری ہے۔ اہلِ مذہب بجا طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکم اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہے اور شرعی مقاصد کے حصول میں معاون ہے؛ دوسری طرف سیکولر اور لبرل لابی ہے جو مذہب سے جڑے ہونے کی وجہ سے اس کی مخالفت میں پیش پیش ہے حالاں کہ ڈیموکریٹک ڈسکورس میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے لیکن چوں کہ یہ دیسی لبرل ہیں جن کا دلیل اور استدلال سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے ان سے بامعنی مکالمہ ناممکن کے قریب ہے۔ سب سے حیرت انگیز رویہ مگر ان اہلِ دانش کا ہے جو مقاصدِ شریعہ کا نعرہ لگاتے رہتے ہیں لیکن یہاں وہ بھی لبرل سیکولر لابی کے ہم نواہیں اور عبایا کی پابندی کو شریعت سے متصادم قرار دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ ہر ایسے اقدام کی مخالفت کی جائے جو روایتی مذہبی ڈھانچے سے ساز گار ہو لیکن جدید سیکولر اقدار سے میل نہ کھاتا ہو۔ اور ان کی یہ مخالفت مذہبی استدلال ہی پر مبنی ہوتی ہے جس سے فکری التباس جنم لیتا ہے اور لوگ مذہب کے نام سیکولر لبرل قدروں کو قبول کر لیتے ہیں۔ بہ طور مثال تحدید ازدواج کا قانون دیکھیے کہ جب ریاست یہ حکم جاری کرتی ہے کہ کوئی شخص دوسری شادی کرنے سے قبل پہلی بیوی سے لازماً اجازت لے تو روایتی مذہبی علما اسے خلافِ شریعت قرار دے کر مسترد کرتے ہیں جب کہ یہی مقاصدی حضرات وہاں ریاست کے اس اقدام کے حق میں تاویلات تراش کر اسے عین درست بتلاتے ہیں لیکن عبایا کے حکم کو یہی حضرات اس لیے رد کر دیتے ہیں کہ یہاں ریاست کو یہ اختیار نہیں ہے!! گویا ان کا مقاصدی اجتہاد ہمیشہ لبرل سیکولر ڈسکورس کو مضبوط کرتا اور اسی کی تائید و حمایت پر منتج ہوتا ہے۔ اگر یہ بات درست ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو یہ کہنا بجا ہو گا یہ مقاصدی فکر، اسلامی تصورِ روایت کی سرزمین میں ایک اجنبی پودا ہے!

قرآن اور شفاء...|ڈاکٹر رضوان اسد خان نے لکھا

کسی زمانے میں برصغیر میں ایک بزرگ قرآن کی آیات سے مختلف بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ یعنی رقیہ کے ذریعے۔ کہ خود قرآن میں اللہ نے اسے مومنین کیلئے شفاء بتایا ہے۔

پھر جب انگریز آیا تو اس نے اپنے مادہ پرستانہ عقائد کا پرچار شروع کر دیا۔ غالب طاقت سے مرعوب ہونا فطری امر ہے۔ نتیجتاً بہت سے لوگ قرآن سے منہ موڑنا شروع ہو گئے۔

اسی بستی میں کسی ڈاکٹر نے بھی اپنی پریکٹس شروع کی جہاں وہ بزرگ رہتے تھے۔ وہ جب بھی کسی مریض کو دوا دیتا تو مریض بتاتا کہ میں ان بزرگ کا بتایا ہوا قرآن کی فلاں آیت کا وظیفہ بھی کر رہا ہوں۔ اس پر ڈاکٹر بہت سٹپٹاتا۔ ایک روز تنگ آ کر وہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا، ”شیخ، اب ہمارے پاس بیماریوں کا مؤثر علاج ادویات کی شکل میں موجود ہے۔ اب ہمیں قرآنی آیات والے ذہنی تسلی پر مبنی علاج کی ضرورت نہیں۔ یہ محض واہمہ ہے“۔

شیخ نے فرمایا، ”ہم دوا اور رقیہ دونوں پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ اللہ نے قرآن میں خود اسے شفاء کا ذریعہ بتایا ہے۔“

اس پر ڈاکٹر الجھ کر بولا، ”لیکن شیخ، یہ تو محض چند غیر مرئی الفاظ ہیں۔ جبکہ بیماری ایک طبعی شے ہے اور اسے طبعی علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔“

اس پر بزرگ بولے، ”اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ محض الفاظ ہیں، تو تم ایمان سے عاری اور جہالت کا مرکب ہو۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ تم نہایت بدشکل بھی ہو جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہارے والدین بھی یقیناً بدصورت ہونگے۔“

”کیا؟“ ڈاکٹر چلایا، ”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ گفتگو کے کون سے آداب ہیں؟“

شیخ نے فوراً اسکا ہاتھ پکڑا اور نبض ٹٹول کر گویا ہوئے، ”سبحان اللہ، تمہارا دل کس تیزی سے دھڑک رہا ہے، تمہارا چہرہ سرخ ہو چکا ہے اور تمارا جسم گرم ہے۔ یہ ساری طبعی علامات محض چند الفاظ کے رد عمل میں جو میں نے ادا کیے؟ سنو، الفاظ معانی رکھتے ہیں اور معانی طبعی اثرات مرتب کرنے کی طاقت۔ اللہ، الفاظ کا، انکے معانی کا، اسباب کا اور انکے اثرات کا خالق ہے۔ اور

اس نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ اسکے اپنے غیر مخلوق الفاظ بیماری کیلئے شفاء ہیں۔ البتہ ہم دوا سے علاج کو بھی جائز سمجھتے ہیں تا کہ تم جیسوں کا روز گار چلتا رہے...!!!"

(ڈاکٹر شیڈی المصری کی انگریزی حکایت کا ترجمہ از ڈاکٹر رضوان اسد خان)

ٹیکس دیجیے لیکن ٹھہریے، پہلے رشوت دیجیے | آصف محمود نے لکھا

کیا آپ کو معلوم ہے اسلام آباد ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن کے دفتر میں کیا ہو رہا ہے؟

گاڑی بیچنے والے بھی پروفیسر ڈاکٹر تھے، سابق نیوکلیئر سائنسدان اور گاڑی خریدنے والے بھی پروفیسر۔ میں نے دونوں سے عرض کی کہ کسی ایجنٹ کو پیسے دیتے ہیں وہ ٹوکن بھی جمع کرا دے گا اور گاڑی بھی آپ کے نام ٹرانسفر ہو جائے گی۔ دونوں نے کہا نہیں، عمران خان اتنی محنت کر رہا ہے تو ہمیں بھی رشوت نہیں دینی چاہیے اور ذمہ دار شہری کے طور پر اپنی ذمہ داری ادا کرنی چاہیے اور دفتر جا کر سارا کام کروانا چاہیے۔

لیجیے صاحب میں بھی خاموشی سے ان کے ساتھ ہو لیا۔

دفتر میں داخل ہوئے تو چار سو طویل قطاریں، شدید گرمی، سائے کا کوئی انتظام نہ پنکھے کا کوئی معقول انتظام۔ پانی تھا مگر گرم۔ یہ ٹیکس چور نہیں تھے یہ وہ لوگ ذلیل ہو رہے تھے جو ٹیکس دینے آئے تھے۔

اب دونوں کے چکر شروع ہو گئے، ایک کمرے، وہاں سے دوسرے کمرے، وہاں سے تیسرے کمرے، وہاں سے چوتھے کمرے، چوتھے سے پھر پہلے کمرے، پہلے سے پھر چوتھے کمرے... نصف گھنٹے کی اس مشق میں کام وہیں کا وہیں تھا۔

ایک کمرہ تھا جہاں بائیو میٹرک ہوتی تھی۔ ایک بزرگ تشریف فرما تھے، موبائل سے کھیل رہے تھے۔ کہا بائیو میٹرک کرانی ہے۔ فرمانے لگے یہاں سے نہیں ہوتی۔ باہر سے ہوتی ہے کروا کے لائیے۔ جب وہ سفید ریش پر ہاتھ پھیر کر یہ فرما رہے تھے تو مشین ان کے سامنے رکھی تھی۔

پھر ایک اور کمرے میں پہنچے۔ طویل انتظار کے بعد ایک فارم تھما دیا گیا۔ فارم فِل کر کے ایک اور کمرے میں پہنچے تو معلوم ہوا ایک فارم اور بھی تھا۔ پہیہ پھر سے ایجاد کیا گیا۔ پھر وہاں پہنچے تو سوال ہوا ٹرانسفر فارم تو لگایا ہی نہیں وہ لگوا کر لائیے۔ پروفیسر صاحب نے کہا آپ پہلے بتا دیتے۔ کوئی جواب نہیں آیا۔

پروفیسر صاحب فرمانے لگے اب بائیو میٹرک بھی تو باہر سے کروانی ہے تو کل آ جاتے ہیں۔ وہاں سے نکلے تو پروفیسر صاحب موبائل پر اسلام آباد کیپیٹل ایڈ منسٹریشن کا پیج کھول کر بیٹھ گئے۔ چیف کمشنر صاحب کے پیج پر شکایات کا پورٹل تھا۔ وہاں انہوں نے شکایت بھیجی اسی وقت آٹو ریپلائی آ گیا وزیر اعظم پورٹل پر شکایت کیجیے۔ پروفیسر صاحب کہنے لگے اگر شکایت وہاں کرنی ہے تو یہاں یہ آپشن دیا ہی کیوں تھا۔ میں نے کہا سر مجھے کیا معلوم۔

شکایت کے لیے ایک واٹس ایپ نمبر بھی درج تھا۔ انہوں نے نے کہا یہاں میسج کرتے ہیں۔ معلوم ہوا وہ نمبر واٹس ایپ پر رجسٹر ہی نہیں تھا۔ شکایت کے لیے ایک فون نمبر بھی تھا بہت کالز کیں مگر کسی نے نہیں اٹھائی۔

میں نے کہا سر اب مجھے اجازت دیں میں آپ کو یہ کام کروا دوں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ میں نے ایک صاحب کو فون کیا۔ انہوں نے کہا ادھر ہی رکیے میں آ رہا ہوں۔ بائیو میٹرک بھی اسی بزرگ سے ہو گئی۔ فارم بھی سارے ایک کمرے سے مل گئے۔ لائن میں بھی نہیں رکنا پڑا۔ اور کام بھی ہو گیا۔

نتیجہ: صرف ٹیکس دینے آئیں گے تو ذلیل ہوں گے۔ ٹیکس دینے جائیں تو تگڑی سی سفارش آپ کے ساتھ ہو ورنہ پھر یا تو ذلیل ہوں یا ایجنٹ کے ذریعے بابو لوگ کو رشوت دے کر کام کروائیں۔ ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن والوں کا انتظام تو واضح ہے سوائے عزیز ہم وطنو! اسلام آباد میں ٹیکس ضرور دیجیے مگر پہلے رشوت دیجیے۔ چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کے فیس بک اور ٹویٹر پر دیے گئے بھاشنوں سے زیادہ متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

......یعنی میں ابھی پاگل نہیں ہوا | عابی مکھنوی نے لکھا

کراچی میں مصباح بٹیاڈ کیت کی گولی کا شکار ہوئی اور سات سالہ سفیان لیاری ندی نامی غلاظت کے نالے میں ڈُوب کر جان سے گیا۔

دونوں واقعات ہی معمول کی باتیں... میرے لیے اور اس معاشرے کے لیے!

لیکن ان دونوں گھروں میں اور ایسے ہی ان گنت گھروں میں پھر وقت رُک سا جاتا ہے۔ خوشی اور غم دونوں ہی معانی کھو دیتے ہیں۔ ایسے گھروں کے مکین محض اس لیے زندہ رہتے ہیں کہ مر جانا گناہ ہے۔ مطالبہ کیا کیا جائے؟ کس سے کیا جائے؟

گزشتہ روز ایک روٹ پر راستے میں سی ایم ہاؤس آیا تو بے اختیار قہقہے لگانے لگا۔ گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا اور بالکل اکیلا تھا۔ قہقہے تھمتے ہی اپنی دماغی صحت کے حوالے سے متفکر ہو گیا۔ سوچنے لگا کہ یہ کیا حرکت کی۔ کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا۔ کیریئر کاؤنسلنگ سے ریٹائر ہو جانا چاہیے کہ خود جو پاگل ہو چکا ہوں۔ ایسے اکیلے میں کون قہقہے لگاتا ہے بھلا۔ غور خوض کیا کہ کیوں ہنسا!!

وہ دراصل جو سی ایم ہاؤس کی غیر معمولی سکیورٹی جو دیکھ لی تھی۔ جن کی وجہ سے بچے نالوں، گٹروں میں ڈوب کر مر رہے ہیں۔ جن کو مصباح کی حفاظت کرنی تھی۔ بلکہ جن کی وجہ سے یہ پورا معاشرہ عذاب کا شکار ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیتا ہوں کہ جن سے ہر بچے، بوڑھے، نحیف و کمزور اور بے بس کو خطرہ ہے۔ اُن کی کتنی زبردست حفاظت ہو رہی ہے۔

قہقہہ بجا تھا......یعنی ابھی پاگل نہیں ہوا!!

آنکھ میں منجمد ہیں منظر سب!

دِن بدلتے نہیں گزرتے ہیں

پرویز مشرف کے بارے میں مہتاب عزیز نے لکھا

کوئی جا کر اُس خبیث بزرگ کو بتائے۔ جو پاکستان اُس کے ناپاک وجود کو برداشت کرنے کو تیار نہیں ہے...طالبان اُسی میں پاکستان آئے ہوئے ہیں، وہ اسلام آباد کی سڑکوں پر سربراہانِ مملکت کی شان سے گھوم رہے ہیں۔ پاکستان کے وزیر خارجہ نے دفتر خارجہ کی عمارت سے باہر نکل کر استقبال کیا۔ وزیر اعظم پاکستان اور چیف آف آرمی سٹاف نے ملاقات کی۔ طالبان کو امریکہ کے نمائندے سے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ امریکہ کا نمائندہ خصوصی دو دن سے انتظار کر رہا ہے کہ طالبان کا وفد ملاقات پر رضا مند ہو جائے۔ بے شک عزت، اللہ پر ایمان رکھنے اور اُس کی راہ پر چلنے والوں کے لیے ہے۔ اللہ سے بغاوت کرنے والوں کا مقدر دنیا میں بھی ذلت ورسوائی ہے اور آخرت میں دردناک عذاب۔ کوئی ہے جو عبرت پکڑے؟؟؟

ملابرادر اور پاکستانی حکام کی ملاقات|ڈاکٹر اسامہ شفیق نے لکھا

یہ وقت کس کی رعونت پہ خاک ڈال گیا
یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں

الحکم للہ، اللہ اکبر! یہ انجام دنیا کے فرعونوں کو دکھا دو۔ برادرانِ یوسف کو کنویں میں دھکیلا لیکن انہوں نے یہیں سے حکمرانی کا سفر کیا۔ ہمارے ذلیل حکمرانوں نے بھی یہی کیا۔ جنیوا کنونشن کی خلاف ورزی کر کے افغان سفیر ملا عبد السلام ضعیف کو امریکہ کے حوالے کیا۔ لاکھوں مسلمان بھائیوں کو تہہ تیغ کرنے کے لیے معاونت کی۔ اپنوں کی گردن کاٹی لیکن انجام عبرت ناک ہے۔ آج وہ جوان جرائم کا مجرم تھا ملک سے باہر دیدۂ عبرت نگاہ ہے[1] اور اس کے زیرِ عتاب رہنے والے آج اسلام آباد میں سرکاری مہمان...وزیرِ خارجہ ان کا استقبال کرتا ہے۔ وزیرِ اعظم عمران خان ان سے ملاقات کے متمنی ہیں۔ دنیا کے فراعین کو بتادو! جنگ محض مادی وسائل کی بنیاد پر نہیں، بلکہ عزم و حوصلے، استقامت اور اللہ کے بھروسے لڑی جاتی ہے۔ یہ سبق ان کے لیے بھی ہے جو بھارت سے جنگ نہ کرنے کی وجہ کمزور معیشت کو قرار دیتے ہیں!

مجاہد فی سبیل اللہ... عمر مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ | کاشف نصیر نے لکھا

اس شیر کو سلام جس کے قدموں کی گونج آج بھی لیبیا کے صحراؤں میں سنی جاتی ہے! عمر مختار السنوسی، لیبیا کا وہ بیٹا، صحرا کا وہ شیر، جرأت و بہادری کا وہ استعارہ، غیرت اور خودداری کا وہ نشان، تحریک اور مزاحمت کا وہ مضمون، روحانیت کی وہ شمع، قرآن کریم کا وہ مدرس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ سپاہی تھا جسے بظاہر 16 ستمبر 1931 کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا تھا مگر لیبیا کے صحراؤں میں اسکے قدموں کی گونج آج بھی سنی جاتی ہے۔ وہ 20 اگست 1861ء کو طبرق کے قریب جنزور نامی گاؤں میں ایک غریب مگر معزز گھرانے میں پیدا ہوا اور یتیمی کی حالت میں شیخ الشارف الغریانی کے یہاں پروان چڑھا۔ اس نے 1912ء سے 1931ء تک مسلسل 20 سال لیبیا پر اطالوی قبضے کے خلاف مزاحمت کا علم بلند رکھا۔ وہ صحرا کا باسی تھا اور اسے ریت کے ٹیلوں کے درمیان جہاں بانی کا ہنر آتا تھا۔ وہ اکثر و بیشتر چھوٹی ٹولیوں میں اطالویوں پر حملے کرتا اور پھر صحرا کی وسعتوں میں غائب ہو جاتا۔ فوجی چوکیاں، عسکری قافلے اور رسد و مواصلات کی گزر گاہیں اسکا نشانہ ہوا کرتی تھیں۔ وہ 70 سال کی عمر میں ایک چھاپہ مار کارروائی کے دوران مردانہ وار لڑتا ہوا زخمی ہوا اور گرفتار کر لیا گیا۔ ضعف عمر کے باوجود اسے بھاری زنجیروں سے باندھ کر اور پیروں میں بیڑیاں ڈال کر اٹلی منتقل کیا گیا۔ غلام قوم کے اس آزاد منش لیڈر کو زندان کی تاریکیوں میں کئی دن تک اذیت ناک تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب اسے مارا جاتا یا اس سے تفتیش کی جاتی تو وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کرتا۔ بالآخر ایک فوجی عدالت کے فیصلے پر 16 ستمبر 1931ء کو اسے اسکے شاگردوں کے سامنے سرعام تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ تاریخ دان اس عدالت کو عدالت نہیں، ظالم کا سجایا ہوا مقتل قرار دیتے ہیں۔

سانحۂ ساہیوال - قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو|طارق حبیب نے لکھا

سانحہ ساہیوال کے لواحقین سے بات ہوئی تو پتا چلا کہ ابھی تک...بس انصاف کے متلاشی کبھی کسی در اور کبھی کسی چوکھٹ پر... دھکے کھا رہے ہیں... مگر انصاف ہے کہ کہیں نظر ہی نہیں آرہا...

وہ پنجاب پولیس کہ جو کسی جاگیردار کے کھیت میں ...گھس جانے والی بکری کے چرواہے کو ہتھکڑیوں میں جکڑ کر تصاویر بنوا رہی ہوتی ہے...سانحۂ ساہیوال کے نام نہاد ہی سہی گرفتار ملزمان کی نہ تو کوئی تصاویر دے سکی اور...نہ ہی اتنے بڑے سانحہ کے گرفتار ملزمان ...کے ساتھ ہتھکڑیوں میں کوئی تصویر منظر عام پر آئی...

خون ریزی کن اہلکاروں نے کی اور گرفتار کون ہوئے؟...کن کے حکم پر خون ریزی کی گئی؟؟؟...خون ریزی کے بعد مبینہ طور پر مقتول خواتین کی لاشوں سے زیورات کس قانون کے تحت نوچے گئے؟؟؟...اصل ذمہ داران کون ہیں؟؟؟...کہاں ہیں؟؟؟...اور سی ٹی ڈی کے وہ افسران کیسے اب تک اپنی پوسٹوں پر کام کر رہے ہیں جو اس سانحہ کے وقت کام کر رہے تھے؟؟؟

[1] مصنف کا اشارہ پرویز مشرف کی طرف ہے۔ لیکن اس جرم کا مجرم فقط پرویز مشرف کو قرار دینا کافی نہیں، فوج بطورِ ادارہ اُس وقت بھی اور اِس وقت بھی امریکی جنگ کی فرنٹ لائن اتحادی اور مذکورہ تمام جرائم میں حصہ دار بھی ہے۔ (ادارہ)

پھر یہ کہ لواحقین کی بات کیوں نہیں سنی جا رہی؟؟؟...ان معصوم بچوں کو کیوں انصاف کے لیے دربدر ہونا پڑ رہا ہے؟؟؟ حقائق سامنے کیوں نہیں لائے جا رہے کہ یہ سانحہ کیوں اور کن کے کہنے پر ہوا؟؟؟

جن سی ٹی ڈی اہلکاروں کو قربانی کا بکرا بنایا گیا...ان کا تحفظ بھی ایسے کیا جا رہا ہے کہ جیسے ماں اپنے نومولود کو سنبھال کر رکھتی ہے...کب پیشی ہے، عدالت میں سماعت کب ہوتی ہے، جج کیا ریمارکس دیتے ہیں...کیس کیسے چل رہا ہے...کوئی بات سامنے نہیں آنے دی جاتی...

کیا اتنے خفیہ طریقے سے کیس چلائے جانے...اور نام نہاد ہی سہی، گرفتار ملزمان کو اتنا خفیہ رکھنے کی کوئی اور مثال پاکستان میں ملتی ہے...اگر ملتی ہے تو ضرور مطلع کریں تا کہ اپنی کم علمی کو دور کر سکوں...

...رہے نام مولا کا!

★★★★★

بقیہ: شہادتوں بھری عید

...... جن میں سے ایک راستے میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد کچھ ساتھی زخمیوں کے ساتھ دتہ خیل کی طرف روانہ ہوئے، جبکہ کچھ ساتھی مقامی انصار کے ساتھ شہدا کی تدفین کرنے لگے۔ دتہ خیل کے نو اڈہ میں ساتھی انتظار میں کھڑے تھے، وہاں زخمی ساتھیوں کو ہسپتال لے جایا گیا اور میں کچھ عرصہ اوپر رہ کر تعلیم کے سلسلے میں دوبارہ نیچے روانہ ہو گیا۔

اب کچھ تذکرہ ان شہدا کا ہو جائے جو اس حملے میں شہادت کا رتبہ پا گئے۔ نحسبه كذالك ولا نزكي على الله احدا۔

اسامہؒ، پاکستان کے ایک معروف عالم دین، مولانا عبد المالک صاحب کے بیٹے تھے۔ سبحان اللہ! اللہ نے کیسے ان کے بیٹے کو اپنے پاس بلایا، کیسے وہ اپنے ناتواں بندوں کو دنیا کے عیش و آرام سے نکال کر اس کٹھن زندگی میں لے آیا، شاید دنیادار اس کو عذاب سمجھیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آزمائش تو اللہ کے مقرب بندوں پر آتی ہے، اور جو جتنا قریب تر ہوتا ہے اتنا اس کی آزمائش بڑھ جاتی ہے۔ اسی لیے انبیا کی آزمائش سب سے سخت ہوتی تھی، اور خصوصاً ہمارے نبی ﷺ کی آزمائش اشد تر تھی۔

اسامہ بھائی رحمۃ اللہ علیہ کی ساتھیوں کے درمیان معاشرت بہت اچھی تھی۔ مجھے نہیں یاد کہ میں نے ان کو کبھی کسی ساتھی کے ساتھ تلخی سے پیش آتے دیکھا ہو، بلکہ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ ہی ملتے پایا۔ اسی طرح ان میں ایک اور خوبی کا مشاہدہ ہوا کہ ان کو کبھی بڑائی کا اظہار کرتے نہیں دیکھا، ہمیشہ عاجزی اور ملنساری سے پیش آتے۔

اللہ اپنے بندوں کو ایسے ہی اپنے پاس نہیں بلاتا بلکہ ان کی کوئی بات اللہ کو پسند آجاتی ہے تو وہ انہیں شہادت کے مقام سے سرفراز فرماتا ہے۔

ان شہدا میں اویس رحمۃ اللہ علیہ اور داد اللہ بھائی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ داد اللہ بھائی پشتون تھے، ان کا آبائی علاقہ میرے علم میں نہیں، جبکہ اویس بھائی کا تعلق اٹک کے گردونواح سے تھا۔ یہ دونوں بھائی بہت اچھے ساتھی تھے۔ مجھے یاد ہے کہ اس عید کے قریب جس میں وہ شہید ہوئے، اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ ہمیں گھر جانا ہے، دعا کرو ترتیب بن جائے۔ ہم سمجھے شاید وہ واقعی گھر جانا چاہتے ہیں، لیکن ان کی شہادت کے بعد ذمہ دار بھائی نے بتایا کہ وہ دونوں فدائی تھے اور آخری انفرادی ملاقات میں وہ بہت شدت سے فدائی پر اصرار کر رہے تھے۔ ہم حیران تھے کہ اللہ کو ایسے ٹوٹ کر چاہنے والے بھی ہوتے ہیں اور اللہ کی محبت کو یوں دل میں چھپا کر رکھتے ہیں۔ اللہ بھی پھر ان کو زیادہ انتظار نہیں کرواتا اور اپنے پاس بلا لیتا ہے۔

اویس بھائی رحمۃ اللہ علیہ کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا وہ اکثر موقع ملنے پر گھڑ سواری کیا کرتے تھے، اور ساتھ میں مجھے بھی سکھایا کرتے تھے۔ اللہ ان سب بھائیوں کی شہادت قبول فرمائے اور انہیں جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہم سب کو جنت میں اکٹھا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

یہ شہدا ہی تو ہوتے ہیں جو اپنے رب کی خاطر اپنی جانیں دے دیا کرتے ہیں۔ ان کے کٹے پھٹے لاشے اور گرم گرم لہو بزبان حال اس راہ پر چلنے والوں سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ: "دیکھو ثابت قدم رہنا، کہیں دنیا کی چکا چوند سے متاثر ہو کر اس راہ سے پیچھے نہ ہٹ جانا، کہیں مصائب پر مصائب اور شہادتوں پر شہادتیں دیکھ کر لڑکھڑا نہ جانا، اپنے رب کے وعدوں پر یقین رکھنا، ہمارا رب ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

کیا آپ کو ہماری یہ صدائیں محسوس نہیں ہوتیں؟

قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ○بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ○(یس)

"اس نے کہا: 'کاش! میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں داخل فرمایا'۔"

ہماری لاشوں کی خستہ حالی کو مت دیکھو، ہمیں اس سے فرق نہیں پڑتا کہ دنیا والے ہمیں کیسے دیکھ رہے ہیں۔ ہماری قیمت تو ہمارا رب لگا چکا ہے۔

(بالآخر درج بالا تحریر لکھنے والا بھی، اپنے ربّ کی لگائی ہوئی قیمت پر اپنی جان بیچ کر ربّ کے دربار میں پہنچ گیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ ادارہ)

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: خیر الدین درانی

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ ستمبر ۲۰۱۹ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیشِ خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد وشمار، اِمارتِ اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔
تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارتِ اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ: www.alemarahurdu.net پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم ستمبر:

- صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے کوپر اتیف کے علاقے میں پولیس اہلکاروں پر گھات کی صورت میں حملہ ہوا، جس سے 2 گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار کمانڈر (رحیم) سمیت پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ 2 مزید زخمی ہوئے۔
- صوبہ قندوز شہر کے چوک میں امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے صوبائی پولیس چیف، کمانڈو اور اعلی حکام کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ابتدائی معلومات کے مطابق پولیس چیف سمیت 20 کمانڈو ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہونے کے علاوہ متعدد ٹینک اور گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔
- صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں چار اطراف امام صاحب بندر، کابل بندر، خان آباد بندر اور زاخیل کے مقامات سے دشمن کے مراکز اور چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے دو فوجی مراکز، ایک پولیس اسٹیشن اور 28 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 43 اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے اور شہری یونٹ کمانڈر سمیت 15 اہلکار ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 11 فوجی رینجر گاڑیاں، ٹینک اور کافی مقدار میں مختلف النوع ہلکے وبھاری ہتھیار بھی غنیمت کر لی۔
- صوبہ بغلان صدر مقام پل خمری شہر میں واقع دشمن کے مراکز اور چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں سمیت 33 اہلکار ہلاک ہوئے ہیں اور مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لی ہے۔
- صوبہ لوگر ضلع محمد آغہ کے زرغون شہر کے علاقے میں واقع سیکورٹی فورسز کی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کر کے اللہ تعالی کی نصرت سے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 9 ہلاک جب کہ 16 زخمی ہوئے اور مجاہدین نے 5 عدد ہتھیار بھی قبضے میں لیا۔
- صوبہ قندہار کے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر، پولیس ہیڈ کوارٹر اور دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے ہلکی وبھاری ہتھیار اور لیزر گنوں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 ٹینک تباہ، 26 اہلکار ہلاک ہوئے۔
- صوبہ اروزگان کے ضلع ترینکوٹ میں غاصب امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے مجاہدین کے مورچوں پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 3 قابض امریکی اور 8 نام نہاد کمانڈوز ہلاک، جبکہ دیگر نے پسپائی اپنالی۔
- مجاہدین نے صدر مقام قندوز میں واقع فوجی مراکز اور چوکیوں پر چار اطراف کابل بندر، امام صاحب بندر، خان آباد بندر اور زاخیل کے علاقوں میں وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے 21 چوکیاں، فوجی مراکز اور یونٹ فتح ہونے کے علاوہ 57 سیکورٹی اہلکار ہلاک، 72 زخمی اور شہری یونٹ کمانڈر سمیت 17 اہلکار گرفتار ہوئے۔

2 ستمبر:

- صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے الوزئی کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ٹینکوں پر شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ استعماری افواج کو ہلاکتوں کا سامنا بھی ہوا، لیکن اطلاع فراہم نہ ہو سکی۔
- صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے خونیان کے علاقے میں مجاہدین نے مقامی جنگجوؤں کی چوکی پر چھاپہ مار کر اللہ تعالی کی نصرت سے اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات کمانڈر نور محمد سمیت 10 جنگجو ہلاک ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 4 امریکی گنیں، ایک ہیوی مشین گن، کئی کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی سازوسامان قبضے میں لیا۔
- مجاہدین نے صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں متعدد چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ادیسی اور تاجکی قشلاق کے وسیع علاقے اور 11 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 35 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہونے کے علاوہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشین گن، ایک ہینڈ گرنیڈ، پانچ عدد کلاشنکوفیں اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان قبضے میں لیا۔ ذرائع کے مطابق دشمن کی بمباری کے دوران 5 مجاہدین بھی زخمی ہوئے۔
- صوبہ پکتیا ضلع زرمت کے مقرب خیل، نیک نام قلعہ اور پاپلوچ کے علاقوں میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 20 سیکورٹی اہلکار ہلاک وزخمی ہونے کے علاوہ 3 سپلائی گاڑیاں اور 2 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

➢ صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر کے سہ درک کے علاقے میں امارت اسلامیہ کے فدائی مجاہدین نے کمانڈو اور کٹھ پتلی فوجوں کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں ابتدائی معلومات کے مطابق 21 اہلکار ہلاک جب کہ 30 زخمی ہوئے۔ ہلاک شدہ گاں اور زخمیوں میں اعلی عہدیدار بھی شامل ہیں۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ کے پر اتیف کے علاقے میں پولیس پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 گاڑیاں تباہ اور 11 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ غور کے ضلع فیروز کوہ کے دشت غلمین کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون کو نشانہ بنا کر مار گرایا۔

4 ستمبر:

➢ کابل شہر کے حلقہ نمبر 9 کے مربوطہ گرین ویلیج کے علاقے میں استعماری افواج کے مرکز پر فدائین نے حملہ کیا۔ سب سے پہلے بارود سے بھری گاڑی کے ذریعے شہیدی حملہ کروایا گیا، جس سے تمام رکاوٹیں عبور ہوئیں اور ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے لیس دیگر فدائین مرکز میں داخل ہو کر وہاں موجود استعماری افواج کے اعلی حکام کو نشانہ بنایا، جس میں اب تک درجنوں اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ گرین ویلیج نامی علاقے میں بلیک واٹر اور دیگر کرائے کے قاتلوں، جاسوسوں اور کٹھ پتلی غلاموں کا طاغوتی اڈہ کابل شہر کے مشرق جلال آباد روڈ پر واقع ہے، جہاں افغان مظلوم عوام کے خلاف مختلف سازشوں اور حملوں کی منصوبہ کی جاتی ہے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے شیر اغا، 31 غربی اور لوئی ماندہ کے علاقوں میں واقع فوجی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 2 گاڑیاں اور ٹینک تباہ، 13 اہلکار ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔ یادرہے کہ مجاہدین نے ایک M16 اور 4 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

➢ امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے صوبہ ہرات ضلع فارسئی میں 39 اہلکاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے دوراھی، عبد العزیز پٹرول پمپ، نہر سراج کے دایکلنگ کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 11 اہلکار ہلاک، جبکہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک رائفل گن، 3 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

➢ صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے سلام خیل کے علاقے میں ڈسٹرکٹ پولیس چیف کی گاڑی پر ہونے والے دھماکہ سے گاڑی تباہ اور اس میں سوار ضلعی پولیس سربراہ کمانڈر محمد سرور حسین خیل 6 محافظوں سمیت ہلاک ہوا۔

5 ستمبر:

➢ کابل شہر کے حلقہ نمبر 9 کے مربوطہ شش درک کوچہ کے مقام پر انٹلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ نمبر 40 کے مین گیٹ کے قریب استعماری افواج اور کٹھ پتلی انتظامیہ کے اینٹلی جنس سروس حکام کے قافلے کو شہیدی حملے کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں تین بلٹ پروف لینڈ کروزر گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 12 استعماری آفسر اور 8 کٹھ پتلی انتظامیہ کے اینٹلی جنس سروس سیکورٹی اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بلخ کے ضلع زارع کے مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر اور چوکیوں پر وسیع حملہ کر کے اللہ تعالی کی نصرت سے تمام مراکز پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 36 ہلاک، 14 زخمی، 4 گرفتار ہونے کے علاوہ دو ٹینک، دو رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں۔ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، 9 عدد کلاشنکوفیں، ایک مارٹر توپ، 4 ہیوی مشین گنیں، 2 ہینڈ گرنیڈ، 2 راکٹ لانچر، 7 امریکی ایم فور رائفلیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لی۔

➢ صوبہ اروزگان کے پولیس ہیڈکوارٹر پر حکمت عملی کے تحت استشہادی مجاہد کے ذریعے کار بم دھماکہ ہوا، جس کے نتیجے میں مرکز تباہ ہوا۔ اس کے بعد مجاہدین نے فوجی مراکز پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے دشمن کے مراکز پر وسیع حملہ کیا، جس سے 6 مراکز فتح، 25 فوجی وپولیس اہلکار ہلاک، متعدد زخمی، 11 عدد ٹینک وفوجی گاڑیاں تباہ، جبکہ مجاہدین نے مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

➢ صوبہ قندہار ضلع پنجوائی کے زنگاوات کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح، کمانڈر داود سمیت 10 جنگجو ہلاک، 3 موٹر سائکل تباہ، جبکہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن اور 2 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

8 ستمبر:

➢ صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال کے مرکز، پولیس اہلکاروں اور آس پاس چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا اور تمام مراکز شدید محاصرے کی حالت میں ہے، جس میں اب تک 12 اہلکار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔ نیز ضلع دشت آرچی کے مرکز پر مجاہدین کی کاروائی جاری ہے اور اب تک کمال، جمال اور کمانڈر رؤف کی چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ ایک ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک وزخمی اور مجاہدین نے کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی قبضے میں لیا۔

➢ صوبہ قندہار کے ضلع میوند میں فوجی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح، 10 اہلکار ہلاک، جبکہ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر، ایک کلاشنکوف اور ایک موٹر سائکل غنیمت کر لیا۔

11 ستمبر:

➢ صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی کے مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر، اینٹلی جنس سروس ڈائریکٹوریٹ، کلب فوجی بیس، نظم عامہ بیس سمیت 23 چوکیوں کا کنٹرول حاصل کرلیا اور اس دوران 4 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 75 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ 32 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ بلخ کے ضلع شولگرہ کے سیا آب کے علاقے میں واقع فوجی بیس پر مجاہدین نے شدید حملہ کرکے اللہ تعالیٰ کی نصرت اس پر قابض ہوئے اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 10 ہلاک و زخمی جب کہ دیگر فرار ہونے میں کامیاب ہوئے اور مجاہدین نے اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کرلی۔ واضح رہے کہ مذکورہ بیس ایک ماہ سے مجاہدین کے شدید محاصرے میں رہا اور اس دوران تازہ دم اہلکاروں پر حملے ہوئے، جس میں 14 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 100 سے زائد اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے تھے۔

➢ صوبہ زابل کے ضلع سیوری کے بورگئی کے علاقے میں فوجی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 4 ٹینک تباہ اور 15 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال کے مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر، افغان مزار فوجی بیس، لغمانی فوجی، بزکشی میدان فوجی بیس، اٹھارنی جنرل آفس اور 17 چوکیوں پر حملہ کرکے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے پیر کے روز تمام مراکز کا کنٹرول حاصل کرلیا اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے کمانڈر جلیل سمیت 37 ہلکار ہلاک جب کہ 16 زخمی، دو فوجی ٹینک اور ایک گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، ایک رینجر گاڑی، ایک اینٹی ایئرکرافٹ گن، ایک ہیوی مشین گن، 3 امریکی گنیں اور کافی مقدار میں مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

➢ صوبہ ننگرہار ضلع پچیر آگام کے زمرخیل کے مقام پر دھماکہ سے 5 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے نہر سراج کے علاقے کے پوپلزوں، سمینار اور حیدر آباد کے علاقوں میں فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، گاڑی تباہ اور 18 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے سور سخر اور سنگر نامی چوکیوں پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 18 اہلکار ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ تخار ضلع خواجہ بھاؤالدین القتاق نامی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے اہم چوکی فتح، 15 اہلکار ہلاک، پانچ مزید زخمی۔

14 ستمبر:

➢ امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے صوبہ فاریاب ضلع لولاش میں 20 اہلکار مجاہدین سے آملے۔ یاد رہے کہ سرنڈر ہونے والوں نے کافی فوجی سازوسامان بھی مجاہدین کے حوالے کردیا۔

➢ صوبہ قندہار کے چرخان کے قریب دشمن کے کاروان پر بم دھماکے ہوئے، جس سے 2 گاڑیاں تباہ اور پانچ اہلکار ہلاک، جبکہ پانچ مزید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ زابل کے صوبائی دار الحکومت قلات شہر کے نیو نورک کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے 8 اہلکاروں کو ہلاکتوں کا سامنا ہوا۔

➢ صوبہ قندہار کے ضلع شاہ ولیکوٹ کے دامان کے علاقے میں واقع چوکی میں تعینات رابط مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، جس سے کمانڈر سیف اللہ سمیت 9 فوجی موقع پر ہلاک ہوئے۔

16 ستمبر:

➢ صوبائی دار الحکومت غزنی شہر کے حسن آباد اور زرگر کے علاقوں میں واقع فوجی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 6 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی کے ضلعی بازار میں فوجی ٹینک پر بم دھماکہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بلخ ضلع چمتال کے ضلعی مرکز میں مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، جس سے 6 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

➢ امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے صوبہ بغلان میں 21 اہلکار مجاہدین سے آملے۔

➢ صوبہ بغلان کے مرکزی بغلان میں مجاہدین نے دشمن کے مراکز پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھا، جس سے 22 چوکیاں، 4 فوجی یونٹ اور 25 گاؤں فتح، 17 فوجی ہلاک، 9 زخمی، جبکہ پانچ گرفتار ہوئے۔

19 ستمبر:

➢ صوبہ زابل کے صوبائی دار الحکومت قلات شہر کے کاکڑان کے علاقے میں دشمن پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 10 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بدخشان ضلع وردوج آب جال کے علاقوں میں دشمن کے مراکز پر مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر باز محمد اور کمانڈر نجم الدین اور 3 کمانڈروں سمیت 13 اہلکار موقع پر ہلاک، جبکہ سات مزید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے حیدر اباد، نہر سراج، آب بازان، سپین مسجد کے علاقوں میں دشمن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح، 10 اہلکار ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

➢ صوبہ ہلمند کے سپین، کاریز اور توت شاہ کے علاقوں میں پولیس اہلکاروں اور فوجی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک ٹینک، 3 رینجر گاڑی تباہ، کمانڈر شمیم نورزئی سمیت 20 اہلکار ہلاک وزخمی۔

23 ستمبر:

➢ صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب میں مجاہدین نے محصور یونٹ پر حملہ کیا، جس سے 4 فوجی ہلاک، جبکہ 6 مزید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے دہ آدم خان، نہر سراج کے چار گل پٹرول پمپ اور حاجی عبد العزیز پٹرول پمپ کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 6 اہلکار ہلاک، ظالم کمانڈر خاکسار زخمی، جبکہ مجاہدین نے 2 کلاشنکوف غنیمت کرلیا۔

➢ صوبہ ہلمند کے توری گائی کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار کمانڈر) حنیفا 6 (اہلکاروں سمیت زخمی ہوا۔

➢ صوبہ زابل کے صوبائی دار الحکومت قلات شہر عجلبئی کے علاقے میں بم دھماکہ ہوا، جس سے رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہلکار ہلاک، 2 زخمی، جبکہ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن اور ایک کارمولی غنیمت کرلیا۔

➢ صوبہ قندہار کے قندہار ائیر بیس میں تعینات رابط مجاہد صفی اللہ تقبلہ اللہ نے غاصب امریکیوں پر حملہ کیا، جس کے نیتجے میں 12 سفاک امریکی موقع پر ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز کے مرکز اور دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے ڈاکو نامی چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 9 ہلاک جب کہ 2 زخمی اور 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 3 ہیوی مشین گنیں، ایک کلاشنکوف، ایک راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

➢ صوبہ بدخشان ضلع کے آب خستک کے علاقے میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر کند، کمانڈر آصف اور اینٹلی جنس سروس آفسر ثناءاللہ سمیت 29 اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

24 ستمبر:

➢ صوبہ بدخشان کے ضلع جرم کے دہن آب خستک کے علاقے میں مجاہدین نے سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر کند، کمانڈر آصف اور اینٹلی جنس سروس آفسر ثناءاللہ سمیت 29 اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ کابل ضلع دہ سبز کے شاہ محمد قلعہ کے مقام پر واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 اہلکار گرفتار ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 3 کلاشنکوفیں، ایک راکٹ لانچر، 3 زرے اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔

25 ستمبر:

➢ صوبہ لوگر کے صدر مقام پل عالم شہر کے خدر بازار کے قریب بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار اہلکاروں میں سے 2 ہلاک جب کہ تیسرا زخمی ہوااور رات کے وقت پل عالم شہر کے کلنگار کے علاقے میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس میں ایک گاڑی اور 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 9 اہلکار ہلاک جب کہ 4 زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ ہلمند ضلع نادعلی نرئیماندہ اور ھزارگان کے علاقوں میں دشمن پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور 10 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ بدخشان ضلع وردوج کے مربوطہ علاقے میں کمانڈو کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 8 وحشی ہلاک ایک ٹینک تباہ اور دیگر فرار ہوئے۔

27 ستمبر:

➢ صوبہ زابل کے صوبائی دارالحکومت قلات شہر کے خواجوں، بسکئی اور خارجوئی کے علاقوں میں فوجی کاروان پر حملہ ہوا، جس سے 9 ٹینک تباہ اور 23 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ خوست ضلع صبری کے یعقوبی کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے شدید حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 8 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئےاور بدھ کےروز صبح کے وقت ضلع اسماعیل خیل کے مندوزئی کے علاقے میں چرہ دار بم دھماکہ سے اینٹلی جنس سروس آفسر سمیت 3 اہلکار شدید زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ زابل کے صوبائی دار الحکومت قلات شہر سے دو روز پہلے فوجی کاروان ضلع شاہ جوئی کی طرف روانہ ہوا، جن پر مجاہدین نے مسلسل حملے کیے، جس کے نتیجے میں10 رینجر گاڑی تباہ اور 23 اہلکار ہلاک، جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

➢ صوبہ سمنگان کے ضلع درہ صوف پائین کے مرکز اور چوکیوں پر وسیع حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات درجنوں اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ 20 گرفتار ہوئے اور مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار بھی غنیمت کرلی۔

28 ستمبر:

➢ صوبہ ہلمند کے باغران وناومیش اضلاع کی درمیانی علاقے میں دشمن پر حملہ ہوا، جس سے 2 ٹینک تباہ اور 16 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

➢ صوبہ پکتیا ضلع پٹان کے پولیس اسٹیشن میں ہونے والے دھماکہ سے 13 اہلکار اور الیکشن کے کارکن زخمی ہوئے اوراحمد خیل واحمد آباد کے اضلاع میں مجاہدین نے دشمن پر حملہ کیا، جو تاحال جاری ہے، جب کہ صدر مقام گردیز اور دیگر اضلاع کے مراکز کو ملانے والے تمام راستوں کو مجاہدین نے دشمن کی آمد ورفت کے لیے بند کردیے ہیں۔

➢ صوبہ غزنی ضلع شلگر کے بند سردہ کے علاقے میں مجاہدین نے سپیشل فورس اہلکاروں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 بکتر بند ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 12 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

➢ الفتح آپریشن کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ملک بھر میں نام نہاد الیکشن مراکزاور سیکورٹی فورسز پر 314 حملے انجام دیے۔

➢ رپورٹ کے مطابق حملے کابل، کنڑ، پکتیا، پروان، میدان، غزنی، لغمان، پکتیکا، خوست، لوگر، بلخ، کاپیسا، جوزجان، بامیان، ننگرہار، بدخشان، قندوز، تخار، نورستان، ہلمند، ہرات، نیمروز، قندہار، فراہ، بادغیس، فاریاب، دائی کنڈی اور زابل صوبوں میں سیکورٹی فورسز اور الیکشن مراکز پر کیے گئے، جس کے نتیجے میں صوبہ تخار کے بہارک اور خواجہ غار اضلاع کے مراکز، صوبہ بغلان میں فوجی بیس، صوبہ پکتیکا میں پولیس اسٹیشن اور صوبہ قندوز میں 5 چوکیاں اللہ تعالی کی نصرت اور مجاہدین کامیاب کاروائیوں میں فتح ہوئیں۔ اسی طرح دوپہر تک جاری رہنے والی کاروائیوں میں 159 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ 93 زخمی ہوئے ہیں اور ساتھ ہی ایک فوجی رینجر گاڑی اور 13 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار بھی غنیمت کرلی ہے۔

➢ صوبہ قندہار کے صوبائی دار الحکومت قندہار شہر میں امریکی منصوبے کے 3 مراکز میں بم دھماکے ہوئے، اور شاولیکوٹ، میوند اور بولدک اضلاع میں بھی دشمن کے مراکز پولنگ پر حملے ہوئے، جس سے الیکشن ناکام اور 9 اہلکار ہلاک ہوئے۔

➢ صوبہ دائی کنڈی ضلع ناومیش کے مشترک کے علاقے میں سنیچر کے رات دشمن پر بم دھماکے ہوئے، جس سے 2 ٹینک تباہ اور 14 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے، اس کے علاوہ کجران اور گیزاب اضلاع میں بھی پولنگ مراکز تباہ، سیکورٹی اہلکار ہلاک، جبکہ دیغیروں، نیک آباد اور بازار کہنہ کے مراکز بند ہوئے،اسی طرح ضلع گیزاب میں 6 مراکز پر مجاہدین کی کاروائی جاری ہیں۔

29 ستمبر:

➢ صدارتی الیکشن کے مراکز، فوجی وضلعی مراکز، چوکیوں اور سیکورٹی فورسز پر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ملک بھر میں 531 حملے کیے، جس کے نتیجے میں دشمن کو جانی ومالی نقصانات کا سامنا ہوا۔

➢ مجاہدین نے کنڑ، پکتیا، پروان، میدان، غزنی، لغمان، غزنی، خوست، لوگر، بلخ، کاپیسا، جوزجان، بامیان، ننگرہار، بدخشان، قندوز، تخار، نورستان، سرپل، ہلمند، ہرات، نیمروز، قندہار، فراہ، بادغیس، فاریاب، دائی کنڈی اور زابل صوبوں میں ضلعی، فوجی، پولنگ مراکز، چوکیوں اور سیکورٹی فورسز پر تابڑتوڑ حملے کرنے کے علاوہ دشمن پر شدید دھماکے بھی ہوئے، جس کے نتیجے میں اللہ تعالی کی نصرت سے صوبہ تخار کے بہارک، خواجہ غار اور چاہ آب اضلاع کے مراکز، صوبہ جوزجان ضلع درزآب کے مرکز، صوبہ بغلان میں فوجی بیس، صوبہ پکتیکا میں پولیس اسٹیشن اور غزنی وکاپیسا صوبوں میں 7 چوکیاں فتح ہوئیں۔ ذرائع کے مطابق مغرب تک جاری رہنے والی کاروائیوں میں 3 کمانڈروں سمیت 258 اہلکار اور پولنگ عملہ ہلاک جب کہ 164 زخمی ہونے کے علاوہ 22 فوجی ٹینک اور 4 فوجی رینجر گاڑیاں بھی تباہ ہوئیں اور مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک اور کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار قبضے میں لیا۔

★★★★★

اِک نظر اِدھر بھی!

محمد نصر اللہ صدیقی

کشیدگی کے باوجود 'کرتارپور' راہداری کھولی جائے گی!

تو بالآخر وہی بھونڈا کھیل ہی جاری ہے ناں، جو طواغیتِ عرب مسئلۂ فلسطین کی بابت کھیل رہے ہیں۔ یعنی آپ اپنے ہاتھوں کشمیر کا سودا کر کے رونا دھونا، مگرمچھ کے آنسو بہانا، واویلا کرنا اور شور مچانا مگر اپنے کافر سرداروں کے مفادات پر آنچ بھی نہ آنے دینا اور ان کی خوشامد (چاپلوسی) بہم جاری رکھنا۔ یاد رہے 'کرتارپور' راہداری زندیق قادیانیوں کے لیے سالانہ جلسۂ قادیان پہنچنے کے لیے بڑی گزرگاہ ہو گی۔ اسی طرح یہ اسلام دشمن، ظالم سکھ کفار کے گرونانک سے متعلق تہواروں پر بھی بہت سہولت دہ اور مختصر راہ گزر ہو گی۔ اس کا افتتاح ۹ نومبر کو کیا جانا متوقع ہے۔ اور رپورٹ کے مطابق اس کا تعمیراتی رقبہ دس لاکھ مربع فٹ پر محیط ہے۔ یاد رہے اپنی کنگال ہو چکی معیشت کے باوجود تمامی کفار کی راہ میں اسطرح پلکیں بچھاتی یہ فوج[49] اور نظام آزاد کشمیر میں مقبوضہ کشمیر سے یکجہتی کرنے والے عوام الناس پر ظلم و تعذیب کا دہشت ناک سلسلہ شروع کیے ہوئے ہے۔

واللہ المستعان علی ما تصفون۔

خیبر پختونخواہ میں سکول و کالج کی طالبات کے لیے عبایا و پردہ کا حکم نامہ جاری ہونے کے بعد واپس

ایک جید عالمِ دین فرماتے ہیں اس کفریہ نظام میں چاہے کوئی بھی متقی، پرہیزگار و ایمان دار شخص شامل ہو جائے وہ اپنی اس تمام ایمانداری سے اسی کفریہ نظام کو تقویت دینے کا ہی سبب بنے گا۔ اور ہے بھی ایسے ہی جس کی تازہ مثال پاکستانی صوبے خیبر پختونخواہ میں پشاور کے گرلز سکولز اور کالجز کے لیے جاری ہونے والا حکم نامہ ہے جس میں طالبات کے پردہ کے لیے عبایا یا چادر ضروری قرار دی گئی تھی۔ یہ حکم نامہ جاری ہوتے ساتھ ہی پورے ملک کے ٹی وی چینلز اور سوشل میڈیا پر ایک طوفان سا برپا ہو گیا، اس عظیم اور فرض اسلامی شعار پر دل کھول کر طعن و تشنیع اور تنقید کی گئی۔ عامۃ المسلمین کے معصوم اور سادے ذہنوں کو خوب دل کھول کر کند کیا گیا اور چند ہی گھنٹوں میں مقامی حکومت کی طرف سے یہ حکم نامہ واپس لے لیا گیا۔ اب یہ کوئی طے شدہ پلان تھا یا حادثاتی موقع ملنے پر شعائر اسلام پر یہ لمبا چوڑا تعارض مگر یہ بات تو عیاں ہے کہ ایسی مہمات کٹّر اسلام دشمن یورپی صلیبی ممالک میں چلتی اور پنپتی دکھائی دیتی ہیں مگر اس مسلم اکثریتی ملک میں شعائر و احکام اسلام کے خلاف ایسی کامیاب مہمات کے تجربات کیا ثابت کرتے ہیں؟ یقیناً اب مخلص، عقل مند اور ذی شعور اسلامیانِ پاکستان کو سمجھ جانا چاہیے کہ ان تمام مفاسد کی جڑ اس ملک پر قابض یہ طاغوتی نظام ہے جس کا خاتمہ محض طریقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دعوت و جہاد فی سبیل اللہ ہی سے ممکن ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس کی توفیق دیں۔

پاکستانی آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ نے ڈی ایچ اے کوئٹہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا

جبکہ ملکی معیشت عین دیوالیہ ہونے کو ہے اور بھارتی فوج پاکستان پر باقاعدہ ایک جنگ مسلط کر چکی ہے تو عین اسی وقت میں مملکت پاکستان کے ''سپہ سالار''، وردی سمیت اپنے کاروبار میں مصروف ہیں۔ رہی بات کشمیر پر دعوؤں اور بھارتی جارحیت کا جواب دینے کی تو اس کے لیے ایک مشہور ٹوئٹر ہینڈل، اسکی سینکڑوں جعلی اکاؤنٹس پر مشتمل ٹیم موجود ہے جبکہ کشمیر کاز کے لیے ملک کے مشہور میراثیوں اور بھانڈوں (سنگرز اور ایکٹرز) کی خدمات حاصل کی گئی ہیں کہ وہ دنیا بھر میں جائیں اور کشمیر پر بھارتی مظالم پر ''سینہ کوبی'' کریں۔ جبکہ رہی بات جنگ کرنے والے سپاہیوں کی تو ۱۴ اگست کی 'یکجہتی کشمیر' کے موقع پر اس فوج کے سپاہی جنہیں ملک کا دفاع کرنا تھا اور دشمن ملک کی اینٹ کا جواب پتھر سے دینا تھا، ہاتھوں میں کتبے اور پلے کارڈ اٹھائے مظاہرے کرتے اور جلوس نکالتے نظر آئے۔ کہاوت ہے کہ سوداگر کبھی جنگ نہیں کرتے۔ آج جبکہ ہندو مشرکوں کی ریگولر آرمی سے مقابلہ ہوا تو سڑکوں سے لے کر سائیکل پارکنگ تک کے ٹھیکے لینے والی اس فوج کے سپاہی عورتوں کی مانند احتجاج پر اتر آئے جبکہ نہتے اور مظلوم لوگوں پر انکی دلیری اور دست درازی پوری دنیا پر عیاں ہے۔ قیام پاکستان سے ہی فقیر اپی رحمہ اللہ پر بمباری سے لے کر آج تک سوات و قبائل اور بلوچستان میں نہتے عورتوں اور بچوں پر فتوحات حاصل کرنے والی یہ فوج صرف بزنس انسٹیٹیوٹ ہے وگرنہ یہ ہر اس جگہ سے دم دبا کر بھاگے ہیں جہاں سے ان پر بندوقوں کے دہانے کھلے ہیں۔ انہوں نے ہر جنگ میں لڑنے کے بجائے شکست تسلیم کی ہے چاہے وہ جنگ اللہ کے شیر دل مجاہدین سے ہو[50] یا وہ جنگ خود ان سے بھی بزدل مشرک ہندوؤں سے ہو۔

---

[49] یاد رہے عمران خان کی تقریب حلف برداری کے موقع پر بھارتی رکن اسمبلی نوجوت سنگھ سدھو سے ملاقات میں موجودہ آرمی چیف قمر باجوہ نے یہ راہداری کھولنے کا اعلان کیا تھا۔

[50] وزیرستان میں امیر صاحب بیت اللہ محسود رحمہ اللہ کے سامنے 300 پاکستانی فوجیوں کا ہتھیار ڈالنا یاد رہے۔

آل سعود کے زیر قبضہ آئل تنصیبات پر روافض کے ڈرون حملے

خبر ہے کہ یمن (بعض خبروں کے مطابق براہ راست ایران) سے اڑنے والے روافض کے ڈرون طیاروں نے بقیق اور ہجرۃ خریص کی آئل تنصیبات کو نشانہ بنایا ہے جس سے آلِ سعود کی تقریباً پچاس فیصد تیل کی تجارت بند ہوگئی ہے۔ امت کے وسائل پر سانپ کی مانند قابض آل سعود اپنی ہی حماقتوں اور ارتداد و نفاق کی وجہ سے خود کو تباہی کے گڑھے کی سمت دھکیلنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ عراق، کویت جنگ کی آڑ میں انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اللہ کی ناراضگی مول لیتے ہوئے صلیبی افواج کو جزیرۃ العرب میں داخل کیا اور اس قبیح فعل کی مخالفت کے نتیجے میں محسنِ امت شیخ اسامہ بن لادن رحمہ اللہ اور ان کے اہل و عیال کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ مگر موجودہ احمق بادشاہ اور اس کا خودسر اور نالائق بیٹا اپنے ہی اس اقتدار کو بالکل مٹانے کے درپے ہیں۔ انہوں نے اس مقدس سرزمین میں ٹرمپ اور اس کے خاندان کو بلا کر بالکل بازاری اٹھائی گیروں کی طرح چاپلوسی کی جبکہ اس سفر میں ٹرمپ کئی مرتبہ اپنی ہی بیوی کے ہاتھوں ذلیل ہوا، اسکی خوشامد میں امت کا سرمایہ بے دریغ لٹایا اور اس سے روافض سے حفاظت کی بھیک مانگی، خود تنخواہ دے مزید ۵۰۰ صلیبی فوجی اس مقدس سرزمین میں متعین کروائے مگر ان حملوں کے فوراً بعد جبکہ امریکی خفیہ اداروں ہی نے ایران کے براہِ راست ملوث ہونے کے ثبوت جاری کیے، ٹرمپ نے اپنے اس قدر بڑے معاشی اتحادی پر ان شدید تر حملوں کے باوجود ایران سے جنگ نہ کرنے کا عندیہ دے کر ان احمقوں کو ان کی اوقات یاد دلائی ہے۔

جنگیں کس طرح ان عالمی بھینسوں کے مفاد میں ہوتی ہیں اس کا اندازہ ان حملوں کے بعد روس کی جانب سے آل سعود کو کروائی گئی ایک آفر سے ہوتا ہے۔ روس نے فضائی حملوں سے بچنے کے لیے آل سعود کو روسی ساختہ ایس ۴۰۰ میزائیل سسٹم خریدنے کا مشورہ دیا ہے۔ جبکہ روس بذات خود ایران کا بڑا حلیف و اتحادی ہے۔ آلِ سعود کی جانب سے امریکہ کو بے تحاشا پیسہ کھلانے کے بعد اب روسی شاطر ان کو لوٹنے کے درپے ہیں۔ مگر جزیرۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل اسلام پر تنگ کر دینے والے ان بھیڑیوں کا انجام اللہ کے فضل سے انکی اپنی ہی حماقتوں کے سبب قریب ہے۔

اردگان، روحانی اور پیوٹن ملاقات

شام کے مسئلے پر ترکی کا حاکم ایک مرتبہ پھر کفار کی ہمنوائی اختیار کر چکا ہے۔ اس کی ایرانی صدر حسن روحانی اور روسی صدر ولادی میر پیوٹن کے ساتھ ملاقات اور پھر ایران و روس کا اسلامیانِ شام کی آخری پناہ گاہ ادلب پر یلغار کا اعلان تمام قصہ واضح کر رہا ہے۔ یہ 'اسلامی' جمہوریت کا چیمپین، جہاد و اسلام کے خلاف تمام کفار کا ہمنوا نظر آتا ہے چاہے وہ کفار آپس ہی میں اعداء کیوں نہ ہوں۔ حال ہی میں شام میں مجاہدینِ القاعدہ اور ان کے حلیف مجموعات پر امریکی فضائی حملوں اور عظیم قائدین سمیت قیمتی مجاہدین کی شہادتیں سب میں اسی کا ہاتھ واضح ملوث ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں مجاہدین کی روافض سے تمام اہم جنگوں کے موقع پر درع الفرات اور حصن الزیتون جیسے آپریشن شروع کر کے جیش الحر یا جبهة وطنية للتحرير کے جنگجوؤں کو ڈبل تنخواہ دے کر روافض و روسی کفار کا راستہ صاف کرنا بھی اسی کی کاریگری ہے۔ اور اب جبکہ روسی و روافض ادلب پر آخری یلغار کرنے کے درپے ہیں تو خبر ہے کہ جبهة وطنية کے جنگجوؤں کو پھر سے کردوں سے جنگ میں دھکیلا جا رہا ہے۔ اردگان کی چاتری یہ ہے کہ وہ تمام تر عالمِ کفر کا حلیف ہوتے ہوئے اکثر سادہ فہم اہل اسلام کی بھی پسند بن چکا ہے۔ پس ہمیں ضرورت حکمت و بصیرت سے اہل ایمان پر اس کی حقیقت واضح کرنے کی ہے۔ اللہ ہم سب کو سلیم عقل اور ہمیشگی کی ہدایت عطا فرمائیں۔ اسی طرح اردگان کی فوج کا صومالیہ میں بڑے اڈے بنا کر مجاہدین القاعدہ فی الصومال کے خلاف محاذ کھولنا اور اسلامیانِ صومال کی معاشی ناکہ بندی بھی اس کے جرائم میں سرِفہرست ہے۔ اب بھی اگر ہمارا کوئی محبوب مسلمان بھائی اس کی شامی مہاجرین کی خدمت سے متعلق غلط فہمی میں ہو تو اسے بتایا جا سکتا ہے کہ اسی اردگان نے تمامی ترک شامی بارڈر پر کنکریٹ کی دیوار کیوں بنائی، جبکہ دوسری جانب تمام علاقے اہلِ سنت کے ہیں اور انہیں کی پراکسیز کے زیر قبضہ بھی پھر اسی سرحدی دیوار پر متعین ترک سنائپر کیونکر روز ہی ترکی کی جانب ہجرت کی کوشش کرنے والے اہل سنت خاندانوں پر حملہ آور ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں آئے روز معصوم بچوں اور جوانوں کی شہادتوں کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ حق تو یہ ہے ترکی میں شامی مہاجرین کی نصرت محض ترکی کے اہل دل مومنین اور مخلص مسلمان فلاحی مجموعات کا کارنامہ ہے، جسے حکومتِ ترکی Strategic Depth کی ضرورت کے تحت جاری رکھے ہوئے ہے!

اللهم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه، و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه، آمین۔

اسلام کے ٹھیکیدار نہیں
اسلام کے پہرے دار ہیں ہم
اسلام کے خدمتگار تھے ہم
اسلام کے خدمتگار ہیں ہم

ناموسِ رسالتؐ کی خاطر
ناموسِ صحابہؓ کی خاطر
ہر باطل خُوب سمجھتا ہے
بیدار تھے ہم بیدار ہیں ہم

بستی بستی قَرِیہ قَرِیہ
ایمان کی دعوت دیتے ہیں
آقا کی مبارک اُمت کے
غمخوار تھے ہم غمخوار ہیں ہم

انگریز ہوں یا انگریزوں کے
آلۂ کار مقابل ہوں
شیرِ ہند ٹیپو سلطاں کی
تلوار تھے ہم تلوار ہیں ہم

تاریخ گواہی خود دے گی
میسور سے بالا کوٹ تلک
ہر دشمنِ دین سے لڑنے کو
تیار تھے ہم تیار ہیں ہم

تقریر میں ہم، تحریر میں ہم
تکبیر میں ہم، تدبیر میں ہم
ایمان کی دولت سے ہُدہُدؔ
سرشار تھے ہم سرشار ہیں ہم

اہلیانِ کشمیر... آپ ہمیں یاد ہیں!

ہمارے دلوں میں کشمیر کا زخم اب تک رِس رہا ہے!

پس کشمیر میں بستے اے ہمارے اہلِ ایمان!

نہ ہی ہم نے آپ کو بھلایا ہے

اور باذن اللہ نہ ہی ہم آپ کو کبھی بھی بھولیں گے!

فضيلة الشيخ **ايمن الظواهری** حفظه اللّٰہ